هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ

(بخاری شریف)

شرحِ حدیثِ نجد

شارح

مفتی ظہور احمد جلالی

دار العلوم محمدیہ اہلسنّت لاہور

هُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ

وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا (بخاری شریف)

شرحِ حدیثِ نجد

شارح

مُفتی ظہور احمد جلالی

ناشر

دار العلوم محمدیہ اہلسنت

نزد سول ہسپتال مانگا منڈی ضلع لاہور

باسمہٖ تعالیٰ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نام کتاب -------- شرح حدیثِ نجد

موضوع -------- فہم حدیث

شارح -------- حضرت علامہ مولانا مفتی ظہور احمد جلالی مدظلہ العالی

کمپوزنگ -------- ورڈز میکر

تصحیح -------- قبلہ مفتی صاحب/محمد عرفان بٹ قادری

صفحات -------- ۲۹۰

مطبع -------- میاں جمیل پرنٹرز لاہور

تاریخ اشاعت ثانی -------- ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ جنوری ۲۰۰۶ء

تعداد -------- ۵۰۰

ناشر -------- دار العلوم محمدیہ اہل سنت مانگا

قیمت -------- 200

ملنے کا پتہ

دار العلوم محمدیہ اہل سنت

سول ہسپتال مانگا منڈی لاہور فون 5384536

فہرست شرح حدیثِ نجد

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
الانتساب	۸	نجد کا اطلاق عراق پر کیسا ہے؟	۳۰
معروضات	۹	نجدی باشندے	۳۳
غرضِ تالیف	۹	خلاصہ کلام	۳۵
غرضِ اشاعت	۹	حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے	
تکمیلِ آرزو	۱۰	بنوتمیم کے علاقہ کی نشاندہی:	۳۶
شرح حدیثِ نجد پر ایک نظر (تقدیم)	۱۱	مضر کی ایک اہم شاخ:	۳۹
تقریظ	۱۶	علاقہ بنوتمیم کے تعین پر دوسری حدیث	۴۰
کشفِ رازِ نجدیت	۲۰	تیسری حدیث شریف	۴۲
حدیثِ نجد	۲۱	حدیث شریف کا مطلب ومفہوم اور	
حدیثِ نجد کی فنی حیثیت	۲۱	فتنہ کا تعین	۴۳
حدیثِ نجد کی اہمیت	۲۱	فتنہ پرور شخص کا تعین احادیث طیبہ کی	
حدیثِ نجد: ترجمہ	۲۲	روشنی میں	۴۵
نجد کا محل وقوع	۲۳	تحریف	۴۹
نجد کی وجہ تسمیہ	۲۴	خوارج کے متعلق احادیث کے	
لطیفہ	۲۷	راوی صحابہ کرام علیہم الرضوان	۵۲
ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا اِرشاد:	۲۸	خوارج وملحدین کی پہلی خاص علامت	۵۳
عراق کا علاقہ اور وجہ تسمیہ	۳۰	حدیث شریف	۵۴

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
خوارج وملحدین کی دوسری دس اہم علامات کہ وہ حدیث والے کہلائیں گے	۵۵	بنوتمیم اور فتوائے بدعت	۸۳
عہدِ نبوی میں نجدی باشندے	۶۰	خلافتِ حیدری اور بنوتمیم	۸۴
اِسلام اور نجدی باشندے	۶۱	وصیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۸۹
قرآنِ حکیم اور نجدی باشندے	۶۳	حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور نجدی وتمیمی	۹۱
ابلیس شیخ نجدی کے روپ میں	۶۳	عہدِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد نجد کی حالت	۹۳
واقعہ بئر معونہ	۶۵	نجد کی علمی حالت	۹۵
صنادید نجد پر کرم کی بارش اوران کا تعارف	۶۷	خوارج کے فاسد اور ملحدانہ عقائد	۹۵
بنوتمیم کا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اِظہارِ تعلی	۷۰	خوارج کا عجیب طرزِ عمل	۹۸
بنوتمیم کی شوئی قسمت	۷۲	خوارج کی دعوت قرآن وسنت	۹۸
تمیمیہ عورت کی زوجیت رسول سے محرومی	۷۳	فتنہ خوارج میں بنوتمیم کا اِمتیاز	۱۰۱
تمیمیہ	۷۴	خروج الخوارج	۱۰۲
ھناك الزلازل والفتن	۷۴	خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد	
خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں		بنوتمیم کی حالت	۱۰۳
ھناك الزلازل والفتن کا منظر	۷۶	عبدالملک بن مروان اور نجدی خارجی	۱۰۵
سجاح تمیمیہ کا فتنہ	۷۶	وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ	۱۰۶
طلیحہ اسدی کا فتنہ	۷۸	محمد بن عبدالوہاب تمیمی نجدی	۱۰۶
استدلالِ قرآنی	۷۹	عیینہ شہر کی تاریخی حیثیت	۱۰۷
مسیلمہ کذاب کا فتنہ	۷۹	مقام تاسف	۱۰۷
دورِ فاروقی اور بنوتمیم	۸۰	مزاج	۱۰۷
خلافت عثمانی اور بنوتمیم	۸۲	تعلیم	۱۰۷

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
علمی سفر	۱۰۷	ایک اور انداز سے دعوت وہابیہ	
شیخ نجدی مدینہ طیبہ میں	۱۰۸	کی گمراہی کا تعین	۱۳۳
یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۱۱	گھر کا بھیدی	۱۳۴
شیخ نجدی کے غیظ وغضب کی بناء	۱۱۱	نقشہ	۱۳۵
وہابی تحریک	۱۱۲	وہابیہ کی خونی داستان	۱۳۶
ساترا	۱۱۳	خونریزی کی ابتداء	۱۳۶
وہابی تحریک کا مرکز	۱۱۴	۱۱۵۹ ہجری سے ۱۱۷۷ تک کے واقعات	۱۳۶
شیخ نجدی کی عیینہ میں شرانگیزی	۱۱۵	۱۱۷۸ ہجری کی شورش	۱۴۸
حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقبرہ	۱۱۵	وہابیوں کی گمراہی پر ایک اور واضح دلیل	۱۴۹
شیخ نجدی کی درعیہ آمد اور بلعم باعوری چال	۱۱۶	۱۱۷۹ ہجری کے خونی مناظر	۱۵۰
آمدم برسر مطلب	۱۱۷	۱۱۸۰ ہجری کی جنگیں	۱۵۱
شیخ نجدی کی دعوت توحید کا بنیادی پتھر	۱۱۸	۱۱۸۱ ہجری کے فتنے	۱۵۲
نجدیوں کا اپنے مخالفین کے متعلق نظریہ	۱۲۱	۱۱۸۲ ہجری کی تباہ کاریاں	۱۵۳
شیخ نجدی کا ابن سعود سے معاہدہ	۱۲۳	۱۱۸۳ ہجری کی ہلاکتیں	۱۵۴
شیخ نجدی حدیث شریف کا مصداق	۱۲۶	۱۱۸۴ ہجری کی تباہ سامانیاں	۱۵۵
حدیث شریف	۱۲۷	۱۱۸۵ ہجری اور وہابیانہ یلغار	۱۵۵
نمونۂ یہود	۱۲۸	۱۱۸۶ ہجری کے معرکے	۱۵۶
مترجم کی مجبوری	۱۲۹	۱۱۸۶ ہجری اور وہابیہ کی شرافزونی	۱۵۶
شیخ نجدی اور ایٹم بم حدیث	۱۳۰	۱۱۸۸ ہجری میں وہابیہ کی فتنہ پردازیاں	۱۵۸
معجزۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۱	۱۱۸۹ ہجری اور وہابیت گزیدی	۱۵۹
ابنِ سعود ربیعی اور ابن عبدالوہاب مضری		۱۱۹۰ ہجری اور وہابیہ کی کارستانی	۱۵۹
دونوں حدیث شریف کے آئینہ میں	۱۳۳	۱۱۹۱ ہجری کی حروب	۱۵۹

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۱۱۹۲ہجری میں وہابیہ کی سرگرمی	۱۶۱	ایک اہم اصول	۱۷۸
۱۱۹۳ہجری کی ہلاکت خیزی	۱۶۱	مرزا زاہد سومناتی اور حدیث نجد	۱۷۹
۱۱۹۴ہجری میں وہابیوں کی شرانگیزی	۱۶۲	ھَلْ مِنْ مُبَارِز	۱۸۱
۱۱۹۵ہجری کے تاسفات		فاضل مکہ یونیورسٹی کی خودفریبی	۱۸۲
(افسوسناک واقعات)	۱۶۴	حدیثِ نجد کے بارے میں وہابیہ کے	
۱۱۹۶ہجری میں وہابیہ کا ظلم	۱۶۶	مغالطے ملاحظہ ہوں	۱۸۳
۱۱۹۷ہجری کے وہابی مظالم	۱۶۶	مدینہ طیبہ کا عین مشرق کیا ہے؟	۱۸۶
۱۱۹۸ہجری میں وہابیانہ شورشیں	۱۶۷	عیینہ کا محل وقوع	۱۸۷
۱۱۹۹ہجری کی ہلاکت خیزیاں	۱۶۸	اِمام بخاری علیہ الرحمۃ اور حدیثِ نجد	۱۸۸
۱۲۰۰ہجری کی جنگیں	۱۶۹	عبدالکریم وہابی کی حدیث شریف میں	
۱۲۰۱ہجری اور وہابیت کا شکنجہ	۱۶۹	جسارت و دروغ گوئی	۱۸۸
۱۲۰۲ہجری میں وہابیانہ روش	۱۷۰	شیخ احمد بن حجر نجدی کی دروغ گوئی	۱۹۰
۱۲۰۳ہجری اور وہابیہ کی بغاوتیں	۱۷۱	سومناتی صاحب کا کھلا جھوٹ	۱۹۴
۱۲۰۴ہجری میں خروج وہابیہ	۱۷۲	فتنہ خوارج فتنہ نجد ہی ہے	۱۹۶
۱۲۰۵ہجری میں وہابیہ کے اندوہناک مناظر	۱۷۲	مگرمچھ کے آنسو	۱۹۸
۱۲۰۶ہجری دوسرے قرن الشیطان کے		بنوتمیم کا محل وقوع	۲۰۵
زمین بوس ہونے کا سال	۱۷۳	حدیث بخاری کا تیسرا حصہ:	۲۰۷
شیخ نجدی کی پُرفتن زندگی کا آخری ڈاکہ	۱۷۳	وہابیہ کی حدیثِ نجد کے سلسلہ میں خیانتیں	۲۰۹
حرف آخر اور دعوتِ انصاف	۱۷۷	سومناتی صاحب کی علمی خیانتیں	۲۱۰
آیاتِ کریمہ:	۱۷۷	ان الکذوب قد یصدق	۲۱۵
حدیثِ نجد کے بارہ میں وہابیہ کے		سومناتی صاحب کی بدحواسی	۲۲۵
مغالطے اور ان کے جواب	۱۷۸	وادیٔ عراق اور فتنوں کی داستان	۲۲۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ایک اور شارح حدیثِ نجد	۲۲۵	اور حرفِ آخر	۲۶۱
رضاء اللہ عبدالکریم کا تعارف	۲۲۶	**ضمیمہ نمبر۱**	۲۶۳
مؤلف کی بدحواسی	۲۳۱	منافق کی سراغ رسانی	۲۶۳
ایک اور شارح حدیثِ نجد	۲۳۱	اس ترجمہ کی فحش غلطیاں	۲۶۴
حرمین شریفین کی فضیلت کے بارے		حدیث شریف کا مصداق اور مترجم	
میں دس احادیثِ مبارکہ	۲۳۹	کی خیانت کا اصل محرک:	۲۶۸
اِعترافِ حقیقت	۲۵۰	**ضمیمہ نمبر ۲**	۲۷۱
مکاری سومناتی کا سراغ	۲۵۲	شیخ نجدی کی تعلیمات کا نادر نمونہ	۲۷۱
قاضی صاحب کا دجل عظیم	۲۵۵	صحابہ کرام علیہم الرضوان کا محبوب معمول:	۲۷۱
عراق سے نفرت کیوں؟	۲۵۶	منصب افتاء و روایت حدیث اور شیخ بن باز	۲۷۸
شیخ نجدی کے ایک متبوع اور تابع	۲۵۶	بن باز کی کلابازی کی اصل بنیاد	۲۷۹
ہندوستان	۲۵۷	**ضمیمہ نمبر ۳**	۲۸۰
بارگاہِ ایزدی میں عاجزانہ فریاد		کرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہار	۲۸۰

نوٹ:- تمام نقشہ جات کتاب کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الانتساب

فقیر اپنی اس حقیر سی سعی ناتمام کو اپنے والد ماجد، جامعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف کے اوّلین فاضل، محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہ کے تلمیذِ رشید، عالمِ ربانی فاضل حقانی اُستاذ العلماء

حضرت مولانا مفتی ابوالفیض **محمد عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ

کے نامِ نامی سے منسوب کرنا اپنے لیے بہت بڑی سعادت جانتا ہے جن کی مساعیٔ جمیلہ سے فقیر کسی قدر خدمتِ دِینِ متین کے قابل بن سکا۔

ظہور احمد جلالی

دار العلوم محمدیہ اہلسنّت مانگا منڈی
ضلع لاہور

آپ ۱۱صفر المظفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۴ اپریل ۲۰۰۳ء بروز پیر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ قارئین سے مرحوم کے درجات کی بلندی کی دُعا کی درخواست ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

معروضات

غرضِ تالیف

فقیر کی اِس تالیف کی غرض صرف اور صرف صیانت حدیث شریف ہے تاکہ کوئی شخص بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشاداتِ گرامی کی من مانی تعبیر نہ کر سکے۔

غرضِ اشاعت

حرمین شریفین کی اس وقت عالم اسباب میں پوزیشن یہ ہے کہ خاکم بدہن کے یہود و نصاریٰ اگر ان مقدس مقامات پر کسی قسم کی سازش کا ارتکاب کرنے لگیں تو بظاہر ان کی روک تھام کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

آئے دِن مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے، بالخصوص اِن دِنوں عراق کی سر زِمین کو جس طرح خون آلود کیا گیا اِس میں مسلمان سوچتے ہی رہ گئے کہ مرکزِ اِسلام سے ان ظالموں کے خلاف آواز بلند ہو گی اور اِن کی قیادت میں فریضۂ جہاد اَدا کیا جائے گا۔ مگر صد افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حرمین شریفین پر قابض قوت مسلمانوں کے اِجتماعی مفاد کے تحفظ سے کوسوں دور ہے۔ وہاں اِسلامی ممالک کی مشترکہ خدمت کمیٹی کا ہونا ضروری ہے جو حرمین شریفین کی خدمت بھی اَنجام دے اور مسلمانوں کے اِجتماعی مفاد کا تحفظ بھی کرے کیونکہ ایک عیاش خاندان کی شخصی حکومت مسلمانوں کے لیے باعث وبال ہے۔

نیز یہ بتانا مقصود ہے کہ نجدی حکمران اوّل و آخر خارجی ہیں اور درمیان میں برطانوی استعمار کی سازش کا کرشمہ ہیں۔

تکمیلِ آرزو

فقیر کے مربی واستاذ مکرم ومناظر اِسلام عاشق رسول مقبول حضرت قبلہ صوفی محمد اللہ دتا رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مروجہ حسنات'' میں شیخ نجدی کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ شیخ نجدی کی مکمل تاریخ کسی اور موقع پر بیان ہوگی مگر آپ علالت طبع کی بنا پر اس کی تکمیل نہ فرما سکے' الحمدللہ ثم بفضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیشِ نظر کتاب اُنہیں کی آرزو کی تکمیل ہے۔

نیز اس کی اشاعت بھی انہیں کے خدام کے ذریعے ہورہی ہے لہٰذا میں یہ جزم کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ شکستہ حروف انہیں کی آرزو کی تکمیل ہے کہ ان کی برکات شاملِ حال ہوئیں تو کتاب لکھنے اور اس کی اشاعت کے اسباب بنتے چلے گئے۔

ضروری نوٹ: اِس کتاب کی اِشاعت کی ہر ایک کو اجازت ہے بشرطیکہ کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے نیز جو حضرات ہمارے ذریعہ چھپوانا چاہیں تو کاپیاں بھی مہیا کی جائیں گی۔ مزید تعاون بھی حاضر ہے۔ اگر کوئی صاحب کسی رسالہ میں شائع کرنے کا ذوق رکھتے ہوں تو C.D (فلاپی) بھی حاضر ہے وہ اپنے رسالہ کے سائز کے مطابق پروف نکلوا سکتے ہیں۔

طالب دُعا: خادم اہلسنّت

ظہور احمد جلالی

دارالعلوم محمدیہ اہلسنّت مانگا منڈی
ضلع لاہور

تقدیم:

شرح حدیثِ نجد پر ایک نظر

از- رئیس التحریر حضرت علامہ شبیر احمد ہاشمی زید مجدہ آف پتوکی

ہمارے عزیز ترین نوجوان فاضل علامہ مولانا ظہور احمد جلالی زید مجدہ ان قابل فخر نوجوان علماء میں شامل ہیں جن کے علم وفضل پر بجا طور پر اِعتماد کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ہماری جماعت کے بزرگ ترین اور جید عالم باعمل ''حافظ الحدیث حضرت علامہ پیر سیّد جلال الدین شاہ'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۴۰۶ ہجری ۱۹۸۵ء بھکھی شریف کے قدموں میں بیٹھ کر علم وعمل کی لازوال دولتیں حاصل کی ہیں۔ مزید مسرت زا یہ امر ہے کہ وہ قلم وقرطاس سے بھی بھرپور تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں قدرت نے تحریر وانشا کا ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔

اس وقت ان کی کتاب شرح حدیثِ نجد میرے زیرِ نظر ہے۔ فاضل محترم نے اس تحریر دلپذیر میں حضورِ اکرم سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُس مشہور حدیث کی شرح فرمائی ہے جس میں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''نجد'' کے لیے دُعا نہ فرمائی۔ اس حدیث شریف کو اِمام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا ہے اور محدثین کے درایت پر پوری اُترتی ہوئی یہ حدیث صحیح

بخاری سے مشکوٰۃ شریف میں نقل ہوئی یوں شارحین بخاری علامہ عینی' اِمام قسطلانی' علامہ کرمانی اور شارحین مشکوٰۃ حضرت علامہ اِمام علی قاری طیبی' شیخِ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی نگاہ سے یہ حدیث مبارک پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اس پر خوب خوب بحثیں شروح حدیث میں موجود ہیں جن کی تفصیل ابھی آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

مجھے نہ تو اس کتاب پر کوئی تنقیدی بحث کرنا ہے نہ ہی مذکورہ مباحث میں کوئی اضافہ یا ترمیم کا عمل کرنا ہے بلکہ اس کتاب کے بعض پہلوؤں سے تعارف اس لیے کروانا ہے کہ قارئین جب کتاب کھولیں تو کتاب میں مذکور مباحث سے کچھ تعارف پہلے ہو جائے تا کہ فہمِ کتاب میں یہ تقدیم معاون ہو سکے۔ اس حدیث شریف سے جس اصل مسئلہ نے جنم لیا وہ ہے بارہویں صدی ہجری میں جناب محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور۔ یہ صاحب اپنے علم وفتویٰ وتقویٰ میں جیسے بھی تھے اس پر بحث مطلوب نہیں لیکن ایک بات واضح ہے کہ انہوں نے مسلم اُمہ میں شہرت بہت حاصل کی۔ اُمہ جس کو یہود ونصاریٰ اور صیہونی قوتوں کے خلاف بنیان مرصوص بنا چاہیے تھا، وہ ان صاحب کی وجہ سے تقسیم ہو گئی، مسلمانوں کی قوت واحدہ کو ان صاحب کی وجہ سے شدید نقصان پہنچا اس لیے یہ صاحب اسلام کے لیے ضرر کا باعث ثابت ہوئے، ان کے افکار پر علمائے اُمت نے خوب خوب گرفت کی، ان کی تحریکوں کا تعاقب کیا۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ حدیث شریف میں جو فرمانِ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا ہے کہ ''نجد میں زلازل اور فتن ہیں'' اور ''نجد سے شیطان کا سینگ پھوٹے گا'' اُمت کے کثیر طبقہ نے اس کا مصداق جناب ابن عبدالوہاب ہی کی تحریک کو سمجھا۔

''ترکوں کا زوال''

حجاز عرب میں برطانوی استعمار کا دخول، سامراجیوں کی خون آشامیاں، الجزائر اور فرانس کا ترکوں سے بچ جانا، یورپ کا اسلامی انقلاب سے محروم رہنا، برصغیر میں اسلام کے دعویداروں کا مسلمانوں کو مشرک قرار دینا ایسے امور ہیں جو اس تحریک کے بال و پر ہیں اور اُمت کے اکابر جیسے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ بھی اس حدیث کا مصداق انہیں صاحب کی تحریک کو قرار دیتے ہیں۔ اسلام میں پہلا فرقہ خارجی کے نام سے پیدا ہوا اس کا تشخص بھی اس تحریک سے مشخص ہوا مگر جناب نجدی کی فکر برصغیر میں تیرہویں صدی میں داخل ہوئی۔ اس وقت سے اب تک مسلم اُمہ بھی سر پھٹول میں گرفتار ہے۔ کون نہیں جانتا کہ برصغیر کے سب سے بڑے علمی قائد قبلہ المحدثین وکعبہ المفسرین معجزہ رسول ربّ العالمین سیّدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ہیں۔ ان کا وصال ۱۰۵۲ء میں ہوا ان کے مکتوبات میں آخری مکتوب میں آپ نے فرمایا ہے

کہ اب تک اُمت میں بہت سے مسائل میں اختلاف ہوا ہے مگر یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ حضور سرورِ عالمیان ختم دورِ زمان سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت ہمیشہ حاضر و ناظر تسلیم کرتی رہی ہے، مفیض اور نور رساں کا عقیدہ رکھتی رہی ہے۔ برصغیر میں اسلام محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ داخل ہوا مگر تیرہویں صدی تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ ایک رہا اس میں کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ صرف جہانگیر کے زمانہ میں شیعہ عقیدہ داخل ہوا اُس کے بعد ۱۸۲۲ تک تقریباً تین صد سال شیعہ اور سنی عقیدہ کے سوا کوئی دوسرا مکتبۂ فکر پیدا نہ ہوا مگر جب جناب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کی چنگاریاں داخل ہوئیں تو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے جناب محمد اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' علامہ ابن نجدی کی تصنیف ''کتاب التوحید'' کا اُردو ترجمہ کی حیثیت سے دیکھی گئی۔ بس اس وقت سے یہ حدیثِ نجد برصغیر میں بھی زیر بحث آ گئی۔ (مولانا) محمد اسماعیل دہلوی اور جناب سیّد احمد بریلوی کی فوج کو وہابی فوج کہا گیا۔ آج ان حضرات کے مضبوط ترجمان اہل قلم مثلاً علامہ سیّد ابوالحسن علی ندوی، مولانا غلام رسول مہر، اور ''سلسلہ کوثر'' کے مصنف شیخ محمد اکرم صاحب کی تصانیف چاہے جتنا مرضی دفاع کریں وہ اس فوج سے وہابی کا لفظ خارج نہیں کر سکے۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری، سیّد صدیق الحسن بھوپالی جیسے اہلِ قلم نے بھی پورا پورا زورِ بیان صرف فرمایا مگر لفظ وہابی اس گروہ کا مقدر بن گیا۔ اس لفظ سے نفرت عوام میں یوں پھیل گئی کہ ''وہابی'' کو ماں بہن سے بھی بڑی گالی تصور کیا جانے لگا اس وقت اس حدیث شریف کے مصداق طائفہ نے بہت سے پیچ وتاب کھائے اور دو بحثیں چھیڑ دیں۔

پہلی بحث

۱- حدیثِ نجد کا مصداق یہ علاقہ نہیں جس میں جناب محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے ہیں بلکہ اس سے مراد بغداد اور عراق ہیں۔

دوسری بحث

۲- جناب سیّد احمد بریلوی اور جناب محمد اسماعیل دہلوی کے پیروکار وہابی نہیں ہیں۔

بحث کا جواب

اولاً حدیثِ نجد کے مطالب کو اغواء کرنے کی کوشش کی گئی، جغرافیہ میں تبدیل وتغییر کا

کھیل کھیلا گیا بلکہ اس کا مصداق عراق کو قرار دیا گیا کہ عراق کے شہر بغداد میں امام الائمہ کاشف الغمہ سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ افروز ہیں اور بغداد ہی میں غوث الثقلین کریم الطرفین محبوب سبحانی سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قدس سرہ کا دربار گوہر بار اور بارگاہِ بندہ نواز موجود ہے۔ان محرفین کی سازشی ذہنیت یہ تھی کہ حدیث نجد کی تقریریں ادھر منتقل ہو جائیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُمت میں اہلِ قلم جرنیلوں کی ایک فوج ظفر موج پیدا کر دی جس نے اس سازش کا تانا بانا بکھیر دیا اور ثابت کر دیا کہ نجد سے مراد عراق نہیں بلکہ یمامہ اور آج کا ریاض ہے جہاں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے۔

مولانا جلالی صاحب نے بھی اس تحریر میں کاوش فرمائی ہے

لفظ وہابی سے تنگ آ کر حدیث شریف کے مصداق اور اہل نجد سے متعلق دوسری احادیث کریمہ کے معیار پر چار چول چوکس اُترنے والی مخلوق نے برطانیہ کے استعماری حکمرانوں سے مدد طلب کی۔چنانچہ مشہور برطانوی شاتم رسول سر ولیم میسور سے رشتہ جوڑا اور ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر جیسے مصنف سے ساز باز کی اور مشہور وہابی لیڈر ڈپٹی نذیر احمد نے تو انگریزوں کو اولی الامر قرار دیا۔شورش کاشمیری کے بقول پھر مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔مولوی صدیق الحسن بھوپالی کی کتاب ترجمان وہابیہ بھی انگریزی استعمار کا قصیدہ ہے اس سے مفاد حاصل یہ کیا گیا کہ مولوی بٹالوی صاحب نے انگریزوں کی حمایت کو واجب قرار دیا اور اس کے عوض گورنر جنرل سے وہابی جماعت کے لیے اہلحدیث کا نام حاصل کیا۔

(تحریک ختم نبوت-شورش کاشمیری ۱۶، مطبوعہ چٹان پریس لاہور مئی ۱۹۹۴ء)

وہابی اُمت نے یہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد بھی حدیثِ نجد پر بحث جاری رکھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں امرتسر پنجاب سے وہابی فکر کے ترجمان ''اخبار اہلحدیث'' میں یہ بحث چھیڑی گئی۔اس کے جواب میں امرتسر ہی سے حنفی مکتب فکر کے ترجمان ''الفقیہہ'' میں اس کا جواب دیا گیا۔ وہابی فکر کی ترجمانی سردار اہلِ حدیث جناب مولوی ثناء اللہ امرتسری کر رہے تھے اور ''الفقیہہ جس کے سرپرست اعلیٰ قبلہ عالم پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمہ تھے'' میں

فقیہہ اعظم حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی قدس سرہ کے قلم حق رقم نے نجدی بطالت کا جواب رقم فرمایا۔وہ مضامین'' ''دلائل المسائل'' کے نام سے فرید بکسٹال اُردو بازار لاہور سے شائع ہو گئے ہیں۔حضرت فقیہہ اعظم نے بھی حدیثِ نجد کی وہی شرح فرمائی ہے جو عزیز محترم مولانا ظہور احمد جلالی نے کی ہے۔اس زیرِ نظر کتاب میں مولانا جلالی نے ہمہ پہلو بحث کی ہے۔حدیث کی سند، جغرافیہ، تاریخ اور اُمت کا عمل سب کو بڑے مستند حوالوں سے درج کیا گیا ہے، مولانا کا اندازِ تحریر سادہ مگر پُر وقار ہے۔حوالوں کی لائنیں ہیں، حدیث کی جملہ شروح کو اس کتاب کا ماخذ بنایا دیا گیا ہے۔تاریخ کے نادر حوالے دیئے گئے مگر اس کے باوجود مولانا کا انداز خالص تحقیقی ہے فرقہ وارانہ نہیں ہے۔میں مولانا سے سفارش کروں گا کہ حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ جمیل مدظلہ سے اجازت لے کر حضرت فقیہ اعظم محدث کوٹلوی کا یہ مضمون دلائل المسائل سے اس کتاب کے آخر میں درج کر دیا جائے تو

اولاً: مولانا جلالی کے مطالعہ کی تصدیق ایک بڑے ہی جید بزرگ کے افکار سے ہو گی

ثانیاً: بزرگوں کی متبرک تحقیق سے بھی مولانا جلالی کا قاری مستفیض ہو سکے گا۔میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا جلالی کے اس ذوق تحقیق میں برکات کا نزول فرمائے اور ان کے قلم حق رقم سے اُمت اسلام ہمیشہ مستفیض ہوتی رہے۔آمین ثم آمین۔

والسلام

شبیر احمد ہاشمی

۱۵ جمادی الاوّل ۱۴۱۸ھ

تقریظ

شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی اوکاڑی قدس سرہ العزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ o

سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جمیع ما کان وما یکون کا عالم بنایا۔ اس بناء پر نورِ مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں بدء الخلق سے اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ بلکہ دخولِ جنت ونار کی سب خبریں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے بیان فرما دیں جس کی قدرے تفصیلات ان احادیث صحیحہ کے اندر ملتی ہے جنہیں اکابر علماء اہلسنّت نے اپنی کتابوں میں مدلل اور مبرہن طور پر بیان فرمایا ہے وہاں قیامت تک آنے والے ہر فتنہ اور اس کے قائد کا مع علامات کے واضح طور پر ذکر فرمایا۔ ان فتنوں میں سے بدترین فتنہ خوارج بالخصوص ابن عبدالوہاب اور اس کے اتباع کا ہے اور ان حوالہ جات کے مطابق جو شرح حدیثِ نجد میں حضرت فاضل محترم علامہ محقق ظہور احمد جلالی نے اس فتنہ کے بارہ تحریر فرمائے ہیں مسیح دجال کے خروج تک وقفے وقفے سے ان کا خروج ہوتا رہے گا۔

حدیثِ نجد کے شارح فاضل عزیز نے نہایت تفصیل سے حدیثِ نجد کی شرح، نجدیہ کے مظالم، حدیثِ نجد میں نجدیہ کی خیانتیں اور نجدیہ کا مسلمانوں کو مشرک وکافر کہتے ہوئے ان کا قتلِ عام کرنا اور ازمنہ مفصلہ کے بعد کے تمام علماء ومشائخ اور ائمہ دین کی تکفیر وتشریک کر کے تمام مسلمانوں کو مباح الدم قرار دینا اور اس من گھڑت خبیث نظریئے کے پیشِ نظر حجازِ مقدس اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کے ساتھ جنگ ومقاتلہ کر کے حکومت پر قبضہ اور حکومت نجدیہ قائم کرنا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے۔ حضرت علامہ مؤلف نے شرح حدیثِ نجد اور

اس کے ضمن میں نہایت ضروری قیمتی مسائل مدلل بیان فرما کر اُمت مسلمہ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

اگرچہ خارجی نجدیوں کی ابتداءِ خروج سے ہی علماء اہلسنّت نے ان کے رد میں بہت کچھ لکھا ہے تاہم شرح حدیثِ نجد میں مؤلف نے خاص عالمانہ اور محققانہ انداز میں نجدیت کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ اس دور پر فتن میں جب کہ وہابیہ نجدیہ مختلف لباسوں میں وہابیت پھیلا رہے ہیں دلائل سے ان کی علمی سرکوبی بہت بڑی خدمتِ دین ہے۔

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن خبیثوں کے متعلق شر الخلق والخلیقہ فرمایا ہوا ان کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانا اعلیٰ قسم کا قلمی اور علمی جہاد ہے۔ اس فقیر، باوجودیکہ علیل اور ضعیف ہے اپنی دینی اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہا ہے، نے حضرت علامہ موصوف الذکر کی اس دینی تحقیقات کو جستہ جستہ پڑھا اور سنا دل نہایت باغ باغ ہوگیا۔ صمیم قلب سے حضرت علامہ جلالی صاحب کی اس خدمت جلیلہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لیے دُعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ کریم جل شانہ ان کے علم وفضل میں مزید برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ومستفیض ہوں۔ ایں دُعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

استکتبه الفقیر الحقیر خادم العلم الشریف

ابوالفضل غلام علی اوکاڑوی قادری رضوی اشرفی غفرلہ

تاریخ ۸ ذوالحجہ ۱۴۱۹ ہجری

نوٹ:۔ آسمان وعلم فضل کے درخشندہ آفتاب و ماہتاب حضرت شیخ القرآن قدس سرہ صفر المظفر ۱۴۲۱ ہجری/مئی ۲۰۰۰ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اپنے اسلاف کے ساتھ بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ (جلالی عفی عنہ)

کشفِ رازِ نجدیت

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری

خاک منہ میں ترے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر
مِٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

تیرے نزدیک ہوا کذبِ الٰہی ممکن
تجھ پہ شیطان کی پھٹکار یہ ہمت تیری

بلکہ کذاب کیا تونے تو اقرارِ وقوع
اُف رے ناپاک یہاں تک ہے خباثت تیری

علم شیطاں کا ہوا علمِ نبی سے زائد
پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

بزم میلاد ہو کانا کے جنم سے بدتر
ارے اندھے ارے مردود یہ جرأت تیری

علم غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول
کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری

یاد خر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا برا
اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری

اُن کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز
ماری جائے گی ترے منہ پہ عبادت تیری

ہے کبھی بوم کی حلت تو کبھی زاغ حلال
جیفہ خواری کی کہیں جاتی ہے عادت تیری

ہنس کی چال تو کیا آتی گئی اپنی بھی
اجتہادوں ہی سے ظاہر ہے حماقت تیری

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مددے
یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

تیری اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد
اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری

ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں
شرک کا چرک اُگلنے لگی ملت تیری

عبدوہاب کا بیٹا ہوا شیخ نجدی
اس کی تقلید سے ثابت ہے ضلالت تیری

اُسی مشرک کی ہے تصنیف کتاب التوحید
جس کے ہر فقرہ پہ ہے مُہرِ صداقت تیری

ترجمہ اس کا ہوا تقویۃ الایماں نام
جس سے بے نور ہوئی چشمِ بصیرت تیری

واقفِ غیب کا ارشاد سناؤں جس نے
کھول دی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری

زلزلے نجد میں پیدا ہوں فتن برپا ہوں
یعنی ظاہر ہو زمانہ میں شرارت تیری

ہو اسی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا
دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری

سر مُنڈے ہوں گے تو پاجامے گھٹنے ہونگے
سر سے پا تک یہی پوری ہے شباہت تیری

ادّعا ہوگا حدیثوں پہ عمل کرنے کا
نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری

اُن کے اعمال پہ رشک آئے مسلمانوں کو
اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبیعت تیری

لیکن اُترے گا نہ قرآن گلوں سے نیچے
ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری

نکلیں گے دین سے یوں جیسے نشانہ سے تیر
آج اس تیر کی نخچیر ہے سنگیت تیری

اپنی حالت کو حدیثوں سے مطابق کر لے
آپ کھل جائیگی پھر تجھ پہ خباثت تیری

چھوڑ کر ذکر ترا اب ہے خطاب اپنوں سے
کہ ہے مبغوض مجھے دل سے حکایت تیری

مرے پیارے مرے اپنے مرے سنی بھائی
آج کرنی ہے مجھے تجھ سے شکایت تیری

تجھ سے جو کہتا ہوں تو دل سے سن انصاف بھی کر
کرے اللہ کی توفیق حمایت تیری

گر ترے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب
غصہ آئے ابھی کچھ اور ہو حالت تیری

گالیاں دیں انھیں شیطان لعیں کے پیرو
جنکے صدقے میں ہے ہر دولت و نعمت تیری

جو تجھے پیار کریں جو تجھے اپنا فرمائیں
جن کے دل کو کرے بے چین اذیت تیری

جو ترے واسطے تکلیفیں اٹھائیں کیا کیا
اپنے آرام سے پیاری جنھیں صوت تیری

جاگ کر راتیں عبادت میں جنھوں نے کاٹیں
کس لئے اس لئے کٹ جائے مصیبت تیری

حشر کا دن نہیں جس روز کسی کا کوئی
اس قیامت میں جو فرمائیں شفاعت تیری

اُن کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے
شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری

تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ اُن سے
جوش میں آئی جو اس درجہ حرارت تیری

اُن کے دشمن کو اگر تونے نہ سمجھا دشمن
وہ قیامت میں کریں گے نہ رفاقت تیری

اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں
دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری

بلکہ ایمان کی پوچھے تو ہے ایمان یہی
اُن سے عشق اُن کے عدو سے ہو عداوت تیری

اہلِ سنت کا عمل تیری غزل پر ہو حسنؔ
جب میں جانوں کہ ٹھکانے لگی محنت تیری

(غزلیات تمام شد)

حدیثِ نجد

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ سَیِّدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیُّ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا اَزْھَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ ۔

ترجمہ:

اِمام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی وہ ابنِ عون سے اور ابنِ عون نافع سے اور نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا تو فرمایا:

اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ کرام نے عرض کی اور ہمارے نجد میں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہ دُعا کی۔ اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں: مجھے گمان ہے کہ تیسرے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

(اِمام محمد بن اِسماعیل بخاری۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۰۵۰-۱۰۵۱/ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۴۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حدیثِ نجد کی فنی حیثیت:

امیر المؤمنین فی الحدیث اِمام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف کے دو مختلف مقامات پر ایک حدیث شریف روایت کی ہے جسے حدیثِ نجد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس حدیث شریف کے راوی حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ بخاری شریف کی مُسند روایات کے صحیح ہونے میں کسی کا کوئی اِختلاف نہیں ہاں تعلیقات بخاری کے متعلق ائمہ کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اِظہار فرمایا ہے۔ حدیثِ نجد چونکہ متصل اور مُسند ہے لہٰذا بلا شک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے اور روایةً و درایةً صحت کے معیار پر پوری اُترتی ہے۔

حدیثِ نجد کی اہمیت:

حدیثِ نجد محض حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہی نہیں جو بخاری شریف میں دو بار مذکور ہوئی ہے بلکہ یہ پچیس صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی درجنوں احادیث کا خلاصہ ہے جنہیں بطریق محدثین شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے اور بالخصوص ایک خاص الخاص حدیث (جس کے متعلق فقیر کے والد بزرگوار (۱) دامت برکاتہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ایٹم بم ہے) کا اجمالی خاکہ ہے اور وہ ایٹم بم حدیث جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گی مسیلمہ کذاب، حجاج بن یوسف، یزید پلید اور دجال وغیرہ گمراہوں کی نشاندہی کرنے والی احادیث کی طرح ایک خاص شخص کی منافقت وگمراہی کا راز کھولتی ہے۔ جس حدیث کا مصداق اتم ایک متعین کردہ جہت، متعین کردہ خطہ، متعین کردہ قبیلہ اور متعین کردہ علامات کا حامل شخص ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں درج ہوگی۔

۱ آپ ۱۴ اپریل ۲۰۰۳ء ۱۱ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ بروز پیر بوقت ۳ بجے سہ پہر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حدیثِ نجد اِس اِعتبار سے اِنتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اِس کی صداقت کو صدقِ دِل سے تسلیم کرلیا جائے تو آج کے فتنہ پروری وفرقہ پرستی کے دور میں حق آشکارا ہوکر سامنے آجاتا ہے۔ایک دیانتدار حق کے متلاشی کو بہت ساری اُلجھنوں سے نجات مل جاتی ہے' اِس حدیث شریف پر غور کرنے کے بعد صرف اور صرف اِتباعِ حق کا جذبہ درکار ہے اگر یہ جذبہ بیدار ہو جائے تو نجات کا اخروی سامان با آسانی میسر آجاتا ہے۔

حدیثِ نجد:

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ سَیِّدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیُّ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ۔

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ ۔"

ترجمہ:

اِمام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی وہ ابنِ عون سے اور ابنِ عون نافع اور نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا تو فرمایا:

"اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔صحابہ کرام نے عرض کی اور ہمارے نجد میں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہ دُعا کی۔اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں

برکت عطا فرما۔صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مجھے گمان ہے کہ تیسرے موقع پر آپ نے اِرشاد فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہو گا۔

(اِمام محمد بن اسماعیل بخاری۔بخاری شریف جلد۲ ص ۱۰۵۰-۱۰۵۱ بخاری شریف جلد ا ص ۱۴۱ حدیث شریف نمبر ۱۰۳۷ و نمبر ۷۰۹۴)

اِس حدیث شریف کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مسلسل عرض کرنے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خطہ کے لیے خیروبرکت کی دُعا نہیں کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِصرار کے جواب میں یہ پیش گوئی فرمادی کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا تو معلوم ہوتا ہے غیب دان وعالم ماکان ومایکون نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ نبوت کسی بہت بڑے فتنہ کو دیکھ رہی تھی اور شیطان کی مکاری اور ضرب کاری سے پوری طرح آگاہ تھی جس سے اپنی اُمت کو خبردار کرنا ضروری خیال فرمایا۔

لہٰذا زلزلوں اور فتنوں کی آماجگاہ اور شیطان کے سینگ یعنی جماعت کی تحریک کے مرکز کا محل وقوع اور وہاں کے باشندوں کے حالاتِ زندگی اور وہاں سے مختلف ادوار میں اُٹھنے والی تحریکوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

نجد کا محل وقوع

سیّد سلیمان ندوی نجد کے متعلق لکھتے ہیں:

نجد وسط عرب میں ایک سرسبزوشاداب اور بلندوفراز قطعہ ملک ہے' سطح آب سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے اور تین طرف سے بے آب وگیاہ صحراؤں سے محیط ہے اسی لیے وہ اجنبی اثر واقتدار اور بیرونی آمدورفت سے محفوظ ہے اس کے شمال میں صحرائے شام مغرب میں صحرائے حجاز' مشرق میں صحرائے دہنا اور جنوب میں صوبہ یمامہ ہے۔(تاریخ ارض القرآن ص ۶۷ حصہ اوّل)

مُنجد میں ہے نجد اقلیم فی وسط المملکة العربیة السعودیة ۱۳۹۰۰۰۰ کم ۳۵۰۰۰۰ قاعدته الریاض۔

نجد سعودی حکومت کا وسطی صوبہ ہے۔ جو کہ تیرہ لاکھ نوے ہزار مربع کلومیٹر علاقہ پر پھیلا ہوا ہے اور ۳۵ لاکھ افراد کی آبادی پر مشتمل ہے اِس کا مرکز ریاض ہے۔

نجد عضبة صحراوية قلب المملكة العربية السعودية۔

کہ مملکت سعودیہ عربیہ کے قلب میں واقع صحرائی قطعہ نجد ہے۔

(المنجد (حصہ تاریخ) ص ۷۰۶ ج ۲)

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

ربع خالی کے شمال میں یہ مربع نجد کا وسیع صوبہ ہے جس کے مشرق میں صوبہ بحرین مغرب میں صوبہ حجاز اور شمال میں صحرائے شام واقع ہے نجد کے جنوبی و مشرقی حصہ کا نام یمامہ ہے۔

(تاریخ اسلام حصہ اوّل ص ۵۲)

نجد کی وجہ تسمیہ:

سیّد سلیمان ندوی عرب کے صوبوں کی تفصیل اور وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقطاع عرب سے عرب جغرافیہ نویسوں نے عرب کو اس کے حدود طبعی پر منقسم کیا ہے۔ عرب عراق اور عرب شام کو چھوڑ کر حسبِ ذیل پانچ صوبوں پر وہ تقسیم ہے تہامہ، حجاز نجد، یمن اور عروض۔

اِس تقسیم کا اصل معیار جبل السراۃ قرار دیا گیا ہے جو عرب کا سب سے بڑا طویل سلسلہ پہاڑ ہے یہ سلسلہ اِنتہائے شمال یعنی برالشام سے شروع ہو کر اِنتہائے عرب یعنی یمن میں منتھی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں عرب کو مشرقی و مغربی دو طبعی حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ مغربی حصہ مشرقی حصہ سے چھوٹا ہے۔ وہ عرضاً دامن کوہ سے سواحل بحر احمر تک اور طولاً عرب شام کی حدود سے یمن کی حدود تک پھیلتا چلا گیا ہے اس حصہ کا نام حجاز ہے۔ حجاز کا جنوبی حصہ بطرف یمن جو نشیب و پست ہے تہامہ اور غور کہلاتا ہے جس کے معنی پستی کے ہیں۔ مشرقی حصہ عموماً بلند اور فراز ہے اور کوہ سروات سے اُتر کر وسط ملک کو طے کرتا ہوا عراق تک چلا جاتا ہے حصہ مشرقی کا نام نجد ہے جس کے معنی فراز و بلندی کے ہیں۔ تہامہ اور نجد کے درمیانی اور کوہستانی حصہ کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان ایک حاجز (حجاب) اور پردہ ہے۔ عراق

اور جنوبی حدود نجد سے خلیج فارس تک یمامہ، عمان اور بحرین وغیرہ جو قطعہ ملک ہے اس کو عروض (ترچھا) کہتے ہیں کہ وہ ترچھا اور خمدار واقع ہوا ہے حجاز، نجد اور عروض کے بعد جنوبی حصہ میں سواحل بحر احمر سے عمان تک سواحل بحر عرب وہ قطعہ ملک ہے جو اپنے یمن و برکت اور زرخیزی کی بناء پر یمن کے نام سے مشہور ہے۔ (تاریخ ارض القرآن حصہ اوّل ص ۷۶)

اِس اقتباس سے معلوم ہو گیا کہ تہامہ اور غور کو یہ نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ باقی علاقوں کی نسبت پستی میں واقع ہے اور نجد کو نجد اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرے علاقوں کی نسبت بلند ہے۔ سیّد سلیمان ندوی نے اس کی سطح سمندر سے بلندی ۱۲۰۰ میٹر بیان کی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اسی طرح شیخ احمد بن حجر آل بوطامی سلفی شیخ نجدی ابن عبد الوہاب کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور نجد کہتے ہیں زمین کے اس حصے کو جو سطح زمین سے بلند ہو پست و نشیبی زمینوں کے برخلاف۔ (شیخ احمد بن حجر قاضی قطر...... حیات بن عبد الوہاب ص ۱۱۰)

معروف جغرافیہ دان علامہ یاقوت حموی اپنی مشہور زمانہ کتاب معجم البلدان میں نجد کے متعلق لکھتے ہیں:

قال وكل ما ارتفع عن تهامة فهو نجد فهي ترعى بنجد و تشرب بتهامة وقال الاصمعي سمعت الاعراب تقول اذا خلفت عجلزا مصعدا وقد انجدت وعجلز فوق القريتين قال وما ارتفع عن بطن الرمة والرمة واد معلوم ذكر في موضعه فهو نجد الى ثنا ياذات عرق۔

قال وسمعت الباهلي يقول كل ماوراء الخندق الذى خندقه كسرى وقد ذكر في موضعه فهو نجدالى ان نميل الى الحرة فاذا ملت اليها فانت بالحجاز وقيل نجد اذا جاوزت عذيبا الى ان تجاوز فيد وما يليها وقيل نجد اسم الارض العريضة التى اعلاها

تهامة واليمن واسفلها العراق والشام۔

قال السكری حد نجد ذات عرق من ناحية الحجاز كما تدور الجبال معها الى جبال المدينة و ماور اء ذات عرق من الجبال الى تهامة فهو حجاز فاذا انقطعت الجبال من نحو تهامة فما وراء ها الى البحر فهو الغور والغور والتهامة واحد۔

ويقال ان نجدا كلها من عمل اليمامة وقال عمارة بن عقيل ما سال من ذات عرق مقبلا فهو نجد الى ان تقطعه العراق۔

(اصمعی) کہتے ہیں کہ تہامہ سے بلندی پر واقع سرزمین کا نام نجد ہے محاورہ ہے کہ اونٹنی نجد میں چرتی ہے اور تہامہ میں سیراب ہوتی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں میں نے اعرابیوں سے یہ سنا ہے کہ جب تم بلندی کی طرف جاتے ہوئے عجلز کو پیچھے چھوڑ جاؤ تو تم نجد میں داخل ہو چکے ہو عجلز قریتین سے اوپر ہے مزید کہا بطن وادی رمہ سے بلندی پر واقع علاقہ کا نام نجد ہے اور یہ ذات عرق کی گھاٹیوں تک جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے باھلی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسریٰ کو کھودی ہوئی خندق (جس کا ذکر دوسرے مقام پر ہو چکا ہے) سے اوپر والا علاقہ نجد ہے یہاں تک کہ وہ حرہ تک پہنچتا ہے جب تم حرہ میں پہنچ جاؤ تو حجاز میں داخل ہو چکے ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ عذیب کو عبور کر لو تو نجد آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فید اور اس کے مضافات کو طے کر لو۔

ایک قول یہ ہے کہ نجد اس عریض (ترچھی) جگہ کا نام ہے جس کی بلندی کی طرف تہامہ اور یمن ہے اور پستی کی طرف عراق و شام ہیں۔

سکری کہتے ہیں کہ حجاز کی طرف ذات عرق سے پہاڑوں کا شروع ہونے والا سلسلہ نجد کی حد ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ پھرتا ہوا کوہائے مدینہ طیبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ذات عرق کے پہاڑوں سے اس طرف تہامہ تک کا علاقہ حجاز ہے۔

جب تم تہامہ کی جہت میں واقع پہاڑوں کو طے کر لو تو اس سے آگے سمندر تک کا علاقہ غور

ہے اور غور اور تہامہ ایک ہی چیز ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سارے کا سارا نجد یمامہ کا ماتحت ہے۔ عمارہ بن عقیل کہتے ہیں ذاتِ عرق سے آگے بڑھو تو وہ نجد ہے یہاں تک کہ اسے عراق قطع کرتا ہے۔ (وہ عراق تک جا کر ختم ہوتا ہے)۔ (علامہ یاقوت حموی۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۲۶۲)

اِس طویل اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱- مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب عجلز کو عبور کرنے سے بالائی علاقہ شروع ہو جاتا ہے جو نجد کی مغربی حد ہے۔

۲- دوسرے عرب علاقوں کی نسبت نجد کی بلندی زیادہ ہے۔

۳- (اس کے شمال میں عراق ہے) جو اس کے نشیبی علاقہ کی طرف واقع ہے۔

۴- نجد کی شمالی حد عراق پر جا کر منتہی ہوتی ہے۔

۵- نجد کے بالائی علاقہ کی طرف (وہ جانب جنوب ہے) یمن واقع ہے۔

۶- نجد کے متعلق مختلف اقوال کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ حجاز، عراق، شام، یمن اور تہامہ کے وسط میں واقع علاقہ کا نام نجد ہے۔

اٹلس آف اسلامک ہسٹری کا دیا ہوا نقشہ صفحہ ۲۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں ساری صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔

لطیفہ:

اس اقتباس میں آخری قول یہ ہے:

قَالَ عَمَارَةُ بْنُ عَقِيْلٍ مَا سَالَ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ مُقْبَلًا فَهُوَ نَجْدٌ اِلٰى اَنْ يَّقْطَعَهُ الْعِرَاقُ۔

ذاتِ عرق سے آگے بڑھیں تو وہ نجد کا علاقہ ہے یہاں تک کہ اسے عراق قطع کرتا ہے۔

اس واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ نجد کی حد عراق کی حد پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

پروفیسر مرزا زاہد حسین سومناتی صاحب آف میرپور کے قلمی معاون جناب سردار محمد اعظم

صاحب جن کے نام کے ساتھ فاضل ریاض یونیورسٹی بھی لکھا جاتا ہے، سے فقیر کی گفتگو ہوئی تو وہ سومناتی صاحب کی اس بات کہ ''نجد سے مراد عراق ہے'' کی تائید میں مذکورہ عبارت سے استدلال فرمانے لگے۔ لیکن یہ محض اندھے تعصب کا نتیجہ ہے ورنہ اس عبارت میں ''الیٰ اَنْ یقطعه العراق کے الفاظ ہیں کہ نجد کو عراق قطع کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ الی انتہائے غایت کے لیے ہے کہ علاقہ نجد کی غایت اور انتہا عراق تک ہے اس سے آگے عراق کا علاقہ ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا اِرشاد:

محدث جلیل محقق نبیل حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

والنجد ما ارتفع من الارض وهو اسم خاص لما دون الحجاز على ما فى النهاية وقال ابن الملك هو خلاف الغور من بلاد العرب۔

نجد یعنی بلند زمین وہ حجاز کے علاوہ ایک خاص علاقہ کا نام ہے جیسا کہ نھایہ میں ہے۔

ابن الملک فرماتے ہیں غور یعنی نشیبی علاقوں کے علاوہ عرب کے شہروں کو نجد کہتے ہیں۔

(ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقات ۲۵۴/ ج ۱۱)

اسی طرح بخاری شریف کے بین السطور کرمانی شریف شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے:

كل ما ارتفع من تهامة الى العراق فهو نجد۔

تہامہ سے ارض عراق تک سارا بلند وفراز علاقہ نجد ہے۔ (بخاری شریف بین السطور ۱۱/ ج ۱)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قوله من اهل نجد بفتح النون و سكون الجيم قال الجوهرى نجد من بلاد العرب و كل ما ارتفع من تهامة الى ارض العراق فهو نجد وهو مذكر قلت النجد الناحية التى بين الحجاز

والعراق ويقال ما بين العراق وبين وجرة وغمرة الطائف نجد ويقال هو ما بين جرش وسواد الكوفة وحده من الغرب الحجاز وفى العباب نجد من بلاد العرب خلاف الغور وهو تهامة وكل ماارتفع من تهامة الى ارض العراق فهو نجد وهو فى الاصل ما ارتفع من الارض والجمع نجاد و نجود وانجد۔

نجد نون کے فتحہ اور جیم ساکن کے ساتھ جوہری فرماتے ہیں۔ نجد عرب کا ایک علاقہ ہے اور تہامہ سے لے کر ارض عراق تک کا علاقہ نجد ہے اور یہ لفظ مذکر ہے۔

امام عینی فرماتے ہیں نجد وہ علاقہ ہے جو حجاز اور عراق کے درمیان واقع ہے۔

بعض کہتے ہیں عراق اور وجرہ اور غمرۃ الطائف کے درمیان والا علاقہ نجد ہے۔

بعض نے یوں کہا ہے کہ جرش اور صحراء کوفہ کے درمیان نجد ہے اور مغرب میں اس کی حد حجاز تک ہے۔

عباب میں لکھا ہے کہ غور یعنی تہامہ کے برخلاف عرب کا وہ سارا بلند علاقہ جو تہامہ سے ارض عراق تک ہے نجد ہے۔

نجد اصل میں بلند زمین کو کہتے ہیں اس کی جمع نجاد نجود اور انجد ہے۔

(امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۲۶۶/ ج ۱)

اِن حوالہ جات سے معلوم ہوگیا کہ نجد ایک مخصوص علاقہ کا نام ہے اور اس کی حد بندی اس طرح کی گئی ہے کہ اِس کے ایک طرف یمن دوسری طرف عراق وشام اور مغرب کی طرف حجاز واقع ہے اور نجد کو نجد کہنے کی وجہ اس کی بلندی ہے۔ بخلاف عراق کے کہ اسے عراق کہنے کی وجہ سطح سمندر کے قریب اور دوسرے علاقوں کی نسبت گہرائی میں ہونا ہے۔ جیسا کہ آگے مفصل بیان ہوگا۔

اس کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ خطہ عرب کا نقشہ پیش کیا جائے تا کہ مذکورہ حوالہ جات کی تائید وتاکید ہوجائے تو چنانچہ اٹلس آف اِسلامک ہسٹری ص ۳۳ پر یہ نقشہ موجود ہے۔ کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۰۴ پر اس نقشہ کا عکس ملاحظہ ہو۔

فقیر راقم الحروف نے متعدد اٹلس دیکھے ہیں۔ وہ سب مذکورہ نقشہ کے مطابق ہیں اور تسلی

کے لیے سعودی حکومت کا مطبوعہ نقشہ اس کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۱۱۲ کے بعد شامل کردہ نقشہ۔

عراق کا علاقہ اور وجہ تسمیہ

عراق کے متعلق معروف جغرافیہ دان علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاما العراق المشهور فهى بلاد والعراقان الكوفة والبصرة سميت بذالك من عراق القربة وهو الخرز المثنى الذى فى اسفلها

قال ابو القاسم الزجاجى قال ابن الاعرابى سمى عراقا لا نه سفل من نجد و دنامن البحر اخذ من عراق القربة هو الخرز الذى فى اسفلها۔

"لیکن مشہور عراق وہ کئی شہروں پر مشتمل ہے۔ عراقان بول کر کوفہ اور بصرہ مراد لیتے ہیں۔ عراق کو عراق اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عراق القربۃ سے ماخوذ ہے' مشکیزے کا نیچے والا سوراخ خرز جسے دوہرا کیا جاتا ہے (کہ عرب کی سرزمین کی نسبت گہرائی میں واقع ہے۔ اور سطح سمندر کے قریب ہے"۔)

"ابوالقاسم زجاجی فرماتے ہیں کہ ابنِ اعرابی نے فرمایا کہ عراق کو عراق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نجد کی نسبت پست ونشیب علاقہ ہے اور سمندر کے قریب ہے یہ عراق القربہ سے ماخوذ ہے یعنی مشکیزے کا نیچے والا سوراخ"۔

(علامہ یاقوت حموی معجم البلدان ص ۹۳)

نجد کا اطلاق عراق پر کیسا ہے؟

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق کو عراق کہنے کی وجہ سے سمندر کا قرب اور نشیبی علاقہ ہونا ہے۔ اور نجد کو نجد کہنے کی وجہ اس کی سطح سمندر سے اونچائی اور علاقہ کی بلندی ہے تو یہ دونوں باہم متضاد حیثیتوں کے حامل ہیں' لہٰذا نجد بول کر اگر اس کا علمی معنی نہ بھی لیا جائے تو پھر بھی عراق کو نجد نہیں کہہ سکتے کیونکہ نشیبی علاقہ کو بلندی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ بعینہ اسی طرح ہے کہ ٹیلہ بول کر کنواں مراد لے لیں۔ یا خرد کا نام جنوں رکھ دیں یا گر بہائے مساکین (تبلیغی

جماعت والے) اپنے کسی ساتھی کو خلافِ شرع کام کرتے دیکھ کر ارے اللہ کے ولی یہ کیا.....؟ کہہ لیں۔

عراق کے نشیبی علاقہ ہونے پر مزید دلیل ملاحظہ ہو۔ اِمام ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمہ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ (اہلِ نجد کا میقات قرن المنازل ہے) (بخاری شریف ص ۲۰۶/ج ۱) کی شرح میں فرماتے ہیں:

امانجد فهو كل مكان مرتفع وهو اسم لعشرة مواضع والمراد منها هنا التى اعلاها تهامة واليمن واسفلها الشام والعراق۔

لیکن نجد ہر بلند جگہ کو کہتے ہیں یہ دس مقامات کا نام ہے (جن کی تفصیل اس کتاب میں اپنے مقام پر ذکر ہوگی۔ جلالی) یہاں نجد سے مراد وہ نجد ہے جس کی بلند سطح کی طرف تہامہ اور یمن ہے اور پست ونشیبی سطح کی طرف عراق وشام واقع ہے۔

(فتح الباری ص ۳۷۵.....ج ۳)

اِس اقتباس سے بھی واضح ہوگیا ہے کہ عراق نجد کی نسبت گہرائی میں واقع ہے اور نجد کی وجہ تسمیہ اس کی بلندی ہے تو جو گہرائی میں واقع ہوا سے نجد کے نام سے کیونکر یاد کیا جاسکتا ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَار

اِمام ابن حجر علیہ الرحمہ اسی حدیث کی شرح میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

فان لا هل اليمن اذا قصد وامكة طريقان احداهما طريق اهل الجبال وهم يصلون الى قرن اويحاذونه فهو ميقاتهم كما هو ميقات اهل المشرق۔

"یمن والوں کے لیے مکہ مکرمہ آنے کے دوراستے ہیں ایک راستہ پہاڑی لوگوں کا ہے وہ قرن یا اس کے محاذی مقام سے ہو کر مکہ شریف آتے ہیں یہی ان کا میقات ہے جیسا کہ یہ مشرق والوں کا میقات ہے"۔

(فتح الباری شریف ص ۳۸۲/ج ۳)

اس میں کما ہو میقات اہل المشرق کے الفاظ قابلِ غور ہیں اِس سے واضح ہوگیا کہ

قرن مکہ شریف سے مشرق والوں کا میقات ہے اور مشرق میں نجد ہے۔

عراق چونکہ مشرق میں واقع نہیں ہے اس لیے اس کا میقات بھی الگ ہے اور وہ ذاتِ عرق ہے اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لما فتح هذان المصران اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طریقنا وانا ان اردنا قرناشق علینا قال فانظروا حذوها من طریقکم فحدلهم ذات عرق۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب وہ علاقے فتح ہوئے جہاں یہ دو شہر (بصرہ کوفہ) واقع ہیں تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ نجد کے لیے قرن کو میقات قرار دیا ہے اور وہ ہمارے (اہلِ عراق کے) راستہ سے ایک طرف ہے اور اگر ہم قرن جانے کا ارادہ کریں تو ہمارے لیے مشقت بن جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے (اہلِ عراق کے) راستہ پر قرن کے بالمقابل میقات مقرر کرلو تو حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ذاتِ عرق کو میقات قرار دیا۔ (کتاب الحج بخاری شریف ج ا ص ۲۰۷)

اس کی شرح میں علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بینهما وبین مکة مرحلتان والمسافة اثنان واربعون میلا وهو الحد الفاصل بین نجد وتهامة۔

ذاتِ عرق اور مکہ مکرمہ میں دو مرحلوں کی دوری ہے اور بیالیس میل کی مسافت ہے اور ذاتِ عرق نجد اور تہامہ کے درمیان حد فاصل ہے۔ (فتح الباری ۳۸۹/ ج ۳)

اس حدیث شریف اور اس کی شرح سے معلوم ہو گیا کہ اہلِ مشرق یعنی نجد کا راستہ جدا ہے اور اہلِ عراق کا جدا۔ اس قدر فرق کے ہوتے ہوئے کوئی صاحبِ علم قطعاً یہ نہیں کہہ سکے گا کہ

نجد سے مراد عراق ہے۔ نجد نجد ہے اور عراق عراق ہے اور نجد کی شمالی سرحد عراق کے ساتھ ملتی ہے ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۲ ص ۱۲۹

اب تک کی مفصل گفتگو سے نجد کا محل وقوع واضح ہو گیا اب دیکھنا یہ ہے کہ نجد کے اہم مقامات کون سے ہیں اور وہاں کون سے قبائل آباد ہیں۔

نجدی باشندے:

اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کا حوالہ دینا مناسب سمجھتے ہیں چونکہ مودودی صاحب نے قرآنِ پاک کی تفسیر میں قرآن وحدیث سے دلیل اخذ کرنے کی بجائے تاریخ وجغرافیہ اور یہود ونصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں کو اوّلیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں بھی متعدد فحش غلطیاں اور قرآن وحدیث، اجماع امت اور عقل کے برخلاف من پسند تفسیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جگہ جگہ صریح احادیث اور اجماع مفسرین کے خلاف بات لکھنے میں بڑی دلیری کا مظاہرہ فرماتے ہیں:

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبداللہ بن مسعود اکیڈمی اسلام گڑھ میر پور کی مطبوعہ کتاب ''محدث ازم کے کمالات''۔

اُستاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد انور نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۹۸۹ء مدفون دولت نگر ضلع گجرات جو کہ جید عالم بھی تھے اور عابد شب زندہ دار اور عارف ربانی بھی، سے پوچھا گیا کہ حضرت! تفہیم القرآن کیسی ہے؟

حضرت اُستاذ العلماء نے ارشاد فرمایا کہ جغرافیہ اچھا بیان کیا ہے۔

جس آدمی میں جو خوبی ہو اس کا اعتراف کرنا اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے اس لیے ہمیں تفہیم القرآن کی جغرافیائی حیثیت کا اعتراف ہے اور ان کے دیئے ہوئے نقشے کو ہم پہلے پیش کر رہے ہیں نقشہ کا عکس ص ۲۵۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تفہیم القرآن کے نقشہ کے مطابق مدینہ طیبہ کے مشرق قریب میں معونہ، بنوسعد، بنوغطفان، بنواسد، مرہ، بنوسلیم کے قبائل دکھائے گئے ہیں، مدینہ طیبہ کے عین مشرق بعید میں بنوتمیم کا علاقہ ظاہر کیا گیا ہے اور بنوتمیم کے شمال میں بنوعامر اور جنوب میں بنوحنیفہ کا علاقہ بتایا گیا

ہے۔(تفہیم القرآن جلد۴ ص ۵۷)

نقشہ پر یہ بھی مرقوم ہے ''عہد نبوی میں قبائل عرب کے علاقے'' اسی طرح چوتھی صدی کے مشہور مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین بن المسعودی نے تاریخ مسعودی میں جو نقشہ دیا ہے اس میں بھی مدینہ طیبہ کے مشرق میں بنوتمیم کا علاقہ واضح نظر آرہا ہے اور نقشہ میں نجد بھی عیاں ہو رہا ہے۔ کسی بھی ایجنسی کا دیا ہوا نقشہ سامنے رکھ کر دیکھو تمہیں مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں سعودی دارالحکومت الریاض نظر آئے گا اس کو ملاحظہ کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

الدرعیہ (یا الدرعیہ) نجد میں ایک نخلستان جو سعودی عرب کے دارالحکومت الریاض سے ۲۰ کلومیٹر شمال مغرب میں واقع ہے اور ۱۲۳۲ ہجری / ۱۸۱۸ء تک آل سعود کا صدر مقام رہا حنیفہ نام کی ایک ندی اس کے بالائی حصے میں گزر کر جنوب مشرق کی طرف بہتی ہے اور پھر بڑی آبادیوں سے گزرتی ہوئی مشرق کی جانب مڑ جاتی ہے۔ اس کے اوپر کی طرف العلب اور العودہ کی آبادیاں کھجور کے درختوں کے درمیان واقع ہیں۔ اس سے نیچے حنیفہ کی معاون ندی البلیدہ کے بالمقابل غصیبہ ہے جو اب بالکل ویران ہے۔ حنیفہ جہاں مشرقی جانب مڑتی ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ آبادیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے انہیں میں البجیر ی ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور آل سعود کا وطن ہے۔ جس مقام پر شیخ عبادت کرتے تھے وہاں اب ایک مسجد ہے اور اس کے قریب ان کی قبر ہے۔

(دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۲۲ ص ۲۵۶-۲۵۷)

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب تمیمی کا مسکن، عبادت گاہ اور مسجد کے پاس قبر (جسے وہ ساری زندگی شرک و بدعت کا نام دیتے رہے) یہ الریاض کے قریب ہے جو کہ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع ہے۔

شیخ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

نقول بلاد نجد هي الواقعة شرقي بلادی الحجاز وهي اسمان نجد الحجاز ونجد العارض وقد خرج منها القرامطة ومسيلمة

الكذاب والوهابيون وعاصمتها مدينة الرياض۔

ہم کہتے ہیں کہ حجاز کے شہروں کے دونوں مشرقوں (شمالی وجنوبی) میں نجد کے شہر واقع ہیں اس کے دو نام ہیں، نجد الحجاز اور نجد العارض یہیں سے قرامطیہ، مسیلمۃ کذاب اور وہابی نکلے ہیں اور اس کا دارالحکومت ریاض شہر ہے۔

(محمد فرید وجدی دائرۃ معارف القرآن العشرین جلد ۱۰ ص ۵۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اٹلس آف اسلامک ہسٹری پر سعودی عرب کا جو نقشہ دکھایا گیا ہے اس میں بھی مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں تحریک وہابیہ کا مرکز ظاہر کیا گیا ہے یہ نقشہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۰۴ پر موجود ہے۔

خلاصہ کلام

گزشتہ صفحات پر ہم نے جو بات ثابت کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نجد ایک مخصوص خطے کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے اور بنوتمیم، بنوحنیفہ اور دیگر قبیلے اس میں آباد ہیں۔ بالخصوص بنوتمیم کا علاقہ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔ جس حدیث شریف میں شیطان کے دو سینگوں کا ذکر ہے (جیسا کہ یہ حدیث آئندہ صفحات پر مذکور ہے) اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی الرحمہ فرماتے ہیں:

هو في جهة المشرق حيث هو مسكن هاتين القبيلتين ربيعة ومضر۔

(قبیلہ ربیعہ ومضر میں جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے) وہ (مدینہ طیبہ سے) مشرق کی طرف واقع ہے جہاں ان دونوں قبیلوں ''ربیعہ ومضر'' کا مسکن ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۱۹۲/ ج ۱۵)

عمر رضا کحالہ "معجم قبائل العرب القديمة والحديثة" میں بنوتمیم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنوتمیم کی شاخوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے۔

يمكن القول ان الموجود في نجد من بني. تميم يمكن حصره في ثلاثة بطون وهي اولا بطن حنظلة بن مالك بن زيد مناة بني

تميم (الى) فمن بنى حنظلة الوهبة وهم بيت الشيخ محمدبن عبد الوهاب فى الرياض۔

یوں کہنا ممکن ہے کہ نجد میں موجود بنوتمیم کا تین بطون میں حصر کرنا ممکن ہے۔

پہلا بطن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کا ہے۔ بنوحنظلہ کی ایک شاخ وھبہ ہے یہ ریاض میں آباد محمد بن عبدالوہاب کا خاندان (بیت) ہے۔

(عمر رضا: معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ ۱۲۵/ج۱)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنوتمیم کے علاقہ کی نشاندہی:

قبیلہ بنوتمیم جو ہمارے اس مقالہ کا مرکزی موضوع ہے، قبیلہ مضر کی ایک شاخ ہے اور قبیلہ مضر کی اہم شاخیں بنوتمیم سمیت نجد میں آباد ہیں اور مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں (جیسا کہ تفہیم القرآن کے نقشہ درج شدہ ص بعد ۲۵۱ سے واضح ہے) واقع ہیں۔ نقشہ پر ایک نظر پھر دیکھیں کہ مدینہ طیبہ سے عین مشرق عرض بلد ۲۵ اور طول بلد ۵۰ پر بحرین کا علاقہ ہے اور بحرین میں آباد بنوقیس کا ایک وفد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ کتب حدیث وسیر میں یہ واقعہ بالتفصیل موجود ہے۔

واقعہ چونکہ بہت وجد آفرین اور اہلِ ایمان کے لیے باعث ذوق ومحبت افزاء ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم وبصیرت اور اہلِ حق کے عقیدہ صحیحہ اور علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بُرہان قاطع ہے۔ اس لیے ہم ذرا وضاحت سے نقل کر رہے ہیں۔

اِمام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

وفد عبدالقیس کے چودہ سوار قبائل عبدالقیس کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے رئیس حضرت اَشج عصری تھے۔ اور دیگر افراد میں حضرت مزیدہ بن مالک محاربی، عبیدہ بن ہمام محاربی، صحار بن عباس مری عصری، عمرو بن محروم، حارث بن شعیب عصری اور حارث بن جندب عائشی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے۔

ان کے حاضر خدمت ہونے کا سبب یہ بنا کہ حضرت منقذ بن حبان جو کہ بنی غنم بن ودیعہ سے تعلق رکھتے تھے، زمانہ جاہلیت میں تجارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوتے رہتے تھے وہ ہجرتِ

نبوی کے بعد ہجر سے لحاف اور کھجوریں لے کر یہاں پہنچے ایک مقام پر وہ بیٹھے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

منقذبن حبان كيف جميع هيئتك وقومك۔

کیا منقذ بن حبان ہے؟ تمہارا اور تمہاری قوم کا سب کا حال کیسا ہے؟ یا مجموعی حال کیسا ہے؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے اشراف کے ایک ایک آدمی کا نام لے کر حال دریافت فرمایا: تو حضرت منقذ مسلمان ہوگئے آپ نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقرء یاد کرلیں۔ پھر وہ اپنے علاقہ ہجر میں واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد القیس کی ایک جماعت کی طرف مکتوبِ گرامی لکھ دیا، وہ اسے لے کر چلے گئے اور کئی روز تک اسے چھپائے رکھا ان کی بیوی منذر بن عائذ بن حارث (جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے میں ایک نشان کی بناء پر اَشج رکھا تھا) کی بیٹی تھی اسے پتہ چلا کہ منقذ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے ہیں۔ اس نے اِنکار کیا اور اپنے والد کو جا کر بتایا کہ جب سے یہ یثرب (مدینہ طیبہ) سے آئے ہیں ان کا عجیب معاملہ ہے، اپنے اطراف کو دھوتے ہیں (وضو کرتے ہیں) ایک جہت (قبلہ شریف) کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے رہتے ہیں پھر جھک جاتے ہیں (رکوع کرتے ہیں) پھر پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں (سجدہ کرتے ہیں) جب سے یہ یثرب سے لوٹے ہیں یہی اِن کا طریقہ بنا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت منقذ رضی اللہ عنہ کی منذر (اَشج) سے ملاقات ہوئی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو حضرت منذر کے دِل میں اِسلام کی محبت گھر کرگئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس گئے، انہیں پڑھ کر سنایا، ان کے دِلوں میں بھی اسلام کی محبت پیدا ہوگئی تو انہوں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کا پروگرام بنایا تو وہاں سے ایک وفد تیار ہو کر روانہ ہوا، جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتاكم وفد عبد القيس خير اهل مشرق وفيهم الاشج العصرى غير ناكثين ولا مبدلين ولا مرتابين اذلم يسلم قوم حتّٰى وتروا۔

کہ اہلِ مشرق میں سے افضل عبدالقیس کا وفد تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ ان میں اَشج عصری بھی ہیں وہ عہد توڑنے یا تبدیل کرنے والے نہیں اور نہ ہی وہ شک کرنے والے ہیں، کیونکہ قوم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی یہاں تک کہ وہ ان سے تنہا ہو گئے ہیں۔ (شرح مسلم شریف ص ۳۳ ج۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام علیہم رضوان سے گفتگو فرما رہے تھے تو فرمایا:

سیطلع لکم من هذا الوجه رکب هم خیر اهل المشرق فقام عمر فلقی ثلاثة عشرر اکبافر حب وقرب۔

ابھی تمہارے پاس سواروں کی ایک جماعت پہنچنے والی ہے اور وہ مشرق والوں میں سے افضل لوگ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لیے اُٹھے تو انہیں تیرہ سوار ملے انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر کر دیا۔ (فتح الباری ص ۱۳۱/ ج۱)

اس پسِ منظر کے بعد بخاری شریف کی حدیث درج کی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وفد عبدالقیس بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کون سا وفد یا فرمایا کونسی قوم ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا 'ربیعہ' (بن نزار بن معد بن عدنان) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس قوم یا وفد کو خوش آمدید' کسی قسم کی رُسوائی اور شرمندگی کے بغیر آنا ہوا۔ اُنہوں نے عرض کیا:

یا رسول الله انا لا نستطیع اَن ناتیك الا فی الشهر الحرام بیننا وبینك هذا الحی من كفار مضر۔

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم صرف حرمت والے مہینوں میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ مضر قبیلہ کے کفار حائل ہیں۔ (بخاری شریف ص ۱۳ ج۱/ اور دیگر مقامات متعددہ)

اِس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فیه دلیل علی تقدم اِسلام عبد القیس علی قبائل مضر الذین کانوا بینهم وبین المدینة وکانت مساکن عبد القیس بالبحرین وما والاها من اطراف العراق۔

اس میں دلیل ہے قبیلہ عبدالقیس قبائل مضر سے پہلے مسلمان ہوا اور مضر قبیلہ عبد القیس اور مدینہ طیبہ کے درمیان آباد تھا اور عبدالقیس کا علاقہ بحرین اور عراق کی اطراف سے اس کے ساتھ ملنے والے علاقے تھے۔ (فتح الباری ص ۱۳۲/ ج۱)

مضر کی ایک اہم شاخ:

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مضر میم پر ضمہ اور ضاد پر فتح کے ساتھ غیر منصرف ہے۔ وہ مضر بن نزار ابن معد بن عدنان ہے۔ اسے الحمراء اور اس کے بھائی کو ربیعہ الفرس کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے جب وراثت تقسیم کی تو مضر کو سونا اور اس کے بھائی ربیعہ کو گھوڑے ملے۔

وکفار مضر کانوا بین ربیعة والمدینة ولا یمکنهم الوصول الی المدینة الا علیهم۔

ربیعہ (عبدالقیس) اور مدینہ طیبہ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر آباد تھا اور ربیعہ کے لوگوں کو مدینہ طیبہ آتے وقت مضر سے گزر کر آنا ہوتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰۵)

اِن عبارات سے واضح ہو گیا کہ قبیلہ ربیعہ (عبدالقیس) مدینہ طیبہ سے عین مشرق بحرین میں واقع تھا (نیز نقشہ ملاحظہ ہو بر صفحہ نمبر بعد ۱۱۲) اور انہیں مدینہ طیبہ آتے وقت قبیلہ مضر سے گزر کر آنا ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ قبیلہ مضر مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع ہے۔

اب یہ حقیقت بھی جان لینی چاہیے کہ بنو تمیم قبیلہ مضر ہی کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ چنانچہ علامہ امام بدرالدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: هی قبیلة کبیرة فی مضر تنسب الی تمیم بن مر بن ادبن طابخة بن الیاس بن مضر بنو ترجمہ: تمیم مضر کا بہت بڑا قبیلہ ہے اور یہ تمیم بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر کے طرف منسوب ہے۔

(عمدۃ القاری ص ۱۰۴/ ج ۱۳ فتح الباری ص ۸۳/ ج ۸)

چنانچہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں (ملاحظہ ہو نقشہ بر صفحہ ۲۵) اور دیگر جغرافیہ دان و مؤرخین حضرات نے مدینہ طیبہ کے مشرق میں جو بنو تمیم کا علاقہ بتایا ہے وہ بالکل درست ہے کیونکہ یہ حدیث شریف اس کی تائید کر رہی ہے۔

ان سب سے بڑھ کر مطلع قرن الشیطان کے تعین کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ مضر کا نام لے کر اس میں پیدا ہونے والی قباحت کو بیان فرمایا اور ان کے علاقہ کو شیطان کے سینگ نکلنے کی جگہ بھی قرار دیا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیدہ نحوالیمن فقال الایمان یمان الا ان الفتنة وغلظة القلوب فی الفدادین عند اصول اذناب الابل حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعة و مضر۔

(مسلم شریف ص ۵۲ ج ۱، بخاری شریف ص ۴۶۶ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ایمان یمنی ہے اور آگاہ ہو جاؤ فتنہ اور سخت دلی اونٹوں کی دموں کے قریب چلانے والوں مضر و ربیعہ میں ہے جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

اس حدیث شریف میں واضح طور پر موجود ہے کہ فتنہ قبیلہ ربیعہ اور مضر میں ہے۔ اور انہیں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ قبیلہ عنزہ اور بنو حنیفہ کا تعلق ربیعہ سے ہے اور بنو تمیم کا مضر سے۔

علاقہ بنو تمیم کے تعین پر دوسری حدیث

اس بات پر ہم مزید ایک حدیث شریف نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں صوبہ نجد کا وہ علاقہ ہے جہاں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبیلہ بنو تمیم آباد تھا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں علاء بن حضرمی کی شکایت لے کر

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ رہا تھا کہ ربذہ کے مقام پر مجھے بنی تمیم کی ایک بڑھیا مل گئی جو کہ قافلہ سے کٹ چکی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگی کہ اے اللہ کے بندے! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی حاجت پیش کرنا ہے کیا آپ مجھے وہاں پہنچا سکتے ہیں؟ تو حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے سواری پر بٹھا لیا۔ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسجد نبوی شریف لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور سیاہ پرچم لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر کسی طرف روانہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت حارث فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر (منزل یا گھر کا ذکر کیا) تشریف لے گئے میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو اجازت مل گئی۔

فسلمت فقال ھل کان بینکم وبین تمیم شیٔ

تو میں نے سلام عرض کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تمہارے اور بنو تمیم کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔ میں نے عرض کیا "ہاں" ہمارا ان پر دائرہ (بدلہ لینا) ہے۔ میں بنی تمیم کی ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرا جو قافلے سے پیچھے رہ گئی تھی تو اس نے آپ تک پہنچانے کی درخواست کی تھی۔ وہ دروازے پر حاضر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دی تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ! ان رایت ان تجعل بیننا و بین تمیم حاجزا فاجعل الدھناء فحمیت المراۃ الخ۔

یا رسول اللہ اگر آپ ہمارے اور بنو تمیم کے درمیان کوئی حد بندی فرمانا چاہتے ہیں تو وادی دھناء کو حد مقرر فرمائیں تو وہ بوڑھی عورت گرم ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۹۱/ ج ۴)

حدیث شریف کا بقیہ حصہ بڑا دلچسپ ہے مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ قبیلہ بنو تمیم نجد کی مشہور و معروف وادی دھناء کے آس

پاس آباد تھا نقشہ ملاحظہ ہو آپ کو وادی دھناء نجد میں شمالاً جنوباً بہتی نظر آئے گی۔

معجم البلدان میں لکھا ہے:

قال ابو منصور الدهناء من ديار بني تميم معروفة۔

ابو منصور فرماتے ہیں کہ دھناء بنوتمیم کے علاقہ کی مشہور معروف (وادی) ہے۔

وادی دھناء چونکہ ایک طویل وادی ہے اس لیے مختلف علاقوں سے گزرتی ہے تو اس کے نام بھی متعدد ہیں جیسے پاکستان میں دریائے سندھ مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وادی بصرہ کے صحرا میں بہتی ہے تو اس کا نام وادی الرمہ ہے۔ اور جب بنوتمیم کے علاقہ میں پہنچتی ہے تو اس کو وادی دھناء سے جانا جاتا ہے۔

جیسا کہ معجم البلدان جلد ثانی میں بالتفصیل مذکور ہے۔

اس حدیث شریف کے راوی اور درخواست کنندہ حضرت حارث بکری یعنی بنو بکر سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اب تفہیم القرآن کا دیا ہوا نقشہ پھر دیکھو اور بغور دیکھو تا کہ بنوتمیم اور بنو بکر کا علاقہ بھی معلوم ہو سکے اور ان کے درمیان بہنے والی وادیٔ دھناء کا پتہ بھی چل سکے۔

تیسری حدیث شریف

الحمدللہ! احادیث طیبہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ بنوتمیم وادی دھناء کے کنارے مدینہ طیبہ اور بحرین کے درمیان واقع ہے جو کہ مدینہ طیبہ کی عین مشرقی جہت ہے اور ان کا عرض بلد بھی ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین علیہ الرحمہ خوارج کے متعلق وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

هؤلاء القوم خرجوا من نجد موضع التميميين۔

یہ (ذوالخویصرہ کی نسل کے) لوگ نجد کے اس مقام سے نکلے جہاں بنوتمیم آباد ہیں۔

(عمدۃ القاری ص ۹۰/ ج ۲۴)

ایک اور حدیث شریف سے بھی بنوتمیم کے علاقہ کا تعین ہوتا ہے۔ یہ وہ مشہور حدیث ہے جس میں خوارج کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے جیسا کہ بالتفصیل اگلے صفحات پر درج ہوگی۔

اس میں الفاظ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کے سرداروں حضرت اقرع بن حابس حضرت عیینہ بن بدر اور ان کے دیگر دو ساتھیوں کو سونا عطا فرمایا۔ اس کی شرح میں

علامہ عینی نجد کے سردار حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

قال ابن اسحاق الاقرع بن حابس التميمي قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم مع عطارد بن حاجب في اشراف بني تميم۔

(عمدۃ القاری ص ۲۲۹ ج ۱۵)

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ عطارد بن حاجب کے ساتھ بنوتمیم کے اشراف کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

اس جملے سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ بنوتمیم قبیلہ نجد میں آباد تھا۔

نیز فتح الباری میں ان کے ترجمہ کے آخر میں مذکور ہے کہ:

وهو آخر الحكام من بني تميم (فتح الباری ص ۴۱۸/ ۱۳)

(کہ رئیس نجد اقرع بن حابس تمیمی) بنوتمیم کے آخری حاکم ہیں۔

نیز الریاض، درعیہ، عیینہ، مجمعہ اور اس کے آس پاس کے باشندوں کو طیبہ میں مشرقی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا جیسا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اُستاد شیخ عبداللہ بن ابراہیم کے حالات سے مذکور ہے کہ وہ نجد کے ایک شہر مجمعہ "جو کہ عیینہ اور درعیہ کے قریب ہی ہے" کے باشندے تھے یہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور انہیں وہاں شیخ مشرقی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

(شیخ عثمان بن بشیر-عنوان المجد فی تاریخ النجد ص ۱۷

حدیث شریف کا مطلب و مفہوم اور فتنہ کا تعین

اس حدیثِ نجد میں قرن الشیطان (شیطان کا سینگ) کے الفاظ ہیں۔ اس سے مراد اس کی جماعت اور اس کے ساتھی ہیں جن کے ذریعے وہ گمراہی پھیلانے میں کامیاب ہوگا۔ ان کے لیے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُعا نہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی جہت میں شیطان کے غلبے کی وجہ سے جو شر رکھا گیا وہ فتنہ پروری سے کمزور پڑ جائیں اور جن علاقوں یمن اور شام کے لیے دُعا فرمائی اس کا اثر یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یمن میں باوجود یہ کہ آبادی قلیل ہے مگر اولیاء کرام کی کثرت ہے یہ دُعا کا اثر ہے۔

(مرقات ص ۴۵۴ ج ۱۱)

اور ملک شام کی فضیلت بھی واضح ہے کہ اُمت کے ابدالوں کا مسکن ہے۔
اس حدیث میں نجد کا نام لے کر فتنوں کا مرکز بتایا گیا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے۔

عن سالم عن ابیه عن النبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم انه قام الی جنب المنبر فقال الفتنة ھٰھنا الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطٰن او قال قرن الشمس۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ فتنہ یہاں ہے "فتنہ یہاں ہے" جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا یا فرمایا کہ جس طرف سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

(بخاری شریف ص ۱۰۵۰/ ج ۲)

ایک اور حدیث میں یوں ہے:

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنھما انه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرق کی طرف چہرۂ انور فرما کر کہہ رہے ہیں کہ خبردار فتنہ اس طرف ہے جس طرف سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (بخاری شریف ص ۱۰۵۰/ ج ۲)

اس کے بعد امام بخاری علیہ الرحمہ نے حدیثِ نجد ذکر فرمائی ہے اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان احادیث کے لیے باب یہ باندھا ہے۔ باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم الفتنة من قبل المشرق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس قول "کہ فتنہ مشرق کی طرف ہے کے بیان میں باب" ان احادیثِ طیبہ سے معلوم ہو گیا کہ مشرق میں برپا

ہونے والے فتنوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے اور فرمادیا گیا کہ فتنوں کی آماجگاہ خطہ نجد ہے نقشہ سے واضح ہے کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں نجد کا علاقہ ہے اور عراق شمال کی جانب ہے۔

فتنہ پرور شخص کا تعین احادیث طیبہ کی روشنی میں

حدیثِ نجد میں مذکور شیطان کے سینگ سے مراد اس کی جماعت اور ساتھی ہیں۔ اب حدیث شریف کے ذخیرہ میں ایسے شخص کو تلاش کرنا ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتنوں کی جڑ اور بنیاد قرار دیا ہو تاکہ حدیثِ نجد کا مفہوم خوب نکھر کر سامنے آجائے۔

ذوالخویصرہ تمیمی اور اس کے بظاہر متقی و پرہیزگار، محض بھوک کے صائم النہار اور فقط بیداری کے قائم اللیل حواریوں اور پیروکاروں کا ذکر تمام کتب احادیث میں نہ صرف موجود ہے بلکہ اس کے لیے الگ اور مستقل ابواب ہیں۔

باب الملاحم ہو یا باب قتال الملحدین۔

باب الشرو الفساد ہو یا باب البغض والعناد۔

باب الفتن ہو یا باب قرن الشیطان۔

باب النفاق والشقاق ہو یا باب النفرة والافتراق۔

باب خسة الرجال ہو یا باب المسیح الدجال۔

الغرض از یں قسم کے جملہ ابواب قبیلہ مضر کی بڑی شاخ بنو تمیم کے افراد مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع صوبہ نجد کے باشندے ذوالخویصرہ تمیمی اور اُس کے ساتھیوں کی قباحت و حماقت کو نقطہ آغاز ٹھہراتے ہیں بلکہ یوں کہہ لو کہ ان ابواب میں جب تک ان تمیمیوں کا ذکر نہ ہو تو یہ تشنہ تکمیل رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ ذوالخویصرہ تمیمی ہی وہ خشت اوّل ہے جس پر قرون اولیٰ و وسطیٰ میں شر و فساد کی بنیادیں قائم کی گئیں اور یہی وہ منحوس پتھر ہے جس پر آج کے دور کے فتنہ پروری و فرقہ پرستی کی ساری عمارت قائم ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بذاتِ خود اسے فتنہ کی اصل قرار دیا۔

آیئے ان احادیثِ طیبہ پر جان و دِل حاضر کر کے نظر ڈالیں اور عبرت کی نگاہ سے دیکھیں جن میں شیطان کے حواریوں کی علامات موجود ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔

"اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال من یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل"۔

کہ آپ کی خدمت میں بنو تمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ نامی آیا کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل کیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں عدل نہ کروں تو کون عدل کرے تجھے تباہی و خسارہ ہو اگر میں عدل نہ کروں تو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اجازت ہو تو اُس کی گردن اُڑا دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کے اور ساتھی بھی ہیں۔ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں معمولی جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر خیال کرو گے، یہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔

کہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کو لگ کر آگے نکل جاتا ہے، اگر اس کے پکڑنے کی جگہ کو دیکھا جائے تو کچھ نہیں ملے گا۔ پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تب بھی کچھ نہ ملے گا اور ان دونوں کے درمیان والی جگہ کو دیکھا جائے تو کچھ نہیں ملے گا۔ حالانکہ وہ گندگی اور خون کے درمیان سے گزرا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالے رنگ کا آدمی ہوگا۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی مانند یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح حرکت کرتا ہوگا۔ جب لوگوں میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے تو ان کا خروج ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جنگ کی ہے اور میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب اسے دربار حیدری میں پیش کیا گیا تو

میں نے اس کے اندر وہ تمام نشانیاں دیکھیں جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی تھیں۔

(امام محمد اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ بخاری شریف حدیث شریف ۳۶۱۰ امام احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمہ نسائی شریف ۲/۱۷۳ و جملہ کتب حدیث وسیرت وتاریخ)

یہ حدیث بخاری شریف میں ۱۲ بار ذکر ہوئی ہے۔ اس میں متعدد علامات مذکور ہیں ہم نے ایک رقم حدیث نمبر ۳۶۱۰ سے مفصل حدیث بیان کر دی ہے۔ اب جو الفاظ دیگر مقامات پر زائد وارد ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ حدیث شریف پوری طرح سامنے آجائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سونے کا ایک ٹکڑا روانہ کیا آپ نے وہ چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا:

۱۔ حضرت اقرع بن حابس حنظلی ثم مجاشعی۔

۲۔ عیینہ بن بدر فزاری۔

۳۔ زید طائی جو بعد میں بنو نبہان سے جا ملتے ہیں۔

۴۔ علقمہ بن علاثہ عامری وہ بنو کلاب سے جا ملتے ہیں۔

قریش اور انصار پر یہ بات گراں گزری کہ نجد کے سرداروں کو تو مال دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تالیف قلوب کے لیے انہیں دیتا ہوں۔ پھر ایک آدمی آگے بڑھا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، رُخسار موٹے موٹے اوپر کو اُٹھے ہوئے، پیشانی اُبھری ہوئی تھی، ڈاڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا کہنے لگا:

اے محمد! اللہ سے ڈریں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اس کی اطاعت کرنے والا کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے تو اہل زمین کی امانت مجھے سونپ دی اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ ایک آدمی نے اجازت طلب کی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لیکن آپ نے انہیں منع فرما دیا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان من ضئضئی ھذا اوفی عقب ھذا قوما۔

کہ اس کی نسل سے یا فرمایا اس کے پیچھے ایسی جماعت ہے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دِین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں ان کو پالوں تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کروں۔ (بخاری شریف ص۴۷۲/۱)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فقام رجل غاير العينين مشرف الوجنتين ناشز الجبهة كث اللحية محلوق الراس مشمر الازار۔

کہ ایک آدمی کھڑا ہو گیا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، رُخسار اوپر کو اُبھرے ہوئے، پیشانی اوپر اُٹھی ہوئی، ڈاڑھی گھنی، سر منڈا ہوا اور تہبند اوپر کو چڑھایا ہوا تھا۔ کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے ڈریں آپ نے فرمایا: تجھے تباہی ہو، کیا میں تمام زمین والوں سے زیادہ مستحق نہیں ہوں کہ اللہ سے ڈروں۔ پھر وہ چلا گیا (چند لمحوں کے بعد) اس کے جانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انه يخرج من ضئضئى هذا قوم يتلون كتاب الله رطبا لا يجاوز حناجرهم۔

کہ اس کی پشت سے ایسی قوم نکلے گی جو اللہ کی کتاب کو بڑے مزے لے کر پڑھے گی لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(بخاری شریف کتاب المغازی ۶۲۴/۲)

ایک روایت میں یوں ہے:

جاء عبد الله ذوالخويصرة التميمى عبداللہ نامی ذوالخویصرہ تمیمی آیا

اس کے آخر میں یہ ہے:

فَنَزَلَتْ فِيهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ. (التوبہ ۵۸)

کہ عبداللہ نامی ذوالخویصرہ تمیمی کے حق میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ بعض منافق آپ پر صدقات کے بارہ میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔ (بخاری شریف ۱۰۲۴/۲)

حضرت سیّدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مالِ غنیمت پیش کیا گیا تو آپ نے اُسے دائیں بائیں والوں میں تقسیم کر دیا پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا، ایک آدمی پیچھے سے کہنے لگا:

يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ اس آدمی کا رنگ کالا تھا اور وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر سخت غصہ آیا تو فرمایا۔ اللہ کی قسم تم میرے بعد مجھ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کوئی نہیں پاؤ گے فرمایا:

يخرج فى آخر الزمان قوم كان هذا منهم يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية سيماهم التحليق لا يزالون يخرجون حتىٰ يخرج آخرهم مع المسيح الدجال فاذا القيتموهم فاقتلوهم هم شر الخلق والخليقة۔

آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی گویا کہ یہ بھی ان کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، وہ اِسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر پار نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی سر منڈانا ہے وہ ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ آخری ٹولہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا جب وہ تمہیں ملیں (مقابلہ پر آئیں) تو انہیں قتل کر دینا وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔ (نسائی شریف ص۱۷۳-۱۷۴/۲۷)

علامہ سندھی نسائی شریف کے حاشیہ میں شرالخلق والخلیقۃ کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں اور جانوروں میں سے بدترین ہیں۔

تحریف

نسائی شریف میں علامہ سندھی کا حاشیہ ہے، اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے مگر اب کے مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت نکال دی گئی ہے۔ کیا یہود یانہ روش اور خارجیانہ فکر یہی نہیں ہے؟

اِس حدیث کے ایک اہم راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنْتُمْ قَتَلْتُمُوْهُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ۔

اے (خوش بخت) اہل عراق ان کو قتل کرنے کی سعادت تمہارے حصہ میں آئی ہے۔(مسلم شریف ۱/۳۴۲)

قاتل الخورج حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ هٰذَا مِنْهُمْ (اِلٰى) مِنْ اَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَيْهِ

کہ وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے۔ وہ حق ان کی اس جگہ (حلق) سے نیچے نہیں اُترے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ لوگ ہوں گے۔(مسلم شریف ۱/۳۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت میں پیدا ہونے والی ایک قوم کا تذکرہ فرمایا کہ وہ لوگوں میں افتراق کے وقت پیدا ہوں گے۔

سيماهم التحليق قال هم شر الخلق او من اشر الخلق يقتلهم ادنى فئتين الى الحق۔

''اِن کی علامت سر منڈانا ہوگا اور وہ مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہوں گے اوران کو دو جماعتوں میں سے وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے زیادہ قریب ہو گی''۔(مسلم شریف ۱/۳۴۲)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يتيه قومٌ قبل المشرق محلقة رؤسهم

مشرق کی طرف ایک قوم حیران وسرگردان پھرے گی جن کے سر منڈے ہوں گے۔

(امام مسلم حجاج قشیری علیہ الرحمہ مسلم شریف ص ۱/۳۴۳)

نوٹ: رائیونڈ ضلع لاہور اور بستی نظام الدین دہلی بھی مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہیں جہاں

سے حیران وسرگردان سر منڈے جتھے گشت پر نکلتے ہیں اللہ اکبر کبیرا وصلی اللہ علیہ وسلم کثیرا۔

ایک روایت میں ہے:

يتركون الاسلام وراء ظهورهم و جعل يديه وراء ظهره

کہ وہ اِسلام کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیں گے یہ کہتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ پیچھے کی طرف لے گئے۔(فتح الباری ۱۲/۲۹۳)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے:

ياتيهم الشيطان من قبل دينهم۔

کہ شیطان ان کے پاس آئے گا (حملہ آور ہوگا) ان کے دِین کی طرف سے۔

(فتح الباری ۱۲/۲۹۴)

یعنی اُن کے اِیمانوں پر حملہ کرنے کے لیے وہ دِین کا رُوپ دھارے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا:

يا نبي الله هل في هولاء القوم علامة قال يحلقون رؤسهم۔

یا نبی اللہ! ان کی کوئی نشانی بھی تو ہوگی فرمایا ان کی نشانی یہ ہے وہ اپنے سر منڈائیں گے۔(فتح الباری ص ۱۲/۲۹۴)



خوارج کے متعلق احادیث کے
راوی صحابہ کرام علیہم الرضوان

خوارج کا فتنہ چونکہ بہت زیادہ ایمان سوز اور اُم الفتن تھا اس لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اُمت کی خیر خواہی کے پیشِ نظر اسے خوب بیان کیا اور بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے راوی ہیں۔ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱- قاطع الخوارج حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲- حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۳- حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۵- حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۶- حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷- حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۸- حضرت سیّدنا حذیفہ صاحب السر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹- حضرت سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰- حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۱۱- فقیہ الامت حضرت سیّدہ اُم المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۲- حضرت سیّدنا ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳- حضرت سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴- حضرت سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۵- حضرت سیّدنا ابوسہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۶- حضرت سیّد سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷- حضرت سیّدنا ابورافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۸- حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۹- حضرت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۰- حضرت سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۲۱- حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۲- حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۳- حضرت سیّدنا طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۲۴- حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۵- حبر الامت فاتح الخوارج حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ پچیس صحابہ کرام ہیں جن کی احادیث متعدد اَسناد سے مروی ہیں۔ اِمام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فیفید مجموع خبرھم القطع بصحة ذلك عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم۔

اِن احادیث کا مجموعہ بتاتا ہے کہ یہ حدیث قطعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔(فتح الباری ۱۲/۳۰۲)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

الاخبار بقتال الخوارج متواتر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

کہ خارجیوں کے قتال کے متعلق اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متواتر ہیں۔

(البدایہ والنھایہ ص ۶/۲۲۳)

خوارج وملحدین کی پہلی خاص علامت

گزشتہ احادیث میں مذکور منافقین کی علامات میں سے ایک اہم علامت یہ ہے کہ وہ اسلام کو پس پشت ڈال دیں گے اور اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔اس سلسلہ میں ایک اور حدیث

شریف ان عفت مآب منافقین کی شخصیتوں سے خوب آگاہ کرتی ہے اور یہ حدیث بحمدہٖ تعالیٰ جان خارجیت پر ایٹم بم بن کر گرتی ہے۔ فقیر راقم الحروف نے اسے اب تک ۲۹ ہزار کی تعداد میں شائع کیا' کتب میں درج کیا' پوسٹر چھپوا کر دیواروں پر آویزاں کر دیئے' ذاتی طور پر بزعم خویش توحید کے ٹھیکیداروں کو خطوط لکھے' تبلیغی جماعت کے طویل الجلہ گروؤں سے پوچھا کہ اس حدیث کا مصداق کہیں نظر آیا ہو تو بتاؤ؟ ان کی غیرت کو بار بار للکارا مگر الحمد للہ القہار کسی کو اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ بے شمار حضرات کو بالمشافہ حدیث شریف دکھائی مگر ان کے پاس فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔ اس حدیث کے راوی صاحب سِرِّ رسول اللہ حضرت سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حدیث شریف

عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالىٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلىٰ اله وسلم ان مما اتخوف عليكم رجل قرء القرآن حتّٰى اذا رؤيت بهجته عليه وكان رداء ه الاسلام اعتراه الى ماشاء الله انسلخ منه ونبذه وراء ظهره وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك قال قلت يا نبى الله ايهما اولى بالشرك المرمى او الرامى قال بل الرامى هذا اسناد جيد والصلت بن بهرام كان من ثقات الكوفيين ولم يرم بشيءٍ سوى الا رجاء وقد وثقه الامام احمد بن حنبل ويحى بن معين وغيرهما۔

(تفسیر ابن کثیر ۲۶۵/ ج۲ (ابونعیم) کنز العمال نمبر ۸۹۸۵ ص ۸۷۲/۳)

ترجمہ:

صاحبِ سِرِ رسول حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا۔ جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی اور اِسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہو گی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بہکا دے گا۔ وہ اِسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اسے پسِ پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع

کر دے گا اور اسے شرک سے متہم و منسوب کر دے گا (یعنی شرک کا فتویٰ لگائے گا) (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا! اے اللہ کے نبی شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا ہوا یا شرک کی تہمت لگانے والا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حق دار ہے۔

یہ سند جید ہے اور صلت بن بہرام ثقہ کوفی لوگوں میں سے ہے اور ارجاء کے سوا اس پر کسی اِلزام کی تہمت نہیں۔ اِمام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات نے اُن کو ثقہ قرار دیا ہے۔

سابقہ احادیث میں تو یہ بیان کیا گیا تھا کہ اہلِ اِسلام کو قتل کریں گے مگر اس حدیث میں ان کے قتل کی وجہ یہ بھی بیان کر دی گئی کہ وہ قتل کس بناء پر کریں گے؟ تو فرما دیا کہ وہ اُمت مسلمہ پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے اور اُس بدگمانی میں مبتلا ہو کر قتل و غارت شروع کر دیں گے۔ یہ مسلمہ اُصول ہے کسی کو کافر کہا جائے تو ان میں سے ایک ضرور کافر ہو گا یا تو وہ جسے کافر کہا گیا ہوا گر وہ کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر قرار پاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ایٹم بم حدیث کے مطابق وہ منافق ارتکاب شرک سے پاک و بری اہلِ اِسلام کو مشرک کہیں گے لہٰذا خود مشرک قرار پائیں گے۔

نوٹ:- اِمام بخاری علیہ الرحمہ نے اِن اَحادیث کو بیان کرنے کے لیے باب کا عنوان رکھا ہے باب قتال الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیهم اِس طرح تاریخ اِسلام میں ایسے لوگوں کو خوارج و ملحدین کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ان کی اتباع میں ہم بھی انہیں اسی نام سے یاد کریں گے۔

خوارج و ملحدین کی دوسری اہم علامت

مذکورہ احادیث میں خوارج و ملحدین کی دوسری اہم علامت یہ بیان کی گئی ہے۔

يتلون كتاب الله رطبا لا يجاوز حناجرهم۔

کہ وہ قرآن پاک کو بڑی عمدگی سے پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔

شارحین نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ:

قرآن پاک کی تلاوت پر ہمیشگی کریں گے یا حسن صوت' مہارت اور تجوید سے پڑھیں گے لیکن یہ تلاوت صرف زبان کی حد تک ہوگی۔ اس سے ان میں انکساری اور تبدیلی پیدا نہ ہوگی۔

رطب کے معنی آسانی کے بھی ہیں کہ وہ بڑی سہولت سے قرآن عزیز کی تلاوت کریں گے۔

اِمام نووی علیہ الرحمہ اس کی شرح یوں بیان فرماتے ہیں کہ اَیْ یُحَرِّفُوْنَ مَعَانِیَہٖ وَتَاْوِیْلِہٖ یعنی قرآن عزیز کے معانی اور مفہوم کو بدل لیں گے۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ اس کو بڑی عمدگی سے حفظ کرلیں گے۔

ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا' کا مطلب یہ ہے جس طرح اہلِ ایمان کے اعمال صالحہ آسمان پر بلند ہوتے ہیں ان کی تلاوت قرآن ان کے گلے سے اوپر نہ ہوگی اور نہ ہی قبولیت کا شرف پائے گی۔

اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ تلاوتِ کلام الٰہی سے ان کے دِلوں میں یقین محکم پیدا نہیں ہوگا محض زبان کی حد تک رہیں گے جو کہ گلوں کے قریب ہے۔

اِس کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایمان ان کے دِلوں میں راسخ نہیں ہوگا کیونکہ جو چیز گلے تک پہنچ کر اٹک جائے وہ دِل تک نہیں پہنچ پاتی۔

خوارج وملحدین کی تیسری اہم علامت

ان خوارج وملحدین کی تیسری اہم علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان کی علامت کیا ہے تو فرمایا:

سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ اُن کی نشانی سر منڈانا ہے۔

گو سر منڈانا جائز ہے لیکن بے دِین لوگ اسے اپنے فرقہ کی علامت قرار دے لیں گے اور اجتماعی طور پر سر منڈے ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر سر منڈانے والا اِن کا ساتھی شمار ہوگا بلکہ جو آدمی بھی ان میں شامل ہوگا وہ سر منڈائے گا جیسا کہ مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اہلِ ظرافت انہیں دیکھ کر یوں بھی کہہ لیتے ہیں۔

خارجیاں را سہ نشانندائے پسر
شلوار چھوٹی گردن موٹی روڈہ سر

خوارج وملحدین کی چوتھی اہم علامت

ان کی چوتھی علامت یہ ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے بیان ہوئی۔

کَانَ رِدَاءُ ہُ الْاِسْلَامُ۔ اس منافق نے اِسلام کی چادر اوڑھ رکھی ہوگی۔

ہر معاملہ میں اِسلام اِسلام کی رٹ لگائیں گے جب کہ وہ اِسلام کی چادر سے صاف نکل چکے ہوں گے۔ جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی اُتار کر صاف الگ ہو جاتا ہے اس طرح وہ اِسلام سے پوری طرح الگ ہو چکے ہوں گے۔ ہاں اِسلام کو ڈھال کے طور پر اِستعمال کریں گے جب کہ ہوں گے پکے منافق۔

خوارج وملحدین کی پانچویں اہم علامت

اس سلسلہ میں مذکورہ احادیث میں بار ہا دفعہ یہ ذکر آیا ہے۔

یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان

کہ وہ مسلمان کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

کیونکہ وہ منافقت اِختیار کر چکے ہوں گے اور منافق مسلمانوں کے دُشمن اور کفار کے دوست ہوا کرتے ہیں اور وہ اپنے سوا تمام اُمت کو کافر و مشرک قرار دے کر واجب القتل قرار دے چکے ہوں گے اور اُنہیں سے نبرد آزما رہیں گے جیسا کہ ایٹم بم حدیث کے الفاظ میں۔

سعٰی علی جارہٖ بالسیف ورماہٗ بالشرک۔

کہ وہ منافق تلوار لے کر اپنے پڑوسی پر حملہ کرے گا اور اس پر شرک کا فتویٰ لگائے گا جب کہ وہ خود شرک کا حقدار ٹھہر چکا ہوگا۔

خوارج وملحدین کی چھٹی اہم علامت

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دِین مبارک قیامت تک کے لیے ہے اور اس میں ہر دور کے اُمتیوں کے لیے راہنمائی موجود ہے۔ شیطان ہر زمانے میں اِس اُمت مرحومہ پر اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور کرتا رہے گا۔ اِسی لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کی مکاری کے آلہ کاروں سے اپنی اُمت کو آگاہ فرمادیا۔

لا یزالون یخرجون حتّٰی یخرج آخرهم مع المسیح الدجال۔
کہ وہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری ٹولہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔

خوارج وملحدین کی ساتویں اہم علامت

وہ کلمہ گو جو شیطان کے شکنجے میں پوری طرح جکڑے جا چکے ہوں گے اُمت مرحومہ ان کی وجہ سے فتنہ وفساد میں مبتلا ہوتی رہے گی۔ اس خاص الخاص فتنہ کا مرکز مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع علاقہ نجد ہے چنانچہ فرمایا:

هناك الزلازل والفتن بها یطلع قرن الشیطان۔
کہ یہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور یہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

خوارج وملحدین کی آٹھویں اہم علامت

کہ شیطان کے دو سینگ نجد میں آباد دو مشہور قبیلوں ربیعہ اور مضر میں ظاہر ہوں گے یہ قبیلے فتنوں اور قساوت قلبی کا محل ومرکز ہوں گے چنانچہ فرمایا:

حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعة ومضر
جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر میں۔

خوارج وملحدین کی نویں اہم علامت

قبیلہ مضر کی ایک بہت بڑی شاخ بنو تمیم جو بے دِین خارجیوں کی جڑ اور بنیاد ہے اس کے ایک فرد ذوالخویصرہ تمیمی کے متعلق ارشاد ہوا۔

اِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا کہ اس کے اور ساتھی بھی ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یوں فرمایا:

اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هذا قومًا کہ اس کی نسل سے وہ (بے دِین منافق) قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو ہیچ جانو گے۔ جن کے روزوں کے بالمقابل تم اپنے روزوں کو معمولی تصور کرو گے۔ وہ اِسلام سے صاف نکل جائیں گے اور اسے پس پشت ڈال دیں گے۔

خوارج وملحدین کی دسویں اہم علامت

ان کی سب سے خبیث ترین صفت اور حقیر ترین عادت، غلیظ ترین فکر اور قبیح ترین سوچ یہ ہے کہ وہ حضور اقدس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں نازیبا الفاظ اِستعمال کریں گے۔

آپ کی اعلیٰ وافضل شخصیت پر بے بنیاد اِلزام لگائیں گے۔ اللہ ربّ العزت کی طرف سے عطا کردہ کمالات عظیمہ وجلیلہ سے روگردانی کریں گے۔ جیسا کہ اصل الخوارج اور ابو الملحدین نے کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ کہہ دیا 'یا محمد اعدل' اے محمد (فداہ اَبی واُمی وروحی وجسدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عدل کیجئے۔ کبھی یوں بکواس کی اتق اللہ یا محمد اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ سے ڈریں۔

خوارج وملحدین کی گیارہویں اہم علامت کہ وہ حدیث والے کہلائیں گے

منافقین کے بارے میں ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ وہ زبان کے میٹھے اور دِل کے کڑوے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور دِل مصبر (ایلوہ) سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔ چنانچہ سب خوارج اپنی منافقت پر پردہ ڈالنے کے لیے اور لوگوں میں اِعتماد بحال رکھنے کے لیے اسی طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں چنانچہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ کہ وہ خیر الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کریں گے۔ (بخاری شریف ص۲/۷۵۶)

یعنی حدیث وسنت کے دعوے دار بنیں گے علامت نمبر ۲ کے مطابق قرآن بڑی عمدگی سے پڑھیں گے اور اِس علامت نمبر ۱۱ کے مطابق حدیث پر زور دیں گے تو مطلب یہ ہوا کہ وہ کتاب وسنت کی آڑ لے کر منافقانہ وملحدانہ چال چلیں گے اور اشاعت التوحید والسنہ اور اہلحدیث کا لیبل لگالیں گے۔

الغرض

یہ چیدہ چیدہ علامات ہیں اگر صدق دِل سے خود کو فتنہ کی زد سے بچانے کی غرض سے عدل وانصاف کی نظر سے اور تعصب کی عینک توڑتے ہوئے تاریخ وسیرت کا مطالعہ کیا جائے تو اس فتنہ وفساد کی تمام نشانیاں سامنے آجاتی ہیں۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

عہدِ نبوی ﷺ میں نجدی باشندے

یہ بات واضح رہے کہ جن حضرات کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرفِ باریابی حاصل ہوا وہ مقام صحابیت پر فائز ہوئے۔ الحمدللہ ہماری نظر میں ان کی قدر ومنزلت اسی طرح ہے جس طرح کہ کسی صحابی رسول (رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہونی چاہیے۔ امامِ اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی وجہ سے ہر نجدی قابلِ احترام قرار پائے گا دوسری طرف نجد میں مسیلمہ کذاب سجاح تمیمیہ اور طلیحہ اسدی جیسے مدعیانِ نبوت' ذوالخویصرہ تمیمی و دیگر خوارج ایسے گمراہ وبے دین پیدا ہوئے تو اُن کی ضلالت وگمراہی کا یہ تقاضا نہیں کہ سب نجدی باشندے مطعون ٹھہریں گے بلکہ عزت واِحترام کا دارومدار اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے جس کا تعلق اس مقدس بارگاہ کے ساتھ ہے تو وہ معزز ومحترم ہی ہے خواہ وہ کسی علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن حدیث شریف میں جس علاقہ کو دُعائے خیر وبرکت سے نہ نوازا گیا ہو بلکہ هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان کی وعید سنائی گئی ہو تو اس علاقہ میں رونما ہونے والی گمراہیوں اور قباحتوں کا جائزہ لینا ہمارا حق بنتا ہے اور وہی پیشِ نظر ہے۔

نوٹ:- فقیر کا جی چاہتا تھا کہ اس موضوع پر بالتفصیل گفتگو کی جائے اور پوری تاریخِ اِسلام میں نجدیوں کے پیدا کردہ فتنوں کو پوری وضاحت سے بیان کیا جائے مگر طوالت کلام

کے خوف سے صرف چند اہم فتنوں کا ذکر ہوگا کیونکہ مشہور مقولہ ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ وباللہ التوفيق وبه الاعتصام۔

اِسلام اور نجدی باشندے

اِس سلسلہ میں دانش گاہ پنجاب کا مطبوعہ اردو دائرہ معارف اِسلامیہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

عہدِ نبوی میں اس علاقے کے تعلقات اِسلام کے ساتھ تقریباً آخر تک کھنچے ہی رہے۔ قبل از ہجرت ایک حج کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کوئی پندرہ قبائل کے لوگوں سے یکے بعد دیگرے اس کی خواہش کی کہ آپ کو اپنے گھر لے چلیں تو بنوحنیفہ کے نجدی ہی سب سے زیادہ درشت اور بداخلاق ثابت ہوئے تھے۔ (ابن ہشام ص ۲۸۳)

ثمامہ بن اثال نے (جو بعد میں سچے دِل سے مسلمان ہوئے اور حروب ارتداد میں شہید ہوئے) آنحضرت سے یہاں تک سخت کلامی کی تھی "اگر تو مزید میرے سامنے آیا تو میں تجھے جان سے ہی مار ڈالوں گا"۔ (ابن حجر اصابہ عدد ۹۶۱)

ہجرت کے بعد کے سالوں میں قبائل نجد سے اِسلام کی عام طور پر جنگ ہی رہی۔ بئر معونہ (رُک باں) کا دلگداز واقعہ' جس میں مبلغین اِسلام کو غداری سے شہید کیا گیا تھا' اسی علاقے میں پیش آیا تھا۔ یمامہ کے ایک سردار ہوذہ بن علی الحنفی کو کسرائے ایران نے ایک جڑاؤ ٹوپی دی تھی جس کے باعث وہ ذوالتاج کہلاتا تھا۔ (ابن درید: الاشتقاق' ص ۲۰۹ نیز العقد الفرید' ۲:۶۷)

اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغی خط لکھا تو جواب دیا تھا کہ "اپنا کچھ ملک مجھے دے دو تو مسلمان ہوتا ہوں"۔ (الوثائق السیاسیۃ' عدد ۶۸ بحوالہ ابن سعد وغیرہ) یہاں کے ایک اور سردار مجاعہ بن مرارہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تالیف قلب کیلئے ایک جاگیر عطا کی تھی۔ خلافت صدیقی میں اس نے ارتداد اختیار کیا لیکن بعد میں ثابت بھی ہوگیا۔

(کتاب مذکورہ عدد ۶۹ تا ۱۷)

عہدِ نبوی میں جب اطراف نجد میں اِسلام عام طور پر پھیل گیا تھا تو ۹ ہجری میں بنوحنیفہ نے بھی مدینہ منورہ ایک وفد بھیجا جس میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ السہیلی (الروض الانف ۲:۲۴)

نے اس کی عمر ڈیڑھ سو سال لکھی ہے۔ جب یہ اپنے پڑاؤ سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے گیا تو اس کے ساتھی اس کو پردہ کرتے رہے (ابن ہشام ۹۴۶) وفد نے بظاہر اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن واپس ہوتے ہی مسیلمہ نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس فتنے کا انسداد آخر خلافت صدیقی میں سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۲۲، ۱۲۸ عنوان نجد)

اِنتباہ

اس بات پر پھر اِنتباہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی خطہ کی مذمت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہاں کا ہر فرد بشر قابل مذمت ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ فتنے صرف اور صرف اسی سر زمین میں پیدا ہوں گے باقی کسی جگہ کوئی فتنہ برپا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حدیثِ نجد میں جس خاص علاقہ اور خاص قبیلہ اور پھر خاص شخص اور اس کے ساتھیوں اور اس کی نسل کا ذکر ہے اور خروجِ دجال تک ان کی فتنہ سامانیوں سے آگاہ کیا گیا ہے، ان مخصوص فتنہ گروں اور فسادیوں کا تعین کیا جائے۔

وہ کون سا شہر ہے جہاں فتنہ وفساد کی آگ نہیں لگی، لیکن سابقہ مذکورہ احادیث کے مطابق ان مخصوص علامات والی کون سی جماعت پیدا ہوئی ہے جس کے فتنہ سے اُمت میں شدید ہیجان پیدا ہو گیا اور اہل حق کو صدمہ جانکاہ سے دوچار ہونا پڑا اور وہ کون سا خطہ ہے جسے شیطان ''ترنوالہ'' جانتا ہے۔ اس سلسلہ میں مدینہ منورہ وطیبہ کے عین مشرق میں واقع خطہ نجد کی تاریخ پر نظر ڈالیں تا کہ اصل حقائق سامنے آجائیں۔



قرآنِ حکیم اور نجدی باشندے

حافظ ابن کثیر نے وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (الانفال: ۳۰)

ترجمہ: اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے' کی تفسیر میں یہ واقع بڑی تفصیل سے درج کیا ہے۔ جس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

ابلیس شیخ نجدی کے روپ میں

آیئے ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک نگاہ ڈالیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ کس قسم کے لوگ شیطان کے معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اور ابلیس لعین کے اعتماد پر پورے اُتر سکتے ہیں۔ چنانچہ کتب حدیث وتفسیر وسیرت میں متعدد مقامات پر یہ واقعہ موجود ہے جسے ہم تفسیر ابنِ کثیر کے حوالہ سے ذکر کر رہے ہیں۔ جس پر نجدیوں کو زیادہ اِعتماد ہے۔

حضرت فاتح الخوارج حبر الامہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار مکہ کے رؤساء (حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف فیصلہ کن بات کرنے کے لیے) دار الندوہ میں داخل ہونے لگے تو فاعترضھم ابلیس فی صورة شیخ جلیل فلما رَاَوْهُ قالوا من انت قال شیخ من اھل نجد۔

کہ ابلیس ایک بھاری بزرگ کی شکل میں سامنے آ گیا۔ کفار مکہ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ اہل نجد سے (شیخ نجدی) ہوں۔

میں نے سنا ہے کہ تم جمع ہو رہے ہو تو میں نے چاہا کہ میں بھی شریک ہو جاؤں تا کہ میری رائے اور نصیحت سے تم محروم نہ رہو۔ کفار نے کہا بہت اچھا۔ تو شیطان بصورتِ شیخ نجدی ان کے ساتھ دار الندوہ میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس آدمی (حضرت سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارہ میں خیال کرنا۔ قسم بخدا عین ممکن ہے کہ تمہارے معاملے پر اس کا امر غالب

آ جائے۔

ایک کافر بولا: کہ انہیں بیڑیوں میں جکڑ دو پھر زمانے کی گردش کا اِنتظار کرو تو یہ بھی پہلے شعراء نابغہ اور زہیر کی طرح ہلاک ہو جائے گا یہ انہیں میں سے ایک ہے۔ (العیاذ باللہ)

دُشمن خدا شیخ نجدی چلایا۔ کہنے لگا یہ رائے کوئی اچھی نہیں ہے اللہ کی قسم اس کا ربّ اسے قید سے نکال کر اپنے ساتھیوں تک پہنچا دے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھی تم پر غلبہ پا کر چھڑا لیں۔ اور تم سے بچا لیں مجھے تو یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔

قالوا صدق الشیخ کافر بولے شیخ نجدی سچ کہتا ہے

کوئی اور تدبیر سوچو۔ ایک کافر کہنے لگا۔ انہیں یہاں سے نکال دو پس سکون حاصل کر لو۔ کیونکہ یہ چلے گئے تو جو چاہیں کریں تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ ان کا معاملہ دوسرے لوگوں سے پڑ جائے گا۔ اور تم راحت وچین سے رہو گے۔

فقال الشیخ النجدی واللہ ما ھٰذا لکم برأیٍ شیخ نجدی چلا اُٹھا واللہ یہ رائے درست نہیں ہے کیا تم ان کی گفتگو کی مٹھاس، زبان کی تیزی اور دِلوں کو شکار کرنے والے کلام سے واقف نہیں ہو؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو سارا عرب ان کے گرد جمع ہو جائے گا پھر یہ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں یہاں سے نکال دیں گے اور تمہارے سرداروں کو قتل کریں گے۔ قَالُوْا صَدَقَ وَاللّٰهِ کافر بولے اللہ کی قسم! یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی تدبیر سوچو۔

ابوجہل ملعون کہنے لگا میں تمہیں ایسی تدبیر بتاتا ہوں جو تم نے سوچی بھی نہ ہوگی اور میں اسے آخری رائے سمجھتا ہوں۔ کفار بولے بتاؤ کیا رائے ہے؟ ابوجہل نے کہا کہ ہر قبیلے کا ایک بہادر، شمشیر زن نوجوان تلوار لے کر آ جائے پھر وہ یکبار حملہ آور ہو کر انہیں قتل کر دیں تو ان کا خون تمام قبیلوں میں پھیل جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ بنو ہاشم تمام قبائل مکہ سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اگر مقابلہ کے لیے نکلیں بھی تو خون بہا دے کر بری ہو جائیں گے۔ اس طرح ہم آرام پا سکتے ہیں۔ اور ان کے شر سے بچ سکتے ہیں۔

فقال الشیخ النجدیُّ ھذا واللہ الرأی القول ما قال الفتٰی لا اریٰ غیرہٗ۔

شیخ نجدی کہنے لگا اللہ کی قسم اصل رائے یہ ہے۔ بات یہی ہے جو اس جوان نے کہی ہے۔ میرے نزدیک یہ حتمی رائے ہے۔ (ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر ۳۰۲ ج ۲)

نوٹ: اسی لیے شیطان کے ناموں میں سے اس کا ایک نام شیخ نجدی بھی ہے جیسا کہ غیاث اللغات، فیروز اللغات، نسیم الغات وغیرہ میں ہے۔

واقعہ بئر معونہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں جو بہت ہی اذیت ناک واقعہ رونما ہوا جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِنتہائی زیادہ صدمہ لاحق ہوا وہ اہل نجد کا غداری اور بدعہدی سے ستر قراء صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کرنا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج کے دور کے خارجی نجدیوں کی نمک خواری کا حق ادا کرتے وقت اس واقعہ کو بڑی فرحت سے بیان کرتے ہیں اور عالم ما کان وما یکون نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عدم علم پر استدلال کرتے ہیں مگر افسوس کہ اس کی تفصیل بیان کرنے سے قصداً گریزاں رہتے ہیں جو کہ یوں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان بیان کرتے ہیں کہ عامر بن مالک بن جعفر عامری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دو گھوڑے اور دو اونٹ ہدیہ کیے۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اگر تم نے ہدیہ دینا ہی ہے تو پہلے اِسلام قبول کرو۔ وہ مسلمان ہوا نہ ہی جدا پھر کہنے لگا۔

یا محمدان الذی تدعو الیہ حسن جمیل فلو بعثت من اصحابك الٰی اھل نجد رجوت ان یستجیبو الك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّی اخشی علیھم اھل نجد۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی دعوت بہت حسین وجمیل ہے۔ اگر آپ اہلِ نجد کی طرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھیجیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ دعوتِ اِسلام قبول کر لیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یقیناً ان کے بارہ میں نجدیوں کا خطرہ ہے۔

اِس قدر صریح اِرشاد کہ مجھے یقیناً نجدیوں کا خطرہ ہے کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ علم ہی نہ تھا کس قدر افسوسناک بات ہے۔علم ہونے کے باوجود مبلغین بھیجنا اشاعتِ اِسلام اور تبلیغِ دِین کا تقاضا تھا جو پورا کیا گیا۔ نیز اشد المساکین (تبلیغی جماعت) کے گرگ اکبر مولوی زکریا سہارنپوری اس کے ترجمہ میں مکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مضرت نہ پہنچے۔ (فضائلِ اعمال حصہ حکایات صحابہ ۷۹)

اِس ترجمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یقینی بات کو ظنی اور خیال ظاہر کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

ابو براء کہنے لگا اس کی ذمہ داری میں اُٹھاتا ہوں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنو مساعدہ کے بھائی حضرت منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ستر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جو کہ اِنصار سے تعلق رکھتے تھے، جلیل القدر مسلمان اور قراء کے نام سے مشہور تھے ان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فحیرہ بھی تھے یہ صفر ۴ھ کا واقعہ ہے۔ جب یہ بنو عامر اور بنو سلیم کی سرزمین کے درمیان بئر معونہ پر پہنچے تو حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گرامی نامہ دے کر بنو عامر کے چند آدمیوں کے ہمراہ عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ حضرت حرام نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرستادہ ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس دوران گھر کے ایک کونے سے ایک نیزہ بردار شخص باہر نکلا اور آتے ہی حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نیزہ پیوست کر دیا جو دوسری طرف جا نکلا۔ حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ رَبِّ کعبہ کی قسم میں کامیابی پا گیا پھر عامر بن طفیل نے بنو عامر کو پکارا کہ انہیں قتل کر دو مگر اُنہوں نے یہ کہتے ہوئے اِنکار کر دیا کہ ہم ابو براء کی امان نہیں توڑ سکتے۔ پھر اس نے بنو سلیم کے قبائل عصبہ، رعل اور ذکوان کو مدد کے لیے پکارا (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن کا نقشہ بر ص ۲۵۳) تو اُنہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گھیرے میں لے کر لڑائی شروع کر دی حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر حضرات شہید ہو گئے۔ یہ بعد میں جنگ خندق میں شہید ہوئے

حضرت عمرو بن اُمیہ گرفتار ہو گئے تو انہوں نے بتایا کہ وہ مضر سے تعلق رکھتے ہیں تو کفار نے چھوڑ دیا انہوں نے مدینہ طیبہ حاضر ہو کر ساری صورت حال عرض کی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سارا معاملہ ابو براء کا کیا دھرا ہے۔

جب ابو براء نے یہ بات سنی تو اسے عامر کی بدعہدی سخت ناگوار لگی۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ تفسیر مظہری ۲/۱۷۳ کی ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

قبیلہ رعل وذکوان، عصبہ اور بن لحیان کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے دُشمنوں کے خلاف مدد کے طلبگار ہوئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستر انصار قراء صحابہ کرام علیہم الرضوان روانہ فرما دیئے۔ وہ دِن کو ایندھن کی لکڑیاں تلاش کرتے تھے اور رات کو یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ جب بئر معونہ پر پہنچے تو انہیں غداری کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ (ملخصاً) (تفسیر مظہری ۲/۱۷۳)

صنادید نجد پر کرم کی بارش اور ان کا تعارف

حدیث شریف میں جہاں کہیں نجد اور اہل نجد کا تذکرہ آیا ہے ہر جگہ نجد سے مراد وہ مخصوص علاقہ لیا جاتا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور تیرہویں صدی ہجری تک یہی مراد لیا جاتا رہا۔ مگر جب مدینہ طیبہ کے عین مشرق نجد میں شیطان کے دو سینگ طلوع ہو گئے تو نجد کے معنی و مفہوم میں اور اس کی علمی حیثیت میں بے جا تاویلوں کا دروازہ کھول دیا گیا۔

آیئے دیکھیں جس حدیث میں خوارج و ملحدین کا بالخصوص ذکر ہے اس میں نجد سے مراد کونسا علاقہ ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صنادید نجد (نجد کے سرداروں) کو خوب نوازا، کچھ صحابہ کرام نے یہ خیال فرمایا کہ اس مال سے صرف صنادید نجد کو حصہ دیا گیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا اَتَاَلَّفُھُمْ کہ میرا مقصد ان کی تالیف قلبی (دِلجوئی) ہے۔ (بخاری شریف ۱/۴۷۲)

وہ صنادید نجد یہ تھے۔

عیینہ بن بدر جس کے متعلق علامہ عینی فرماتے ہیں عیینہ عین کی تصغیر ہے۔ حصن بن حذیفہ

بن بدر الفزاری اپنے جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہے۔اس کی کنیت ابو مالک ہے۔ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا۔بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل یہ مؤلفۃ القلوب سے تھا' اعراب جفاۃ (جفاکش بدوی) سے تھا زمانہ جاہلیت میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور دس ہزار اونٹ ہانک لے جاتا تھا۔توضیح میں ہے کہ یہ منافقین سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی مشکیں باندھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خدمت میں بھیج دیا۔یہ پھر مسلمان ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔(امام بدرالدین عینی:عمدۃ القاری ۸/۱۸)

اس کے قبیلہ بنوفزارہ کے متعلق منجد میں لکھا ہے کہ:

فزارہ:بنوفزارہ شمالی عرب سے تعلق رکھنے والے قبیلے کا نام ہے جو غطفان کی دوشاخوں میں سے ایک شاخ ذبیان کا بطن ہے۔نجد میں وادی الرمہ میں آباد ہوئے اور بت پرستی کی۔خلال ۶۲۶ء میں مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا ۶۳۰ء میں مسلمان ہو گئے' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسلام کی طرف لوٹایا۔(المنجد ۲/۵۲۷)

صنادیدنجد کے دوسرے فرد کا نام تھا حضرت اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ سر سے گنجے تھے اس لیے ان کا نام اقرع بن گیا) بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع التمیمی المجاشعی یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔

(امام بدرالدین عینی:عمدۃ القاری ۸/۱۸)

صنادیدنجد کے تیسرے فرد حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ تھے۔ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:
زید بن المہلہل بن زید بن منہب الطائی' یہ بنوطی کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام زید الخیل کی بجائے زید الخیر رکھا' انہیں زید الخیل کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس بڑی اعلیٰ نسل کے گھوڑے ہوا کرتے تھے۔یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک مین ہی اِنتقال فرما گئے۔شاعر' محسن' خطیب' صاحب اللسان' شجاع اور کریم تھے۔انہوں نے اِسلام سے قبل عامر بن

طفیل کو گرفتار کر کے اس کی پیشانی کاٹ دی تھی۔(عمدۃ القاری:۸/۱۸)

صنادیدنجد کے چوتھے فرد حضرت علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب الکلابی العامری ہیں۔یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حوران کا گورنر بنایا تھا۔ان کا وہیں اِنتقال ہوا۔(عمدۃ القاری ۸/۱۸)

منجد میں لکھا ہے:

کلاب بن ربیعہ عرب کے بڑے قبیلوں میں سے ایک ہے یعنی یہ قبیلہ ربیعہ کی ایک بڑی شاخ ہے۔

غزوۂ حنین کے بعد جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا جس میں ذوالخویصرہ نے زبان درازی کی تھی اس میں قبیلہ ہوازن کے اموال بھی تھے اور اہل وعیال بھی۔حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو زیادہ سے زیادہ نوازا جس میں مذکورہ بالا چار اصحاب (صنادیدنجد) بھی تھے (یہ واقعہ بڑا اِیمان افروز ہے مگر طوالت سے بچتے ہوئے آخری حصہ پیشِ خدمت ہے) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دِن تک مالِ غنیمت تقسیم نہ فرمایا۔اس امید پر کہ یہ لوگ ہر قسم کے مال ومتاع اور اہل وعیال سے محروم ہو گئے ہیں میری خدمت میں آئیں گے تو میں ان پر مہربانی فرمادوں گا مگر کافی اِنتظار کے باوجود حاضر نہ ہوئے تو ان کا مال واسباب اور جنگ میں گرفتار شدہ مستورات واولاد کو تقسیم کر دیا گیا۔اِن عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا۔

پھر کیا ہوا چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ عمرو کے دادا سے راوی ہیں کہ ہم بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے کہ ہوازن کا وفد حاضر ہوا۔عرض کرنے لگا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایک اصل اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' ہم مصیبت میں گرفتار ہیں آپ جانتے ہی ہیں۔فَامْنُنْ عَلَيْنَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ۔

ہم پر اِحسان فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ پر اِحسان اور کرم فرمائے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں اور اموال میں سے ایک چیز اِختیار کر لو (جو تمہیں واپس کر دی جائے) وہ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے ہمیں حسب اور مال میں سے ایک چیز کا اِختیار دیا ہے ہم اپنے اہل وعیال کو اِختیار کرتے ہیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا اور

بنوعبد المطلب کا حصہ واپس کیا جاتا ہے نیز فرمایا:

فاذا صلیت الظھر فقوموا فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین اوالمسلمین فی نسائنا وابنائنا۔

جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو کھڑے ہوکر عرض کرنا یارسول اللہ! ہم اپنے اہل و عیال کے سلسلہ میں مسلمانوں پر آپ کی مدد کے طلبگار ہیں۔

اُنہوں نے ایسا ہی کیا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اور بنوعبد المطلب کے حصہ کا مال واپس کیا جاتا ہے۔

مہاجرین نے عرض کیا: ماکان لنا فھو لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں انصار نے بھی یہی عرض کیا۔

فقال الاقرع بن حابس اما انا وبنو تمیم فلا اقرع بن حابس کہنے لگے میرا اور بنوتمیم کا حصہ ہم واپس نہیں کریں گے۔

عباس بن مرداس نے بھی اسی طرح اِنکار کردیا تو اُن کے قبیلے کے لوگ کھڑے ہوکر کہنے لگے تم جھوٹ کہتے ہو۔ما کان لنا فھو لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(نسائی شریف ص ۱۳۶/ج ۲)

یہ واقعہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب مختصر سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ص ۲۱۴-۲۱۵ پر بھی موجود ہے۔

بنوتمیم کا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اِظہارِ تعلی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں متعدد وفود حاضر خدمت ہوئے اور بڑے باکمال وحسن اخلاق کا مرقع نظر آئے اور اپنے دامنِ مراد کو خوب خوب بھر کے لے گئے اور مسلمانوں کے دِلوں میں عظیم یادگاریں چھوڑ گئے۔ مگر بنوتمیم کا وفد نرالی شان سے آیا جسے شیخ محمد عبد الوہاب نجدی نے مختصراً بیان کیا ہم اس کا خلاصہ عرض کررہے ہیں کہ عطارد بن حاجب تمیمی بنوتمیم کے اشراف کے ساتھ بنوتمیم کے قیدیوں کے متعلق بات چیت کرنے حاضر ہوا

جنہیں محرم ۹ ھ میں عیینہ بن حصن فزاری کے سریہ نے گرفتار کرلیا تھا۔ عیینہ بن حصن گیارہ مرد اکیس عورتیں تیس بچے قیدی بنا کر مدینہ طیبہ لے آئے تھے تو اِس سلسلہ میں رؤسا بنوتمیم حاضر ہوئے۔

فلما دخلو المسجد نادوا رسول اللہ من وراء الحجرات وھو فی بیتہ ان اخرج الینا فاذی ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر کھڑے ہوکر ندادی جب کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں موجود تھے کہ ”باہر نکلو“، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچی۔

تو اللہ نے اُن کے بارہ میں سورہ حجرات کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم (الحجرات:۵)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو یہ لوگ کہنے لگے۔

جئنا لنفا خرك فأذَنْ لشاعرنا وخطیبنا۔

ہم آپ کے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ سے اپنے فخر کا اِظہار ومقابلہ کریں لہٰذا ہمارے خطیب اور شاعر کو گفتگو کرنے کی اجازت دو۔

تو عطارد نے بنوتمیم کی طرف سے گفتگو کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کھڑے ہوکر اس کی باتوں کا جواب دو تو آپ نے جواب دیا۔

پھر بنوتمیم سے زبرقان بن بدر نے کھڑے ہوکر فخریہ اشعار پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور اس کا جواب دو تو انہوں نے ان کے فخریہ اشعار کا جواب اشعار میں دیا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس پر شعروں کی آمد ہوتی ہے (کہ توفیق شدہ ہے) اور اقرار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطیب ان کے خطیب سے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاعر ان کے شاعر سے بڑھ کر ہے۔ ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے میٹھی ہیں۔ جب یہ لوگ فارغ ہوئے تو مسلمان ہوگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جائزہ (انعامات) سے نوازا۔ (ابن عبدالوہاب نجدی تیمی۔ مختصر سیرت الرسول ۲۳۸)

بنو تمیم کی شومئی قسمت

ان واقعات سے فقیر کی غرض محض نفس واقعات عرض کرنا ہے تا کہ بنو تمیم کی طبعی وجبلی سوچ کا اندازہ ہو سکے اور جو خوش بخت تمیمی شرف صحابیت ایمان کامل سے مشرف ہوئے وہ ہمارے لیے یقیناً قابلِ صد تکریم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم عنا۔

چونکہ اس خاندان نے اکثریتی طور پر اسلام دُشمنی پر کمربستہ ہونا تھا تو شروع ہی سے ایسے حالات بنتے چلے گئے اور ان کے حصہ میں زیادہ تر محرومی ہی آتی رہی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اونٹنی باہر دروازے پر باندھ آیا اتنے میں بنو تمیم کی ایک جماعت حاضرِ خدمت ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا بنی تمیم ابشر واقالو ابشر تنا فاعطنا فتغیر وجھہ۔

اے بنو تمیم! خوشخبری حاصل کرلو وہ بولے آپ نے ہمیں بشارت سنائی ہے تو عطا کرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہوگیا (کہ انہوں نے دُنیا کو ترجیح دی ہے)۔

ایک روایت اس طرح ہے۔

قالو ابشر تنا فاعطنا مرتین۔

انہوں نے دو مرتبہ کہا آپ نے بشارت دی ہے تو کچھ عطا کرو پھر آپ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خدمت میں اہلِ یمن کا وفد حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اقبلوا البشری یا اھل الیمن اذلم یقبلھا بنوتیمیم قالو قبلنا یارسول اللہ جئناك نسئلك عن ھذا الامر۔

اے اہلِ یمن! بشارت قبول کرلو جب کہ بنو تمیم نے اسے قبول نہیں کیا وہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ہم نے بشارت قبول کی پھر عرض کرنے لگے ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تا کہ اس امر کے بارہ میں سوال کریں۔

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتداءِ تخلیق کے متعلق ارشادات فرمائے۔

(مختصراً) امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ، بخاری شریف ۱/۴۵۳

بخاری شریف کتاب التوحید میں اس طرح ہے۔ جئناك لنتفقہ فی الدین کہ ہم دین سمجھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اس کی شرح میں امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضبناک ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے انہیں کم علم محسوس کیا کیونکہ انہوں نے فانی دُنیا کی جلد حاصل ہونے والی خواہشات کو باقی رہنے والے آخرت کے ثواب کے سبب وباعث فقہ فی الدین (دین کی سمجھ) پر ترجیح دی ہے۔

(امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ۔ فتح الباری ۴۰۹/ ج ۱۳)

اسی لیے شیخ نجدی تمیمی کے پیروکار آج بھی فقہ کی دُشمنی میں ہر وقت کھولتے رہتے ہیں۔

تمیمیہ عورت کی زوجیتِ رسول سے محرومی

کچھ حضرات حقائق مسخ کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور محض قلم کے زور یا قلب کے غرور کے باعث فضائل کو قبائح اور قبائح کو فضائل کا نام دے کر اپنی بات منوانے کے درپے ہیں جن کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں آئے گا۔ لیکن جن کے نصیب میں ازل سے ہی محرومی لکھی ہو یہ لوگ کب تک ان کی شان میں فرضی قصیدہ خوانی کرتے رہیں گے جب کہ بنو تمیم قبیلہ ایسا محروم وبے نصیب واقع ہوا ہے جس کا اندازہ کرنا کسی آدمی کے بس کی بات نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد شادیاں فرمائیں تا کہ جس قبیلہ کا آپ سے یہ تعلق قائم ہو وہ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالا مال ہوجائے ان میں اسلام راسخ ہو

جائے اور وہ بروز قیامت آپ کے متعلقین کی صف میں کھڑے ہو سکیں اور اس تعلق کی برکات کی ایک جھلک دیکھنا ہو تو حضرت اُم المؤمنین جویریہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہی کافی ہے۔

آپ غزوہ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں تو انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو مکاتب بنا دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف سے زرِ کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔ اس غزوہ میں ان کے قبیلہ کے متعدد افراد گرفتار ہو کر غلام بن چکے تھے۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ یہ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں تو انہوں نے تمام کو آزاد کر دیا۔ ان کی تعداد میں اقوال ہیں۔ علامہ بدر الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وکانت الاسریٰ اکثر من سبعمائة کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے زائد تھی۔ (عمدۃ القاری ص ۲۰۱ ج ۱۷)

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے سو گھر والوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

فما اعلم امراۃ اعظم برکة علی قومها منها ان سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے بابرکت عورت میں نے کوئی نہیں دیکھی۔ (تاریخ ابن کثیر ص ۱۶۱/ ج ۴)

این سعادت بزور بازو نیست

اس کے برعکس بنوتمیم کو یہ سعادتِ عظمیٰ اور نعمت کبریٰ میسر آئی تو وہ اس کی حفاظت نہ کر سکے، نتیجۃً محروم ہی رہے۔ چنانچہ شیخ ابوجعفر طبری متوفی ۶۷۴ ہجری خلاصۃ السیر فی احوال سیّد البشر میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی نے کیا ہے لکھتے ہیں:

تمیمیہ

ایک تمیمیہ عورت سے نکاح ہوتا ہے وہ کہتی ہے اعوذ باللہ منك آپ فرماتے ہیں خدا کی پناہ مانگنے والے کو پناہ ہے جاؤ اپنے گھر جاؤ۔ کہا گیا ہے کہ بعض عورتوں نے انہیں سکھایا تھا کہ تم یہ کہنا اس سے بہت خوش ہوں گے۔ (خلاصۃ السیر فی احوال سیّد البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۶۹)

هناك الزلازل والفتن

لیلیٰ نجد کے مجنونوں نے ایک شخص کی عقیدت میں گرفتار ہو کر حدیثِ نجد کو من پسند معانی

میں ڈھالنے پر بڑا زور صرف کیا ہے مگر وہ کسی ایک جملہ کا صحیح مفہوم بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں کیونکہ ایک جملہ ہے هناك الزلازل والفتن کہ یہاں زلزلے اور فتنے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا یہاں زلزلے اور فتنے ہیں تو کون سی جگہ تھی جہاں اُس وقت زلزلے اور فتنے تھے اور وہ کیا تھے؟ اور اگر اس جگہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ مراد لیا جائے تو حدیث شریف کا مفہوم و مصداق متعین ہو سکتا ہے یا نہیں؟

تاریخ گواہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک میں عراق کے خلاف جہاد کرنے کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی وہاں کوئی مہم بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی حتیٰ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں بھی عراقی باشندوں کے خلاف اہم جنگی کارروائی کرنے کی نوبت نہ آئی جب کہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نجد میں زلزلے برپا ہوتے رہے اور فتنے جنم لیتے رہے۔

نوٹ: نجد ایک وسیع و عریض علاقہ ہے جو کہ المنجد ص ۲/۷۰۶ کے مطابق ۱۳۹۰۰۰۰ مربع کلو میٹر رقبے پر مشتمل ہے اور عرب کے مشہور قبیلے تفہیم القرآن کے نقشہ کے مطابق درج ذیل ہیں:

بنوہوازن، بنوغطفان، بنوسعد، بنوعامر، فزارہ، بنوسلیم، عنزہ، بنواسد، بنوغطفان، اشجع، بنوطے، بنوبکر ربیعہ و مضر، بنوتمیم اور بنوحنیفہ وغیرہ۔

نیز شیخ احمد بن حجر آل بوطامی لکھتے ہیں اور جمہور اہل نجد جیسے بنوتمیم، اسد، ہوازن، غطفان، بنوذھل اور بنوشیبان (قاضی احمد بن حجر آل بوطامی، حیات محمد بن عبدالوہاب ص ۱۰۵)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک کے غزوات و سرایا کی کل تعداد ۸۲ ہے جیسا کہ قاضی سلمان منصور پوری نے لکھا اور ان میں تیئس غزوات و سرایا قبائل نجد کے ساتھ پیش آئے اور اگر غزوۂ خندق کو بھی شامل کیا جائے کہ قبیلہ فزارہ، غطفان، اشجع عنزہ وغیرہ قبائل نجد ان میں شامل تھے تو یہ تعداد چوبیس تک پہنچ جاتی ہے اب اندازہ تو کرو دس سال کے مختصر سے دور میں نجدیوں کے ساتھ چوبیس بار نبرد آزما ہونا پڑا ہو تو اسے هناك الزلازل والفتن کیوں نہ کہا جاتا۔

خلافتِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں

هناك الزلازل والفتن کا منظر

سجاح تمیمیہ کا فتنہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِرشادات پر کلی یقین رکھنے والوں کو تو اس بارہ میں ذرّہ برابر شک نہیں کہ نجد زلزلوں اور فتنوں کی آماجگاہ رہا ہے اور اب بھی ہے۔ لیکن احادیثِ نبویہ کو بے جا تاویلات کے ذریعے مفید مطلب بنانے اور ریال کھرے کرنے والوں کی تسلی کے لئے عرض ہے کہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد خلافت صدیقی میں بھی سب سے زیادہ خطرناک فتنہ، فتنۂ نجد ہی تھا کہ جب حرمین شریفین کے علاوہ قبائل عرب بالخصوص باشندگانِ نجد (ربیعہ ومضر وغیرہ) نے فتنہ ارتداد برپا کر دیا جبکہ اس دور کا فتنہ مسیلمہ کذاب بھی کچھ کم نہ تھا لیکن ان میں جھوٹی نبوت کی نسبت ارتداد کی جہت کمزور تھی لیکن بنوتمیم اس سے بھی چند قدم آگے نکل گیا۔ بنوحنیفہ نے تو مسیلمہ کذاب کی صورت میں جھوٹا نبی گھڑ لیا مگر بنوتمیم نے جھوٹی نبیہ سجاح تمیمیہ نجدیہ کا دامن تھام لیا۔

بنوحنیفہ تو مسیلمہ کذاب کی سرپرستی میں اپنے دفاع کی فکر میں تھے جب کہ تمیمیہ متنبیہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری میں تھی۔ اس بیچاری نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا کرنا تھا مصداق۔

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

اس کی سب کوشش رائیگاں گئی۔ اس کے برعکس صنف نازک ہونے کے ناتے دھوکہ کھا گئی۔ مسیلمہ کذاب کے دامِ تزویر میں پھنس گئی اور وہ وقت بھی آیا کہ جب نجدیوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا کہ مسیلمہ کذاب تمیمیہ متنبیہ پر کمند ڈالنے میں کامیاب ہو گیا اور

اسے اپنے گھر کی زینت بنا لیا۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے قبیلے بنوحنیفہ و بنوتمیم کو ساتھ ملا کر اِسلام کے خلاف سخت ترین لشکر تیار کر لیا۔

اِمام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان سجاحا بفتح المهملة وتخفيف الجيم وآخرها حاء مهملة امراة من بني تميم ادعت النبوة ايضا فتابعها جماعة من قومها ثم بلغها امر مسيلمة فتخادعها الى ان تزوجها واجتمع قومها وقومه على طاعة مسيلمة۔

سجاح، بفتح سین تخفیف جیم اور آخر میں حا مہملہ بنوتمیم کی ایک عورت ہے۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اس کی قوم سے ایک جماعت اس کی پیروکار بن گئی پھر اس تک مسیلمہ کا معاملہ پہنچا تو اس نے سجاح کو دھوکہ دے کر اس سے نکاح کر لیا اب سجاح کی قوم بنوتمیم اور مسیلمہ کذاب کی قوم مسیلمہ کی اِطاعت پر متفق ہو گئی۔

(امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ: فتح الباری ۹۱/ج ۸)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

الخبيثٰت للخبيثين والخبيثون للخبيثات

گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے۔ (النور:۲۶)

اس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

بنوتمیم کے قبائل اور علاقہ جات پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مالک بن نویرہ، وکیع بن مالک، صفوان بن صفوان اور قیس بن عاصم کو عامل مقرر کر رکھا تھا جو کہ انہیں کی قوم سے تھے۔ ان میں سے وکیع بن مالک، قیس بن عاصم اور مالک بن نویرہ مرتد ہو گئے۔ اس دوران سجاح تمیمیہ نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ کا اعلان کر دیا۔ بنوتغلب اور بنوتمر کے سردار بھی اس کے ہمنوا بن گئے۔ مالک بن نویرہ تمیمی اور وکیع بن مالک تمیمی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ابھی یہ لوگ مدینہ طیبہ پر حملہ کا پروگرام طے کر رہے تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا لشکر جرار لے کر اس طرف تشریف لے آئے۔ سجاح تمیمیہ کو لشکر اِسلام کا خوف بھی تھا اور مسیلمہ کذاب کی رقابت کا خطرہ بھی اور مسیلمہ

کذاب کو بھی یہ اضطراب تھا کہ ایک طرف لشکر اِسلام ہے تو دوسری طرف سجاح تمیمیہ اپنی فوج کے ساتھ موجود ہے۔ بالآخر مسیلمہ کذاب نے سجاح تمیمیہ (نجد کی پھولن دیوی) کو خط لکھا کہ تمہارا اِرادہ کیا ہے سجاح نے جواب دیا کہ میں مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونا چاہتی ہوں اور میں نبیہ ہوں' سنا ہے کہ آپ بھی نبی ہیں' لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر مدینہ طیبہ پر حملہ کریں۔

مسیلمہ نے فوراً پیغام بھیجا کہ جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زِندہ تھے اس وقت تو میں نے آدھا ملک ان کے لیے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے۔ لیکن چونکہ تم بھی نبوت کی مدعیہ ہو لہٰذا میں آدھی پیغمبری تمہیں دے دوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے لشکر کو چھوڑ کر تنہا میرے پاس چلی آؤ تاکہ تقسیم پیغمبری اور مدینہ طیبہ پر حملہ کے متعلق گفتگو اور مشورہ ہو سکے۔

سجاح یہ پیغام پاتے ہی مسیلمہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ مسیلمہ نے اپنے قلعے کے سامنے ایک خیمہ نصب کرایا' سجاح کو اس میں اُتارا' دونوں کی بات چیت ہوئی' سجاح نے مسیلمہ کی پیغمبری کو تسلیم کرلیا اس پر ایمان لائی پھر دونوں کا نکاح ہوگیا۔ نکاح کے بعد سجاح تین دِن تک مسیلمہ کے پاس رہی۔ (عامہ کتب تاریخ)

خلیفہ اوّل کے دور کا سب سے بڑا فتنہ یہی تھا اگر تمیمیہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتی تو پھر کیا ہوتا؟ باقی سارے فتنے تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھے۔

منجد حصہ تاریخ میں ہے۔

کہ بنو تمیم کی سجاح نامی عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس طرح فتح المجید شرح کتاب التوحید للشیخ النجدی ص ۲۸۰ پر درج ہے سجاح من بنی تمیم۔

طلیحہ اسدی کا فتنہ

نجد میں ہی آباد ایک قبیلہ بنو اَسد (منجد حصہ تاریخ ص ۱۴۱) کے ایک فرد طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور یہ بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی ھناک الزلازل والفتن کی عملی تصدیق تھی اُس فتنے کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

استدلالِ قرآنی

مسیلمہ کذاب کا فتنہ

مسیلمہ کذاب کا فتنہ بھی بہت بڑا فتنہ تھا جو نجد میں برپا ہوا تھا جس میں چالیس ہزار نجدیوں کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرہ ہزار نفوس قدسیہ پر مشتمل لشکر اِسلام لے کر نکلے اور حروب ارتداد میں سب سے سخت لڑائی نجد کی سرزمین پر لڑی گئی۔ سات سو قراء صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِس دوران بنو حنیفہ کا ایک سردار مجاعہ بن مرارہ مکاری اور چالبازی سے کام لیتے ہوئے تہہ تیغ ہونے سے بچ گیا تو جب اس کے بچ جانے کی خبر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

لیتہ حملھم علی السیف فلن یزالوامن کذابھم فی بلیة الی یوم القیامة الا ان یعصمھم اللہ۔

کاش! کہ خالد انہیں بھی تہہ تیغ کر دیتے وہ قیامت تک اپنے کذابوں کی وجہ سے مصیبت کا شکار رہیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بچالے۔

(شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی: مختصر سیرت الرسول ص ۲۸۸)

ستدعون الی قوم اولی بأس شدید (سورۃ الفتح: ۱۶)

''عنقریب تم سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے''۔

کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

قال الزھری و مقاتل و جماعة ھم بنوحنیفة اھل الیمامة و احباب مسیلمة الکذاب قال رافع بن خدیج کنا نقرء ھذالآیة ولا نعلم من ھم حتّٰی دعی ابوبکر ؓ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الی قتال بنی حنیفة فعلمنا انهم هم وهذا قول اکثر المفسرین۔

(تفسیر مظہری ص ۲۲، ج ۹)

زہری مقاتل اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اس سے بنوحنیفہ یمامہ کے باشندے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھی مراد ہیں۔ حضرت رافع بن خدیج صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ آیت پڑھتے تو تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنوحنیفہ نجدیوں کے خلاف جہاد کی دعوت دی تو ہمیں پتہ چلا کہ اس آیت سے یہ لوگ مراد ہیں۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے:

اس مختصر کتاب میں ان تمام واقعاتِ پُرفتن کا ذکر کرنا تو بہت مشکل ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ خلافتِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ ارتداد جس زور شور سے پھیل گیا تھا اس میں منبع شرارت اور مرکز بغاوت یہی منحوس خطہ تھا۔ دوسرے علاقوں میں فتنہ ارتداد معمولی نوعیت کا تھا جب کہ نجد کی اکثریت اس میں مبتلا ہوگئی تھی۔ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی غیر متزلزل قوت ایمانی اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت کاملہ اور ربّ قہار کی ننگی تلوار حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کا اثر تھا کہ ان تمام فتنین گروہوں پر غلبہ پا کر اِسلام کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر استوار فرما دیا۔ (جزاهم الله تعالیٰ عنا خیر الجزاء)

دورِ فاروقی اور بنوتمیم

جو خوش نصیب ابتداءً ہی فتنہ ارتداد سے محفوظ رہے انہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ محاذ جنگ پر بھیج دیا تھا۔ اس کے باوجود کہ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ذوالخویصرہ تمیمی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی، جو نہ ملی اور اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا تھا کہ اس کی نسل سے اپنے لوگ پیدا ہوں گے اور اس کے اور ساتھی بھی ہیں۔ (جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے)

اِن کے دور میں جب کسی منافق کی شرارت آپ کے علم میں لائی جاتی تو آپ حدیثِ طیبہ کے مطابق ان علامات کو تلاش کرتے۔ چنانچہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں کہ ابوعثمان نھدی بیان

کرتے ہیں کہ بنو یربوع یا بنوتمیم کے ایک آدمی نے (بنو یربوع بنوتمیم کی ہی ایک شاخ ہے: جلالی) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے الذاریات والمرسلات والنازعات کے متعلق یا ان میں سے بعض سورتوں کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ضع عن رأسك فاذا له وفرة کہ سر سے کپڑا اُتارو دیکھا کہ اس کے سر پر زُلفیں ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اما والله لو رایتك محلوقا لضربت الذی فیه عیناك۔

اللہ کی قسم اگر میں تیرا سر منڈا ہوا دیکھتا تو تیرا سر قلم کر دیتا۔

ابوعثمان کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اہل بصرہ کی طرف یا کہا کہ ہماری طرف پیغام بھیجا کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھنا۔ ابوعثمان کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس آتا اور ہم سو آدمی بیٹھے ہوتے تو جدا جدا ہو جاتے۔ اسے اموی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(شیخ ابن تیمیہ-الصارم المسلول ص ۱۸۸)

تفسیر ابن کثیر میں یوں لکھا ہے کہ:

حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں کہ صبیغ تمیمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا اے امیر المومنین مجھے ذاریات کے متعلق خبر دیں تو آپ نے فرمایا یہ ہوائیں ہیں اگر یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو بیان نہ کرتا۔ پھر اس نے والمقسمات امرا کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ ملائکہ ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا نہ ہوتا تو ذکر نہ کرتا۔ اس نے والجاریات یسرا کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ کشتیاں ہیں اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح سنا نہ ہوتا تو نہ کہتا۔

پھر آپ نے اُسے سو کوڑے لگوا کر ایک مکان میں قید کر دیا جب وہ صحت یاب ہوا تو سو کوڑے اور لگوائے اور کجاوے پر بٹھا دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیں وہ کچھ عرصہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی پختہ قسم اُٹھا کر کہنے لگا کہ اب میرے دِل میں

وہ بات نہیں رہی جو پہلے تھی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی کیفیت لکھ بھیجی تو آپ نے جواباً لکھا کہ میرا خیال ہے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے لہٰذا اسے لوگوں میں بیٹھنے کی اجازت دے دو۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۱/ ج ۴)

خلافت عثمانی اور بنو تمیم

جب دورِ فاروقی میں بصرہ و کوفہ آباد کیے گئے تو ان میں بنو تمیم بکثرت آباد ہو گئے۔ (جیسا کہ آگے آئے گا) جب یہ لوگ نجد یمامہ میں تھے تو وہاں فتنے برپا کرتے رہتے تھے اور جب یہ عراق میں وارد ہوئے تو انہوں نے یہاں بھی اپنی روش کے مطابق شر و فساد کو خوب شہ دی۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت میں بنو تمیم کے (عراق کی طرف نقل مکانی کرنے والے) افراد پیش پیش تھے۔ خلیفہ راشد امام مظلوم سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ایک انتہائی ناقابل بیان واقع پیش آیا اور یہ واقعاتِ بغاوت میں سب سے زیادہ قبیح ہے، کہ جب حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو ایک آدمی ان میں شامل ہو گیا۔ اس نے جناب کے چہرہ مبارک اور ڈاڑھی شریف سے کپڑا اُٹھا کر آپ کے روئے تاباں پر تھپڑ مار دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اس کی اس جسارت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے قسم اُٹھا رکھی تھی کہ وہ ان کو تھپڑ رسید کرے گا۔ آپ کی زندگی میں ایسا نہ کر سکا تو ان کے وصال کے بعد اس نے اپنی بدبختی اور بغض کا اظہار کیا۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ خشک کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۲۰۰/ ج ۷)

اتنا بدنصیب کون ہو سکتا ہے تو تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر حماقتوں اور قباحتوں کی طرح یہ شقاوت بھی بنو تمیم کے حصے میں آئی اور جب اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی اُن پر برسنا شروع ہوئی تو ان کی گمراہی کے متعلق لوگوں کے خیالات اور زیادہ پختہ ہو گئے۔

حجاج بن یوسف جب گورنر بن کر کوفہ پہنچا تو لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں تو حجاج بن یوسف نے انہیں تنبیہ کرنے اور ڈرانے دھمکانے کے لیے خطبہ دیا تو اس دوران عمیر بن ضابی تمیمی حنظلی کھڑا ہو کر کہنے لگا اس (چہ میگویاں کرنے والی) جماعت میں میں بھی موجود تھا۔ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور بیمار ہوں، یہ میرا بیٹا مجھ سے جوان ہے۔ حجاج نے پوچھا تو کون ہے؟

جواب دیا عمیر بن ضابی تمیمی کیا تم نے ہماری کل کی گفتگو سنی تھی؟ حجاج نے کہا ہاں۔ حجاج نے کہا کیا تو وہی نہیں ہے۔ جس نے حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اس نے فوراً کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ حجاج نے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ جواباً کہنے لگا کہ انہوں نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ ضابی تمیمی بھی باغی ہی تھا)

حجاج نے کہا کیا تمہارے باپ نے یہ نہیں کہا تھا۔

همت ولم افعل و كدت وليتنى

فعلت و وليت البكاء حلائلہ

حجاج نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ کوفہ و بصرہ کی صلاح و عافیت تیرے قتل کرنے میں ہے۔ پھر سپاہی کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں۔ اس نے عمیر کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا (الی روایت ہے کہ حجاج بن یوسف عمیر بن ضابی تمیمی کو شناخت نہ کر سکا حتیٰ کہ عتبہ بن سعید نے اُسے بتایا۔

ايها الا ميران هذا جاء الى عثمان رضى الله عنه بعد ما قتل فلطم وجهه فامر الحجاج عند ذالك بقتله۔

کہ اے امیر یہ وہی ہے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد...... (العیاذ باللہ) تو حجاج نے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

(حافظ ابن کثیر دمشقی۔ البدایہ والنہایہ ۹/۱۱)

بنو تمیم اور فتوائے بدعت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ آج کے مسلمان تو کجا قرونِ اُولیٰ کے افاضل الناس تک کے مقدس حضرات پر بھی بنو تمیم نے بدعت کا فتویٰ لگایا۔ چنانچہ الملل والنحل ص ۵۶ پر ہے کہ زیاد کے زمانہ میں ایک خارجی تمیمی عروہ بن اذینہ کو گرفتار کر کے زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس خارجی تمیمی نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بدعت و کفر کا فتویٰ لگایا۔ یاد رہے کہ فتویٰ بدعت کی بنیاد قطعی دوزخی ابولہب نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بدعت کا فتویٰ لگا کر رکھی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر ۴/۵۶۴)

خلافتِ حیدری اور بنو تمیم

غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب فتنہ فساد کی جڑ اور بنیاد کا تعین فرما دیا تو ظاہر ہے کہ اِس نے اپنی شاخیں بھی نکالنا تھیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِرشادِ گرامی لایزالون یخرجون کہ (ذوالخویصرہ کی نسل سے لوگ) ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے اور امیر المؤمنین تاجدار ہل اتی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بالخصوص وصیت فرمائی کہ تمہارے دور میں یہ لوگ ظاہر ہوں گے تو ان کا خوب خوب قتل کرنا اور فرمایا۔

انھم شر الخلق والخلیقۃ کہ وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے تو صادق ومصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِرشاد کے مطابق یہ خارجی لوگ ظاہر ہوئے اور اُنہوں نے فتنہ وفساد برپا کیا ان کی مختصر داستان یہ ہے۔

حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے قاتلین سے قصاص لینے کے متعلق جب جھگڑا کھڑا ہو گیا اور جنگ وجدال تک نوبت پہنچ گئی۔عراق کے علاقہ صفین پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر صف آراء ہو گئے۔کئی ماہ کی لڑائی کے بعد جب اہلِ شام کو شکست نظر آنے لگی تو اُنہوں نے نیزوں کے ساتھ قرآن پاک باندھ کر بلند کر دیا اور کہا کہ ہم کتاب اللہ کے فیصلے کی طرف دعوت دیتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں کچھ لوگ جو بڑے پرہیز گار سمجھے جاتے تھے اور بکثرت قرآنِ حکیم کی تلاوت میں مصروف رہتے اور زُہد واتقاء میں مشہور تھے لڑائی سے پیچھے ہٹ گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ان کا بنیادی اِعتراض یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم مان کر قرآن حکیم کی مخالفت کی ہے اور دائرہ اِسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند کوشش کی کہ یہ لوگ راہِ راست پر آ جائیں مگر یہ اپنی بات پر اڑے رہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُنہیں سمجھانے کے لیے خطبہ اِرشاد فرما رہے تھے تو اُنہوں نے ہر طرف شور برپا کر دیا:

ان الحکم الا للہ کہ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔آپ نے فرمایا:

کلمۃ حق ارید بھا الباطل کہ یہ کلمہ حق ہے اور ان کی مراد باطل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہیں کریں گے اور نہ ہی مال فئ سے تمہارا حصہ روکیں گے اور جب تک تم زمین میں فساد نہیں کرتے ہم تمہارے ساتھ قتال نہیں کریں گے۔پھر انہوں نے چار چار، چھ چھ کی جماعتوں کی صورت میں مدائن میں اِجتماع کر لیا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی فہمائش کے لیے ایلچی روانہ فرمایا تو وہ اسے قتل کرنے لگے اور اُنہوں نے اپنا یہ عقیدہ بنا لیا کہ جو آدمی ان کا ہم عقیدہ نہیں وہ کافر ہے اور اس کا خون معاف ہے اور اولاد مباح ہے۔اس طرح انہوں نے فتنہ وفساد اور قتل و غارت شروع کر دی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقرر کردہ والیٔ مدائن حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے تو خوارج نے انہیں قتل کر دیا ان کے ساتھ حاملہ لونڈی تھی اس کا پیٹ چاک کر دیا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس واقعہ پر مطلع ہوئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور نہروان کے مقام پر ان پر حملہ آور ہوئے۔انہیں سخت لڑائی کے بعد قتل کر دیا گیا۔صرف چند خارجی بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں خوارج سے مناظرہ کرنے کے لیے گیا تو ان کی کیفیت یہ تھی۔

لم اراشد اجتھادا منھم وایدیھم کانھم ثفن الابل وجوھھم معلمۃ من آثار السجود۔

ان سے بڑھ کر عبادت میں مشقت کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا اور ان کے ہاتھوں سے یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ وہ اونٹوں کے زمین پر بیٹھنے سے بننے والے نشانات (چنڈیاں) ہیں اور سجدوں کی کثرت سے ان کے چہروں پر نشانات پڑے ہوئے تھے۔(امام ابن حجر عسقلانی۔فتح الباری (ملخصا)۱۲/۲۸۹)

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہو گئے تو آپ ان سے جہاد کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنائی دی کہ یہ لوگ تلاوت کلامِ

الٰہی میں مصروف تھے اور ان میں اصحاب برانس (ٹوپیوں والے) لوگ بھی موجود تھے جو زُہد و عبادت میں ہمہ تن مشغول تھے۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی تلاوت و عبادت کا حال جان کر پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے گھوڑے سے اُتر کر نماز شروع کر دی اور دُعا کی۔

اللّٰھم ان کان فی قتال ھولاء القوم لك طاعة فاذن لی فیه

اے اللہ! اگر اس قوم سے لڑنا تیری اطاعت میں شامل ہے تو مجھے لڑنے کی اِجازت مرحمت فرما۔

فرماتے ہیں اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا' جب میرے بالمقابل آئے تو فرمایا:

تعوذ باللہ من الشك یا جندب اے جندب! اس شک سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو کر بارگاہِ حیدری میں حاضر ہوئے تو کسی نے آ کر اِطلاع دی کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کو مسلمانوں کی ضرورت ہے؟ خوارج نے نہر کاٹ دی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہاں کاٹی ہو گی؟ اسی طرح دوسرے اور تیسرے آدمی نے آ کر نہر کاٹنے کی اِطلاع پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے نہر نہیں کاٹی ہوگی اور نہ وہ ایسا کریں گے (اس سے مقصود یقینی اِطلاع اور شہادات کی کثرت تھا تاکہ ان کے فساد کے بارہ میں کسی کو کوئی شک نہ رہے:-جلالی) حضرت جندب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اکبر (یعنی تعجب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک توثیق نہیں فرما رہے) میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے فرمایا:

سابعث الیھم رجلا یقرء المصحف یدعوھم الی کتاب اللہ وسنة نبیھم فلا یقبل الینا بوجھه حتّٰی یرشقوہ بالنبل ولا یقتل منا عشرة ولا ینجو منھم عشرة۔

''میں ان کے پاس ایک آدمی بھیجوں گا جو قرآن پڑھے گا اور اُنہیں کتاب اللہ و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دے گا اور وہ ہمارے پاس واپس نہیں

آئے گا یہاں تک کہ وہ انہیں تیروں کا نشانہ بنائیں گے اور ہمارے دَس آدمی بھی شہید نہیں ہوں گے' اور ان سے دَس آدمی بھی بچ کر نہیں جائیں گے''۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم خوارج کے پاس پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی ان کی طرف روانہ کیا تو ایک خارجی نے اسے تیر کا نشانہ بنایا جب وہ ہماری طرف متوجہ ہوا تو زمین پر بیٹھ گیا (مرتبہ شہادت پا گیا) تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ دونکم القوم ان خارجیوں کو پکڑ لو فما قتل منا عشرة ولا نجا منھم عشرة تو ہمارے دَس آدمی بھی شہید نہ ہوئے اور ان کے دَس آدمی بھی نہ بچے۔

(امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۲۹۶/ج ۲)

امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ عبدالقیس کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں خارجیوں کی قید میں تھا۔ ہم نہر کے قریب ایک بستی میں پہنچے اتنے میں بستی سے ایک خوفزدہ آدمی باہر آیا۔ خارجی کہنے لگے تمہیں کوئی خوف نہیں۔ پھر اس طرف سے نہر کاٹ دی اور کہنے لگے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ ہو؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں۔ وہ بولے تو ہمیں ان سے سنی ہوئی کوئی حدیث سناؤ تو انہوں نے یہ حدیث سنائی۔

یکون فتنة فان استطعت ان تکون عبد اللہ المقتول فکن

کہ فتنہ برپا ہوگا اس دوران اگر تم عبداللہ مقتول بن سکو تو (یہ سعادت حاصل کر لینا) بن جانا اس پر خارجیوں نے اُن کو آگے لا کر ان کا سر قلم کر دیا اور ان کی حاملہ لونڈی کا پیٹ چاک کر کے بچے کو کاٹ ڈالا۔

فتح الباری اور عمدة القاری میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ خارجی حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہما کے توشہ دان کے پاس سے گزرے تو ایک خارجی نے اس سے ایک کھجور اُٹھا کر منہ میں رکھ لی تو تمام خارجی چلا اُٹھے ارے معاہد ہے (جسے ہم نے امن دے رکھا ہے) اس کی کھجور کھانا جائز نہیں یہ تیرے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

انا اعظم حرمة من هذه التمرة کہ اس کھجور کی نسبت میری عزت وحرمت زیادہ ہے۔ تو خارجیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ایک اور بھی واقعہ پیش آیا کہ خارجی حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو یرغمال بنا کر لے جارہے تھے تو انہیں راستے میں ایک خنزیر نظر آیا۔ ایک خارجی نے اسے زخمی کر دیا تو دوسرا خارجی کہنے لگا ارے (اللہ کے ولی تبلیغی جماعت کی اصطلاح کے مطابق۔ جلالی) تم نے ایسا کیوں کیا یہ تو ذمی کا خنزیر ہے۔ وہ خارجی ذمی کے پاس گیا اس سے معذرت کر کے اسے راضی کیا۔ اسی دوران کھجور کے درخت سے ایک کھجور گری تو ایک خارجی نے پکڑ کر منہ میں ڈال لی تو دوسرے خارجی نے کہا کہ اجازت اور قیمت ادا کیے بغیر یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ اس کے باوجود حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا معاملہ یہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲۹۸/ج۲)

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو پیغام بھیجا کہ عبداللہ کا قاتل ہمارے حوالے کرو۔ خارجی بولے ہم تمام اس کے قاتل ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے قتال کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان کے قتال سے فارغ ہو کر فرمایا: ذوالثدیہ (جس کا ایک بازو پستان کی طرح تھا) کو تلاش کرو اسے تلاش کیا گیا' مگر نہ ملا۔ آپ نے دوبارہ تلاش کا حکم دیا وہ پھر نہ ملا۔ آپ نے فرمایا میں نے کذب بیانی نہیں کی اور نہ ہی مجھ سے خلاف واقعہ بات کہی گئی ہے اسے پھر تلاش کرو۔ مسلسل تلاش کے بعد وہ ایک گڑھے میں دوسری لاشوں کے نیچے پڑا ملا۔ اس کے بازو پر بلی کی مونچھوں کی طرح بال تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اس کا مل جانا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آیا۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھے تو ایک مسافر آیا' کہنے لگا کہ میں عمرہ کی سعادت حاصل کر کے آرہا ہوں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو انہوں نے پوچھا تھا کہ خروج کرنے والے کون لوگ تھے؟ تو میں نے عرض کیا ہمارے قریب حروراء نامی ایک بستی ہے (خوارج کو اس بناء پر حروری بھی کہتے ہیں۔ جلالی) جہاں یہ لوگ رہتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

کے متعلق خوب بتا سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت علی نے کلمہ طیبہ پڑھا اور نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو وہاں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کیف انت وقوم یخرجون من قبل المشرق وفیهم کان یده ثدی حبشیة۔ اے علی! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی ان میں سے ایک آدمی کا بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا میں نے قسم دے کر تمہیں ان کے متعلق خبر نہ دی تھی کہ ان میں ذوالثدیہ موجود ہوگا تو ساتھیوں نے عرض کیا آپ نے فرمایا تھا۔

ابومریم فرماتے ہیں کہ میں نے بار بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ ایسے لوگ ہوں گے جن میں ایک اس طرح کا آدمی ہوگا۔

فتح الباری میں یہ عجیب روایت بھی موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے کون پہچانتا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا ہم اسے پہچانتے ہیں اس کا نام حرقوص ہے اور اس کی ماں بھی یہاں قریب ہی موجود ہے۔ آپ نے اس کی والدہ کو بلوایا تو اس نے بتایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں بکریاں چرا رہی تھی کہ سائبان کی طرح کسی چیز نے مجھے آکر گھیر لیا جس سے میں حاملہ ہوگئی اور یہ پیدا ہوا۔ (فتح الباری کتاب استتابة المرتدین (ملخصاً) جلد۱۲ ص۲۹۶)

وصیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں فلاں وادی سے گزر رہا تھا کہ ایک آدمی کو بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مصروف پایا تو حکم ہوا۔

اذهب الیه فاقتله جاؤ اسے قتل کر دو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہے تو اسے قتل کرنا پسند نہ کیا واپس چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ جاؤ اسے قتل کر دو۔ آپ بھی اُسے نماز میں دیکھ کر واپس چلے آئے۔ پھر حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم اسے قتل کرآؤ۔ آپ گئے تو اسے نہ پایا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ اور اس کے ساتھی قرآن پاک پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دِین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر پار ہو جاتا ہے پھر وہ واپس دِین میں نہیں لوٹیں گے:

فاقتلوهم هم شر البرية اُنہیں قتل کرنا کہ وہ بدترین لوگ ہیں۔

(فتح الباری ص ۱۲/۲۹۹)

اور بالخصوص حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارہ میں وصیت فرمائی جس کی گواہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں (جیسا کہ گزر چکا ہے) اور یہ بھی اِرشاد ہے کہ ان کو قتل کرنے میں بڑا اجر ہے روزِ قیامت تک۔

اِمام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قال ابن هبيرة وفي الحديث ان قتال الخوارج اولى من قتال المشركين والحكمة فيه ان في قتالهم حفظ رأس مال الاسلام وفي قتال اهل الشرك طلب الربح۔

ابنِ ہبیرہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ مشرکوں کی نسبت خارجیوں کو قتل کرنا اُولیٰ اور بہتر ہے اِس میں حکمت یہ ہے کہ خارجیوں کے قتل سے اِسلام کا راس المال (اصل سرمایہ) محفوظ ہوگا اور مشرکین کو قتل کرنے میں نفع طلب کرنا ہے۔ (فتح الباری ۱۲/۲۹۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تائید و توثیق اور خوارج کی سرکشی کو یوں بھی بیان فرمایا۔

تمرق مارقة عند فرقة المسلمين يقتلها اولى الطائفتين بالحق۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۲۲/ ج ۶)

کہ مسلمانوں میں اِختلاف کے وقت ایک گروہ نکلے گا جسے وہ جماعت قتل کرے گی جو کہ حق کے زیادہ لائق و قریب ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بوڑھے ہوگئے اور آپ کے ہاتھ کانپتے تھے تو اس دوران فرمایا:

قتالهم عندي احل من قتال عدتهم من الترك۔

کہ میرے نزدیک ان خوارج کی مقدار میں ترکیوں (جو کہ اس دور میں کافر تھے) سے قتال کرنے کی نسبت ان سے قتال کرنا زیادہ حلال ہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور نجدی و تمیمی

خلیفہ رابع و راشد حضرت امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطورِ خاص وصیت فرمائی کہ ان کا اچھی طرح صفایا کرنا تو آپ نے اس حکم کی خوب تعمیل کی کہ اپنی جان کا نذرانہ تک پیش کر دیا اور آپ کی شہادت انہیں لوگوں کی کارستانی کا نتیجہ تھی جن کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ وہ نجدی الاصل تھے۔ خلاصہ عرض ہے:

اشقى الناس عبد الرحمٰن بن ملجم حميري ثم كندي حليف بنوحنيفه (تاریخ ابن کثیر) المنجد ص ۵۹۵/ ج ۲ میں لکھا ہے کہ بنوکندہ یمن کے باشندے تھے پھر حجاز و نجد میں آ کر آباد ہوگئے۔ تو یہ بنوحنیفہ کے حلیف تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنوحنیفہ نجدی قبیلہ کے حلیف بھی نجدی ہی ہوں گے لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہوگا عبدالرحمٰن ابن ملجم کندی نجدی۔

(۲) برک بن عبد اللہ تمیمی اور (۳) عمرو بن بکر تمیمی تینوں نجدیوں خارجیوں مزید برآں دو تمیمیوں نے مل کر نہروان کے مقتول خوارج پر اِظہارِ افسوس کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ان کے بعد ہماری زندگی کا کیا فائدہ ہمیں چاہیے کہ ان ائمہ ضلال کو قتل کر کی راحت پالیں، ابن ملجم نجدی نے کہا کہ میں (حضرت سیّدنا امام برحق) علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔ برک بن عبد اللہ نجدی تمیمی نے کہا میں (حضرت سیّدنا امیر) معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکر تمیمی نجدی کہنے لگا کہ (حضرت سیّدنا) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری مجھ پر رہی۔ اس طرح انہوں نے سترہ رمضان المبارک کو اپنے اپنے ہدف پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنایا، اپنی تلواروں کو زہر آلود کیا۔ ابن ملجم کوفہ چلا آیا۔ دوسرے خوارج کو اس بارہ میں اِطلاع نہ دی۔ ایک دِن خارجی اہل نہروان کا رونا رو رہے تھے تو اس دوران ایک

خارجیہ عورت جس کا بھائی اور باپ خوارج کی جنگ میں مارے جاچکے تھے اور وہ خود جامع مسجد کوفہ میں عبادت وریاضت کے لیے گوشہ نشین ہوکر چلہ لگارہی تھی اور اپنے حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھی ان کے پاس آگئی۔ اسے دیکھتے ہی ابن ملجم نجدی کی عقل خیرہ ہو گئی اور اپنا اصل مقصد بھول گیا اسے نکاح کا پیغام دیا تو اس عورت نے کہا حق مہر یہ ہوگا۔

(۱) تین ہزار درہم

(۲) ایک غلام اور ایک لونڈی

(۳) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر جسے ابن ملجم نجدی نے منظور کرلیا۔ وہ اسے مسلسل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھڑکاتی رہی ایک دِن ابن ملجم نے شبیب بن نجدہ اشجعی حروری (نوٹ اشجع نجد کے مشہور قبیلہ غطفان کی ایک شاخ ہے لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہوگا شبیب بن نجدہ نجدی اشجعی) سے کہا تم دُنیا وآخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا بتاؤ طریقہ کیا ہے؟ اس نے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا۔ وہ بڑی مشکل سے رضا مند ہوا ان کے ساتھ ایک اور وردان نامی شخص شامل ہوگیا۔ جس کا تعلق تیم الرباب قبیلے سے تھا۔ اس طرح یہ لوگ سترہ رمضان المبارک کی صبح کو چھپ کر بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کی دعوت دیتے ہوئے سونے والوں کو بیدار کرتے ہوئے آرہے تھے تو اِس دوران وردان اور شبیب نجدی اشجعی نے تلوار ماری جو کہ طاق کو جا لگی پھر ابن ملجم نے آپ کے سر پر تلوار ماری اور خون بہہ کر آپ کی ڈاڑھی مبارک کو رنگین کرنے لگا (ملخصاً تاریخ ابن کثیر ۸۲۳/۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان درست ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا۔

الا احدثك باشقى الناس قال بلى قال رجلان احيمز ثمود الذى عقر الناقة والذى يضربك يا على على هذا يعنى قرنه حتّٰى تبتل منه هذه يعنى لحية۔

یعنی میں تمہیں سب سے زیادہ بدبخت کی خبر نہ دوں؟ عرض کیا فرمائیں۔ فرمایا: دو آدمی ایک قوم ثمود کا وہ سرخ رنگ کا آدمی جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور

دوسرا وہ جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا جس سے تمہاری ڈاڑھی تر ہو جائے گی۔

(تفسیر ابن کثیر ۷۱۵/۴)

اور متفقہ مسئلہ ہے کہ قاتل، قاتل کے مشیر، اس کے حامی اور مددگار سب قاتل ہی شمار ہوتے ہیں جس سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل اور مشیر سب نجدی تھے اور بالخصوص دو تمیمی تھے اور پھر ایک اشجعی نجدی بھی شامل ہوگیا۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ خوارج کا فتنہ خواہ بصرہ میں برپا ہو یا نہروان میں، کوفہ میں ہو یا کسی اور مقام پر در حقیقت یہ فتنہ نجد ہی کی شاخیں ہیں جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هنالك الزلازل والفتن اور ذوالخویصرہ تمیمی کے ساتھی اور ہم قوم ہی ہیں جن کے متعلق اِرشاد ہوا ان من ضئضئى هذا قوما۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان منكم من يقاتل على تاويل القرآن كما قاتلت على تنزيله کہ تم سے ایک آدمی تاویل قرآن پر قتال کرے گا جس طرح میں نے تنزیل القرآن پر جہاد کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے جہاد کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوگا؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سعادت کو اپنے نامہ اعمال کی زینت بنانے کی غرض سے عرض کرتے ہیں تو اِرشاد ہوتا ہے کہ یہ سعادت اس شخص کو حاصل ہوگی جو جوتا درست کر رہا ہے۔ اس وقت حضرت سیّدنا امیر المومنین قاتل الخوارج علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنا جوتا درست کر رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۲۲۳)

جزاء الله تعالىٰ عنا وعن سائر اهل السنة على قتل الخوارج خزلهم الله القهار۔

عہدِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد نجد کی حالت

اِس سلسلہ میں ہم ترجمان ومؤرخ وہابیہ عثمان بن بشیر کی کتاب عنوان المجد فی تاریخ النجد

کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ یہ کتاب تاریخ وہابیہ میں اِنتہائی مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے سعودی حکومت کی وزارت معارف نے بڑے اِہتمام سے شائع کیا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اِس محکمہ کے وزیر الشیخ حسن بن عبداللہ بن حسن شیخ نجدی کی اولاد میں سے ہیں۔

عثمان بن بشیر شیخ نجدی کی تحریک سے قبل کے حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واعلم رحمك الله ان هذه الجزيرة النجدية هي موضع الاختلاف والفتن وماوى الشرور والمحن والقتل والنهب والعدوان بين اهل القرى والبلدان ونخوة الجاهلية بين قبائل العربان' يتقاتلون فى وسط البيوت والاسواق والحروب بينهم قائمة على ساق وتعذرت الاسفار فيها من قديم وحديث والطيب فيها مغلوب تحت يدالخبيث فقال الشيخ الخ۔

(عثمان بن بشیر نجدی عنوان المجد فی تاریخ النجد ۲۴۲)

ترجمہ:

۱- جان لو اللہ تعالیٰ آپ کے حال پر رحم کرے کہ جزیرہ نجد اِختلاف اور فتنوں کا مقام ہے۔

۲- شر و فساد' لوٹ مار' سختیوں' سرکشی' قریہ قریہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر قتل و غارت کا ملجا و ماویٰ ہے۔

۳- قبائل عرب کی جاہلانہ نخوت و تکبر ان کے رگ و ریشہ میں داخل ہے گھروں اور بازاروں کو جنگ و جدال کا میدان بنائے رکھتے ہیں۔

۴- ان کی آپس میں جنگیں ہوتی ہی رہتی ہیں اور سفر کرنا دُشوار رہا ہے۔

۵- یہ سلسلہ قدیم دور سے چلا آ رہا ہے اور چل رہا ہے۔

۶- اِس خطہ میں پاکیزہ افراد مغلوب اور خبیث لوگ غالب اور قابض رہے ہیں تو اس خطہ میں شیخ نجدی نے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔

یہ ہے شیخ نجدی سے قبل نجد کی حالت جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد هناك الزلازل والفتن کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

کرامت کہ نجدی اپنے کذابوں کی وجہ سے قیامت تک مصیبت اور آزمائش میں ہی رہیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بچالے۔ (مختصر سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۸۸)

نجد کی علمی حالت

نجدی چونکہ اِبتداء سے اِنتہا تک فتنہ و فساد ہی میں مبتلا رہا ہے اس لیے سرزمین نجد کوئی جید محدث' کوئی ماہر عالم کوئی فقیہ اجل اور کوئی جامع مؤرخ پیدا نہ کر سکی جس کا اِعتراف عثمان بن بشیر نجدی کی زبانی ملاحظہ ہو۔

وكل علماء جميع الاقطار فى الحرمين والشام ومصر والعراق والمغرب بلاد الترك وبلاد العجم وغير ذالك ار خوا اوطانهم وار خوامن بنا ها وسكنها وتولى فيها وما محدث فيها من الحروب وار خواايضاً علماء هم ومن اخذوا عنه ومن اخذ عنهم ولا سمعنا باحد من علماء نجد وضع شيئا من ذلك والله المستعان

(عنوان المجد فی تاریخ النجد ص ۲۰۰)

ترجمہ: حرمین شریفین' شام' مصر' عراق مغرب' ترکی و عجمی ممالک کے علماء نے اپنے اپنے علاقوں کی تاریخ مرتب کی ہے کہ کس نے آباد کیا؟ کون حکمران بنا' اس میں کون سے حوادث رونما ہوئے' جنگیں ہوئیں وہاں کے علماء کی زندگی کے احوال' وہاں کے علماء نے کن کن سے علم حاصل کیا' ان سے استفادہ کرنے والے کون لوگ تھے یہ سب کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ لیکن ہم نے نہیں سنا کہ کسی نجدی عالم نے اس بارہ میں کوئی معمولی تحریر بھی چھوڑی ہو۔ واللہ المستعان۔

(پناہ بخدا)

خوارج کے فاسد اور ملحدانہ عقائد

اِمام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

انما فسقوا بتكفيرهم المسلمين مستندين الى تاويل فاسد جرهم ذالك الى استباحة دماء مخالفيهم واموالهم والشهادة عليهم بالكفر

والشرک۔

کہ خوارج اس لیے فاسق قرار پائے ہیں کہ انہوں نے فاسد تاویل کا سہارا لیتے ہوئے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور نوبت بایں جا رسید کہ انہوں نے اپنے مخالفین کے خون اور مال واسباب کو مباح جانا اور انہیں کافر و مشرک قرار دیا۔

(فتح الباری ص ۲۲۰/ ج ۱۲)

نجد کے علاقہ یمامہ میں جب خوارج نجدہ بن عامر حنفی (قبیلہ حنیفہ کا ایک فرد) کے ساتھ ظاہر ہوئے تو انہوں نے اس باطل نظریہ میں مزید شدت پیدا کر دی چنانچہ امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وزاد نجدة علی معتقد الخوارج ان من لم یخرج ویحارب المسلمین فهو کافر ولو اعتقد معتقدهم۔

(نجد کے) نجدہ خارجی نے خوارج کے عقائد میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو آدمی ان کی طرف نہ آئے اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے اگرچہ عقیدہ کے اِعتبار سے وہ خارجی ہی کیوں نہ ہو۔

وعظم البلاء بهم تو سعوا فی معتقدهم الفاسد فابطلوا رجم المحصن وقطعو ید السارق من الابط واو جبوا الصلوٰة علی الحائض فی حال حیضها وکفروا من ترك الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ان کان قادرا۔

یہ مصیبت بہت بڑھ گئی انہوں نے اپنے عقیدوں کو وسعت دیتے ہوئے محصن کے رجم کو باطل قرار دیا چور کا ہاتھ کندھے سے کاٹنے لگے حائضہ پر حالت حیض میں نماز فرض قرار دی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی طاقت ہوتے ہوئے بجا نہ لانے والے کو کافر قرار دیا۔

وان لم یکن قادرا فقد ارتکب کبیرة حکم مرتکب الکبیرة عندهم حکم الکافر و کفوا عن اموال اهل الذمة وعن التعرض لهم مطلقًا وفتکوا فیمن ینسب الی الاسلام بالقتل والسبی والنهب

اور قدرت نہ رکھنے والے کو گناہِ کبیرہ کا مرتکب قرار دیا۔ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر کے حکم میں ہوتا ہے۔ ذمیوں کے اموال سے ہاتھ روکے رکھا اور انہیں مطلقاً کچھ نہ کہا جب کہ اِسلام کے پیروکاروں کو قتل کیا ان کو قیدی بنایا اور ان کے اموال کو لوٹتے رہے۔

(فتح الباری ص ۳۸۵/۱۲)

بارہویں صدی ہجری میں جب ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی اتباع میں خوارج نے پھر سے سر نکالا تو ان کا بنیادی نظریہ بھی یہی تھا۔ چنانچہ شیخ احمد بن حجر آل بوطامی سلفی قاضی قطر لکھتے ہیں:

جنہوں نے توحید کو اچھی طرح پہچان لیا اور اُس کی پیروی بھی کی اور شرک کو بھی جان لیا اور اسے ترک کر دیا لیکن موحدین سے نفرت کرتا ہے اور شرک (عامہ اہل اِسلام۔ جلالی) میں لت پت لوگوں سے محبت کرتا ہے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ (حیات محمد بن عبدالوہاب نجدی ص ۹۸)

(مترجمہ مختار احمد ندوی سلفی مطبوعہ دار الاشاعت امام ابن تیمیہ کراچی)

خوارج کے خود ساختہ مسائل سے ایک مسئلہ طلاق فی الحیض بھی تھا۔ چنانچہ شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال النووی شذ بعض اهل الظاهر فقال اذا طلق الحائض لم یقع الطلاق لا نه غیر ماذون فیه فاشبه طلاق الا جنبیة وحکاه الخطابی عن الخوارج والروافض۔

اِمام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل ظاہر کا یہ شاذ قول ہے کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق دی جائے تو واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس حالت میں طلاق دینے کی اجازت نہیں لہذا یہ اجنبیہ عورت کو طلاق دینے کی طرح ہے۔

اِمام خطابی حکایت کرتے ہیں کہ یہ خارجیوں اور رافضیوں کا قول ہے۔

چند سطور کے بعد اِمام عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام نووی کی بعض اہل الظاہر سے مراد ابن حزم ہے آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔

وقد وافق ابن حزم علی ذالك من المتاخرین ابن تیمیّة کہ (خوارج و

روافض کے فتویٰ کے مطابق) ابن حزم کے اس قول کی متاخرین میں سے ابن تیمیہ نے موافقت کی ہے۔ (فتح الباری ص۳۵۲/۱۲)

خوارج کا عجیب طرزِ عمل

حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ایک موقع پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو خارجیوں کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور اس نے لاحکم الااللہ پکارنا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک خارجی نے عجیب رنگ دکھایا جس کا نمونہ آج کے خارجیوں میں بتمام وکمال نظر آتا ہے۔ جب یہ لوگ درسِ قرآن کے عنوان سے اسٹیج پر بیٹھے ہوں اور مخصوص جرنیلی طرز میں قرآن خوانی کرنے لگیں اور بزعم خویش خالص توحید کی دعوت دینے لگیں تو درجِ ذیل واقعہ پیشِ نظر رکھتے ہوئے پھر اس کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں تو بڑا ذوق پیدا ہوگا اور وہ منظر نظروں کے سامنے آجائے گا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہ لوگ اپنے بغض وعناد کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ واقعہ یوں پیش آیا:

قام رجل وهو واضع اصبعه فى اذنيه يقول ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين۔

کہ اس دوران ایک خارجی کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال کر یہ آیۃ کریمہ پڑھنا شروع کر دی اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا ضائع ہوجائے گا اور ضرور تو خسارے میں رہے گا۔

(البدایہ والنھایہ ابن کثیر ص۲۹۲/۷)

خوارج کی دعوت قرآن وسنت

علامات خوارج میں مذکور ہو چکا ہے کہ قرآن پاک بڑے ذوق سے پڑھیں گے جب کہ قرآن ان کے حلق (گلے) سے نیچے نہیں اُترے گا اور خیر الخلق اِمام الانبیاء وعلیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قول کا دعویٰ کریں گے یعنی اپنی گمراہی پھیلانے کے لیے قرآن وسنت کو ہتھیار بنائیں گے اور حدیث والے (اہلحدیث) کہلائیں گے۔ اِشاعت القرآن والسنہ کی آڑ لیں گے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ انہوں نے مسلمانوں پر فتویٰ شرک کے لیے قرآن پاک کا سہارا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اِمام بخاری علیہ الرحمہ نے باب قتال الخوارج والملحدین کے آغاز میں ہی حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وہ مشہور قول ذکر فرمایا ہے جو ہر دور کے خارجیوں کے درمیان جہت مشترک رہا ہے اور احادیثِ طیبہ کا خلاصہ ہے اور اِنصاف پسند آدمی کے لیے راہِ راست متعین کرنے کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور درجنوں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کو کافی ووافی ہے اور بزعم خویش اہلِ اِسلام میں شرک وبدعت کے رائج ہونے پر سیاہ کیے گئے ہزار ہا اوراق کا ناسخ ہے۔

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق محدث (جس پر الہام ہو) تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے رجل صالح کا خطاب ملا اور انہوں نے اپنی عمر زُہداً اتقاء اور دُنیا سے کامل انقطاع میں گزاری اور اپنے دور میں افضل ترین شمار ہوتے رہے اور ان کا قول فاروقی جاہ وجلال کا آئینہ دار ہوتا۔ آپ کا خوارج کے متعلق عقیدہ ونظریہ یہ تھا:

وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المؤمنين۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خوارج کو مخلوق خدا میں بدترین مخلوق سمجھتے تھے کیونکہ اُنہوں نے یہ طریقہ بنا رکھا تھا کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں ہیں انہیں مومنوں پر چسپاں کر دِیا۔

(بخاری شریف باب قتال الخوارج والملحدین ۱۰۲۴/جلد۲)

اس کی وضاحت تو سعودی حکومت کی طرف سے اشاعت خارجیت کے لیے تقسیم کردہ اس ترجمہ وتفسیر قرآن پر تبصرہ میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ فی الحال صرف بمطابق مشتے نمونہ از خروارے ایک حوالہ پیشِ خدمت کیا جاتا ہے۔ قرآنِ عزیز میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے جو آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وقال انما اتخذتم من دون الله او ثانا مودة بينكم فى الحيوة

الدنیا ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وما واکم النار وما لکم من ناصرین۔(العنکبوت:۲۵)

اس کا ترجمہ بین الاقوامی خارجی مودودی صاحب نے یہ فرمایا:

اور اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: تم نے دُنیا کی زِندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنالیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا اِنکار اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔

اس کی تفسیر میں مودودی صاحب فرماتے ہیں:

یعنی عقیدہ باطلہ پر تمہاری یہ ہیئت اجتماعی آخرت میں بنی نہیں رہ سکتی وہاں آپس کی محبت' دوستی' تعاون' رشتہ داری اور عقیدت کے صرف وہی تعلقات برقرار رہ سکتے ہیں جو دُنیا میں خدائے واحد کی بندگی اور نیکی و تقویٰ پر قائم ہوں۔ کفر و شرک اور گمراہی و بدراہی پر جڑے ہوئے سارے رشتے وہاں کٹ جائیں گے ساری محبتیں دُشمنی میں تبدیل ہو جائیں گی' ساری عقیدتیں نفرت میں بدل جائیں گی' بیٹے اور باپ' شوہر بیوی' پیر اور مرید تک ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔(شیخ ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن ۶۹۲-۶۹۳/ ج ۳)

آپ نے ملاحظہ کرلیا ہوگا کہ کس طرح درجہ بدرجہ بات بڑھاتے گئے اور آخر میں جا کر اپنے اندر کی بات کہہ دی اور اولیائے کرام سے اپنے بغض و عناد کا اظہار بھی کر دیا اور حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ قول کی تائید بھی کر دی۔ قرآن عزیز میں تو بات ہو رہی ہے بتوں کے پجاریوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور انہوں نے اِس میں اولیاء عظام اور ان کے ارادت مند اہلِ ایمان کو بھی شامل کر دیا اور لکھ دیا پیر اور مرید تک ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔(تفہیم القرآن ص ۶۹۳/۳)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کے متعلق یہی تو فرمایا تھا کہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ اور یہ بھی فرمایا:

من قال فی القرآن برأیه فقد اخطأ۔

جو آدمی قرآن عزیز میں اپنے رائے سے بات کرتا ہے وہ خطا کار ہے۔

فتنہ خوارج میں بنو تمیم کا اِمتیاز

سابقہ مذکورہ احادیثِ طیبہ میں یہ بات بالتصریح گزر چکی ہے کہ فتنہ خوارج کے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر تفصیل و تاکید سے آگاہ فرمایا ہے اس کی بنیاد ذوالخویصرہ تمیمی بنا تھا اس لیے اسے احادیث و تاریخ کی کتب میں اصل الخوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نیز آقائے غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے:

سیخرج من ضئضئی هذا قوم کہ اس کی نسل سے قوم نکلے گی۔

لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا و برحق ہے کہ خارجیت میں اوّلیت و اصلیت بنو تمیم کے حصہ میں آئی۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جب خارجیوں نے پہلی آواز بلند کی اور آپ کے فیصلہ تحکیم کو کفر قرار دیتے ہوئے لا حکم الا اللہ کے نعرے مارنے لگے تو اس موقع پر بھی بنو تمیم سبقت لے گئے۔ امام ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ لکھتے ہیں:

وقیل ان اوّل من تلفظ هذا رجل من بنی سعد بن زید بن مناة بن تمیم

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کلمہ (لا حکم الا اللہ) سب سے پہلے بنو سعد بن زید بن مناة بن تمیم کے ایک آدمی نے کہا تھا۔(تاریخ ابن کثیر ۲۹۲ ج ۷)

تاریخ کی کتابیں دیکھنے سے بالخصوص تاریخ ابن کثیر سے یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ خوارج کی اکثریت نجد کے باشندے بنو تمیم کے افراد تھے اور ان کے ساتھ دوسرے حضرات بھی نجد ہی میں آباد کسی نہ کسی خاندان کے افراد تھے امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے مثل و شہرہ آفاق اور شروح بخاری شریف میں ممتاز عمدة القاری میں اس حقیقت سے اس طرح نقاب کشائی کرتے ہیں۔

هولاء القوم خرجوا من نجد موضع التمیمیین۔

کہ یہ خارجی لوگ نجد کے اس علاقہ سے برآمد ہوئے تھے جہاں تمیمی آباد تھے۔

(عمدة القاری ص ۲۹۰/ ج ۲۲)

نیز مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کے بین السطور یہی قول کرمانی شرح

بخاری کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام ابن کثیر دمشقی نے البدایہ والنھایہ میں خروج الخوارج کے نام سے جو باب باندھا ہے اس کا آغاز ہی بنو تمیم کے خارجیوں سے کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

خروج الخوارج

وذلك ان الا شعث بن قيس مر على ملاء من بنى تميم فقرء عليهم الكتاب فقام اليه عروة بن اذينة وهى امه وهو عروة بن جرير من بنى ربيعة بن حنظلة وهو اخوابى بلال بن مرداس بن جرير فقال اتحكمون فى دين الرجال؟

کہ خوارج کا آغاز اس طرح ہوا کہ اشعث بن قیس بنو تمیم کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کی تو ایک شخص عروہ بن اذینہ اذینہ اس کی والدہ کا نام ہے اور وہ ربیعہ بن حنظلہ کا ایک آدمی عروہ بن جریر ہے جو ابو بلال بن مرداس بن جریر کا بھائی ہے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا تم دینِ الٰہی کے بارے میں لوگوں کو حکم مانتے ہو؟ یہ کہہ کر اس نے اشعث بن قیس کی سواری کی پشت پر تلوار دے ماری جس سے انہیں اور ان کی قوم کو بہت غصہ آیا پھر اشعث بن قیس اور خوارج کے روساء نے ان سے معذرت کر لی۔

(امام ابن کثیر دمشقی البدایہ والنھایہ ۲۸۹/ ج ۷)

الملل والنحل میں اس حنظلی ثم تمیمی خارجی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ نہروان سے بھاگ گیا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسے اور اس کے غلام کو گرفتار کر کے زیاد بن ابیہ کے سامنے لایا گیا تو اس نے پوچھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کیسے تھے؟ تو اس نے ان کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ زیاد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں ان کی خلافت کے پہلے چھ سالوں میں ان کے احوال سے خوش تھا اور محبت رکھتا تھا۔

ثم برء ت منه بعد ذلك للا حداث التى احدثها وشهد عليه

بالکفر۔

پھر انہوں نے جو بدعات شروع کر دیں تو میں ان سے بیزار ہو گیا (معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے ساتھ ساتھ بدعت کا فتویٰ بھی انہیں خارجیوں کی ایجاد ہے نعوذ باللہ من ھولاء - جلالی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کفر کی گواہی بھی دی۔ (معاذ اللہ)

زیاد نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں سوال کیا تو کہنے لگا کہ میں ان سے حکمین کو حاکم تسلیم کرنے سے قبل محبت رکھتا تھا پھر ان سے جدا ہو گیا اور وہ (معاذ اللہ) کافر ہیں۔ زیاد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو انہیں قبیح گالیاں بکنے لگا۔ پھر اپنے متعلق پوچھا تو کہنے لگا ابتداءً تو ولد الزناء ہے اور انتہاءً تجھے اپنا بیٹا قرار دیا گیا اور اس کے درمیان تو اپنے ربّ کا نافرمان ہے۔ زیاد نے اسے قتل کروا دیا پھر اس کے غلام سے پوچھا بتاؤ یہ کیسا شخص تھا سچ سچ کہنا غلام کہنے لگا مختصر عرض کروں یا مفصل؟ زیاد نے کہا بلکہ مختصر کلام کرو وہ غلام کہنے لگا کہ:

ما اتيته بطعام فى نهار قط ولا فرشت له فراشا بليل قط هذه معاملته واجتهاده وذالك خبثه واعتقاده۔

میں نے اسے کبھی دن کو کھانا نہیں دیا (روزے سے رہتا تھا) اور نہ کبھی رات کو بستر بچھایا (عبادت میں مصروف رہتا تھا) یہ اس کا معاملہ اور مجاہدہ ہے اور وہ اس کی خباثت اور عقیدہ ہے۔ (الملل والنحل ص ۵۲)

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بنو تمیم کی حالت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بار خارجیت کی جڑ کاٹ دی گئی مگر غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے لا یزالون یخرجون کہ یہ نکلتے ہی رہیں گے اور حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاذا خرجوا فقتلوهم فطوبى لمن قتلهم وطوبى لمن قتلوه كلما طلع منهم قرن قطعه الله كلما طلع منهم قرن قطعه الله كلما طلع منهم قرن قطعه الله فردد ذالك رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عشرين مرة اواكثر واوانا اسمع۔

جب یہ لوگ پیدا ہوں تو انہیں قتل کرنا انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کو مبارک ہو۔ جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ کرے گا' جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا' جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نیست و نابود کر دے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سن رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس یا اس سے زائد بار یہ کلمہ دہرایا۔

(تاریخ ابن کثیر ۳۱۴/ ج ۷ تفسیر ابن کثیر ص ۴۱۰/ ج ۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خارجی کسی نہ کسی علاقہ میں ظاہر ہوتے ہی رہے۔ مروان بن حکم کے دور میں عراق میں نافع بن ازرق خارجی پیدا ہوا تو صوبہ نجد کے اس علاقہ جہاں بنوحنیفہ و بنوتمیم آباد تھے' "الیمامہ میں" نجدہ بن عامر حنفی (بنوحنیفہ کا ایک فرد) ظاہر ہوا جس نے فتنہ و فساد کی آگ خوب بھڑکائی اور ارشادِ گرامی سچ ثابت ہوا:

هناك الزلازل والفتن

گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے رہے' خوارج مختلف روپ دھار کر میدان فتنہ و فساد میں فروکش ہوتے رہے' اللہ تعالیٰ ان کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا فرماتا رہا۔

چونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنے اس طرف ہیں تو مشرق مدینہ طیبہ والی جہت سے فتنے نمودار ہوتے ہی رہے۔

نجد کے ایک فساد کا حال علامہ ابنِ کثیر کی زبانی سنیے:

قال وقد خرج ایضا فی سنة تسع واربعین ومائتین بالنجدین فادعی انه علی بن محمدبن الفضل بن الحسین بن عبد الله بن عباس بن ابی طالب فدعا الناس بهجر الی طاعته فاتبعه جماعة من اهل هجر ووقع بسببه قتال کثیر وفتن کبار و حروب کثیرة۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ۲۴۹ ہجری میں ایک شخص نجدین میں ظاہر ہوا اس نے خود کو علی بن محمد بن فضل بن حسین بن عبداللہ بن عباس بن ابی طالب ظاہر کیا اور (مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع بحرین کے دارالحکومت) ہجر میں لوگوں کو اپنی

طرف دعوت دی تو اہلِ ہجر اس کے پیروکار بن گئے جس کی وجہ سے بہت زیادہ لڑائیاں بڑے بڑے فتنے اور متعدد جنگیں ہوئی۔ (تاریخ ابن کثیر ۲۱/۱۱)

نوٹ: نجد کے زلزلے اور فتنے ذکر کرنے سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ کسی اور علاقہ میں فتنے برپا نہیں ہوئے بلکہ ہمارا مقصود سابقہ مذکورہ علامات کے مطابق گمراہوں کی گمراہی کا تعین ہے جو ان احادیث کا اوّلین مصداق ہیں بلکہ عراق وغیرہ دوسرے علاقوں کے فتنوں میں بھی نجدیوں کا مرکزی کردار تھا۔ (کمامر)

عبدالملک بن مروان اور نجدی خارجی

نجد کے خوارج کی داستان بڑی طویل ہے' تاریخ میں نجد کے خارجیوں کا جا بجا ذکر آیا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نجد کے باب میں لکھتے ہیں کہ عبدالمالک بن مروان کے سامنے دس خارجی پیش کیے گئے تو عبدالملک نے ان کی گردن زنی کا حکم دیا۔ اس دن بادل چھائے ہوئے تھے بارش برس رہی تھی' بدلی کڑک رہی تھی' بجلی چمک رہی تھی۔ جب نو خارجی قتل ہو چکے اور دسویں خارجی کو قتل کرنے کے لیے آگے لایا گیا تو بجلی چمکی خارجی نے بروقت کہا:

تالق البرق نجدیا فقلت له
یا ایها البرق انی عنك مشغول
بذلة العقل حیران یعتکف
نی کفه کحباب الماء مسلول

۱- نجد کی طرف سے بجلی چمکی تو میں نے اس سے کہا اے برق تابدار آج مجھے فرصت نہیں۔
۲- میں اس گوشہ نشین کی کم عقلی پر حیران ہوں جس کے سامنے پانی کی بلبلوں کی طرح شراب بہہ رہی ہے (اور وہ گوشہ نشین ہے)

بادشاہ عبدالملک نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تجھے اپنے وطن نجد اور اہل وعیال کی یاد نے بے قرار کر دیا اور تو کسی پر فریفتہ بھی ہے۔ وہ کہنے لگا یہی بات ہے، یا امیر المؤمنین! تو عبد الملک نے کہا کہ اگر یہ شعر تو پہلے کہہ دیتا تو ہم تیرے ساتھیوں کو بھی تیری وجہ سے معاف کر دیتے پھر سپاہیوں کو حکم دیا اسے رہا کر دو۔ (معجم البلدان ۲۶۴/۱۵)

حدیثِ نجد کا دوسرا

وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

کہ نجد سے شیطان کا سینگ نکلے گا

قَرْنُ الشَّيْطَان

حدیث شریف کے پہلے حصہ پر سیر حاصل گفتگو کے بعد آیئے حدیث شریف کے دوسرے حصہ وبھا یطلع قرن الشیطان پر غور کریں اور تاریخ کی ورق گردانی کریں تا کہ اس کا صحیح مفہوم و مصداق معلوم ہو سکے۔ اس حصہ حدیث پر گفتگو سے قبل ایک شخص کے حالاتِ زندگی کا جاننا ضروری ہے جو سابقہ مذکورہ عقائد خوارج کا جامع، فتنہ و فساد کا منبع، قرآن و سنت کی دعوت کے لبادے میں ایمان سوز خیالات کا حامل، یقتلون اھل الاسلام کا مجسم نمونہ یدعون اھل الاوثان کی عملی تصویر من اھان اھل المدینة فعلیه لعنة الله کا مصداق اتم اور سعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرك (منافق تلوار لے کر اپنے پڑوسی پر حملہ کرے گا اور اس پر شرک کا فتویٰ لگائے گا) کا کامل عامل اپنی تمام تر خصوصیتوں کے ساتھ سامنے آجائے۔

محمد بن عبدالوہاب تمیمی نجدی

نام: شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پورا نام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد تمیمی تھا۔ (شیخ احمد بن حجر آل بوطامی: حیات محمد بن عبدالوہاب ص ۲۴)

ولادت: آپ ۱۱۱۵ ہجری بمطابق ۱۷۰۳ء میں شہر عیینہ میں پیدا ہوئے۔

(حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۲۷)

عیینہ شہر کی تاریخی حیثیت

عقرباء ہی کے ایک حصے کا نام جبیلہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس سے جنوب مغرب کی طرف چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام عیینہ ہے جو مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش ہے۔ محمد عاصم: سفر نامہ ارض القرآن نمبر ۱۱۳

(بحوالہ تاریخ نجد و حجاز)

عیینہ مملکت عربیہ کے موجودہ دارالسلطنت ریاض کے شمال میں واقع ہے۔

(حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۲۴)

مقام تاسف

افسوس صد افسوس کہ پرنسپل کے عظیم منصب پر فائز مرزا زاہد حسین سومناتی نے دانستہ جھوٹ بولتے ہوئے شیخ نجدی کی جائے پیدائش کو ریاض کے جنوب میں قرار دیا اور ربع الخالی کے عین وسط میں ان کا علاقہ ظاہر کیا ہے جہاں انسان تو کجا جانور بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ''سومناتی صاحب کے دس جھوٹ'' مطبوعہ عبد اللہ بن مسعود اکیڈیمی اسلام گڑھ میر پور اے - کے)

مزاج

آپ ذہنی و جسمانی دونوں ہی اعتبار سے خوب چست و چالاک تھے۔ دس سال کی عمر سے قبل ہی قرآن مجید حفظ کر ڈالا اور بارہ سال سے قبل ہی بلوغت کو پہنچ گئے۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ آپ اس عمر میں نماز با جماعت کی امامت کے پوری طرح اہل ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں نے اس سال ان کی شادی کر دی۔ (حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۲۷)

تعلیم

آپ نے اپنے والد محترم سے تفسیر و حدیث اور فقہ حنبلی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا کرتے تھے۔

علمی سفر

شیخ نے پہلے حج بیت اللہ کے ارادے سے سفر حج شروع کیا۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے

بعد مدینہ طیبہ کا رُخ کیا اور مسجدِ نبوی اور دوسری مسنون زیارتوں سے فراغت حاصل کی (ایسے موقع پر انہیں روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کی توفیق نہیں ہوتی: جلالی)

شیخ نجدی مدینہ طیبہ میں

آپ نے طالبِ علمی کے عہد ہی سے اپنے ملنے جلنے والوں کو توحید کی دعوت دینا شروع کر دی تھی۔ نام نہاد مدعیانِ علم کی گمراہیوں کا پردۂ فاش کرنے لگ گئے تھے آپ جب مدینہ طیبہ میں تھے اور وہاں لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استغاثہ کرتے سنتے تو غصہ سے بے قابو ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے اُستاد شیخ محمد حیات سندھی سے پوچھا شیخ! آپ یہ شرکیہ دُعا مانگنے والوں کے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا ان کے اعمال باطل اور ان کے کرتوت سے ہم بری اور بیزار ہیں۔ (شیخ احمد بن حجر: حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۲۹)

مقدمہ کتاب التوحید ص ۷ میں اس طرح تحریر ہے۔

وعند ما کان فی المدینة المنورة یسمع الاستغاثه برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و دعائه من دون الله فکاد مرجل غیظه ینفجر۔

مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں (ان کے غلاموں کا) استغاثہ اور من دون اللہ سے فریاد سنتے تو ان کے غیظ وغضب کی ہنڈیا پھٹنے کو آجاتی۔

یہ ہیں شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب جنہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ انور پر شرک نظر آیا۔ جو دور دراز کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے آنے والوں' اپنے پیارے آقا کے حضور ان کی غلامی کا عہد کرنے والوں اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معمور سینوں کی آہ اُلفت ومحبت سن کر اور اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں شفاعت کا استغاثہ کرنے والوں کی التجاء اور درخواست سن کر بے قابو ہو جایا کرتے تھے۔ کاش کہ اسے کسی صاحب بصیرت کی صحبت میسر آجاتی جو اسے یہ حدیث شریف سمجھا دیتا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دُعا کی تھی:

اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے اور وہ اسے یہ بھی بتا دیتا کہ یہ دُعا قبول ہو چکی ہے۔ یہاں شرک نہیں ہو سکتا اور بیس صحابہ کرام علیہم الرضوان اس حدیث مرفوع کے راوی ہیں کہ حرمین شریفین میں شرک نہیں ہو سکتا شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے۔ نیز یہ اِعلان حجۃ الوداع پر کر دیا گیا تھا اور جس بات کو تم شرک کہہ رہے ہو یہ شرک نہیں بلکہ اِظہارِ محبت ہے اور اسے بتا دیتا کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت اور پسندیدہ طریقہ ہے اور اس کی توجہ اس کے پیدائشی علاقہ سرزمین نجد پر واقع ہونے والی جنگِ یمامہ کی طرف کرا دیتا کہ

ارتدت العرب عند وفاة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ما خلا اهل المسجدین مکة المدینة وارتدت اسدة وغطفان و علیهم طلیحة بن الخویلد الا سدی الکاهن وار تدت الکندة ومن یلیها وعلیهم الا شعث بن قیس الکندی وارتدت مذحج ومن یلیها وعلیهم الاسود بن کعب العنسی الکاهن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والوں کے علاوہ عرب کے لوگ مرتد ہوئے تھے۔ بنو اَسد اور غطفان طلیحہ بن خویلد اسدی کاھن کے زیر اثر تھے۔ کندہ اور اس کے قریب کے قبائل کے مرتدوں کا سردار اشعث بن قیس کندی تھا۔ مذحج اور اس سے متصل قبائل مرتد ہوئے تو اسود بن کعب عنسی کاھن قائد تھا۔

وارتدت ربیعة مع المغرور بن نعمان وکانت حنیفة مقیمة علی امرها مع مسیلمة بن حبیب الکذاب وارتدت سلیم مع الفجاءة واسمه عنس بن عبد یا لیل وارتدت بنوتمیم مع سجاح الکاهنة۔

بنو ربیعہ مغرور بن نعمان کی سرکشی میں مرتد ہوئے اور بنو حنیفہ مسیلمہ بن حبیب کذاب کے حکم پر کاربند تھے۔ بنو سلیم کے مرتدین کے قیادت فجاءہ کر رہا تھا جس کا

نام عنس بن عبد یالیل تھا اور بنو تمیم سجاح کاہنہ کے ساتھ مل کر مرتد ہو چکے تھے۔

(تاریخ ابن کثیر ص ۶/۳۱۶)

تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے گیارہ لشکر مرتب فرمائے۔

سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تمام کی سرداری عطا فرما کر

امرہ ان یذھب اولا الی طلیحۃ الاسدی ثم یذھب الی بنی تمیم

حکم دیا کہ پہلے طلیحہ اسدی کی طرف جائیں پھر بنو تمیم کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوں۔

(تاریخ ابن کثیر ۳۲۱/ج ۶)

امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتدین کی سرکوبی کرتے ہوئے بڑھتے چلے گئے تو شیخ نجدی ابن عبد الوہاب تمیمی کی جائے پیدائش سرزمین یمامہ پر مسیلمہ کذاب اپنے متبعین بنو حنیفہ اور اس کے حامی بنو تمیم کے چالیس ہزار جنگجو افراد پر مشتمل لشکر لے کر سامنے آ گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جس قدر جانفشانی سے یہاں لڑے اس سے پہلے اس قدر سخت معرکہ کبھی بھی در پیش نہ آیا تھا کیونکہ یہ عیینہ وہ مقام تھا جس کے متعلق ارشادِ گرامی ہے۔ ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان حتیٰ کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنوط لگا کر اور کفن زیب تن فرما کر اپنے قدم زمین میں گاڑ کر پرچم تھام کر کھڑے ہو گئے اور کیفیت یہ تھی:

صبرت الصحابۃ فی ھذا الموطن صبرا لم یعھد مثلہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان (جو کہ پہلے ہی سراپا صبر و تحمل تھے) نے جس قدر صبر و استقلال کا مظاہرہ یہاں فرمایا اس سے قبل کبھی بھی یہاں تک نوبت نہ پہنچی تھی۔ (تاریخ ابن کثیر ص ۳۲۹/ج ۶)

اس جان لیوا اور محشر کا نقشہ پیش کرنے والے خونی منظر میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مبارک زبانوں پر جو الفاظ تھے وہی ان کے لیے سرمایہ حیات و مایہ اِمتیاز تھے، وہی الفاظ ان کی زِندگی کا خلاصہ اور عقیدہ صافیہ کا محور تھے اور وہ ایسے الفاظ تھے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی جب بھی کسی معرکہ میں سنائی دیتے ہیں تو مردہ جسموں میں پھر سے تازہ روح سرایت کر

جاتی ہے، غیرتِ اِیمانی اپنا جاہ و جلال دکھاتی ہوئی بے سہارا دِلوں کو مضبوط و توانا کر دیتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو وہ الفاظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخشندہ ستاروں کا سوز نہاں اور حرز جاں ہیں، وہ ان کی آہوں کا دھواں اور ان کے قلب و نظر پر ضوفشاں ہے، اللہ اکبر قربان جائیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حسنِ عقیدہ اور ارادت کاملہ پر ان کے اخلاص عمل اور اصابت فکر کاملہ پر کہ اس مشکل ترین معرکہ میں:

کان شعار ھم یومئذ یا محمداہ۔

اس دِن (حضرات صحابہ کرام فداھم ارواحنا و اجسادنا ورضی اللہ عنہم) کا شعار یہ تھا۔

یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(تاریخ ابن کثیر ص ۶/۳۲۰)

مگر شیخ نجدی کی شومئ قسمت کہ اس ازلی بدنصیب کے حصہ میں گمراہی ہی تھی تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے شرک ہوتا ہی نظر آیا اور ساری زِندگی مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر انہیں شہید کرنے اور ان کے مال و متاع پر ہاتھ صاف کرنے میں گزار دی۔

شیخ نجدی کے غیظ و غضب کی بناء

مدینہ طیبہ میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں غلاموں کی اپنے آقا کے حضور اظہارِ عقیدت و محبت اور استغاثہ کو سن کر شیخ نجدی کے آگ بگولا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی سامنے آتی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کی جائے پیدائش عیینہ پر یہی نعرہ مستانہ یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند کر کے فتنہ کفر و ارتداد کو خاک میں ملا دیا تھا۔ جب یہ وہی نعرۂ مستانہ سنتا تو غیظ و غضب سے آپے سے باہر ہو جاتا اور اپنے بڑوں کی جان گداز داستان اور اپنی نانی سجاح تمیمیہ یاد آ جاتی اور علاقائی تعصب اس کی عقل کو خیرہ کر کے رکھ دیتا۔ مجھے اُمید واثق ہے کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس کی یہ باغیانہ روش دیکھتے ہوں گے تو کہتے ہوں گے۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔ (آل عمران:۱۹) تم فرماؤ کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں۔

اور مرکز ایمان و تقویٰ، بارگاہ امام الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء میں حاضر ارباب بصیرت

طالب علمی کے روپ میں ایک نوعمر نجدی لڑکے کو مسلمانوں کے متعلق اس قدر بدگمان پا کر بالضرور اس حقیقت کو پہنچ چکے ہوں گے کہ اصل الخوارج ذوالخویصرہ تمیمی کی گمراہی کا آغاز بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلاف عدل عدالت قرار دینے پر ہوا تو فتنوں کو ایک طویل داستان نے جنم لے لیا تو آج اس تمیمی نسل کا ایک اور فرد مجدد الخوارج مرکز نزول ملائکہ منبع رشد و ہدایت بارگاہِ سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرک کا اڈہ قرار دے رہا ہے جو کہ ذوالخویصرہ کی جسارت سے کہیں بڑھ کر ہے تو اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب. یہ کس قدر زلازل وفتن کا موجد وبانی ہوگا اور بالآخر تاریخ نے وہ دور دیکھ لیا کہ جب خطہ عرب میں ہر طرف خونریزی شروع ہوگئی اور مسلمانوں کے مال ومتاع کو جدی وراثت جان کر ہڑپ کیا جانے لگا۔

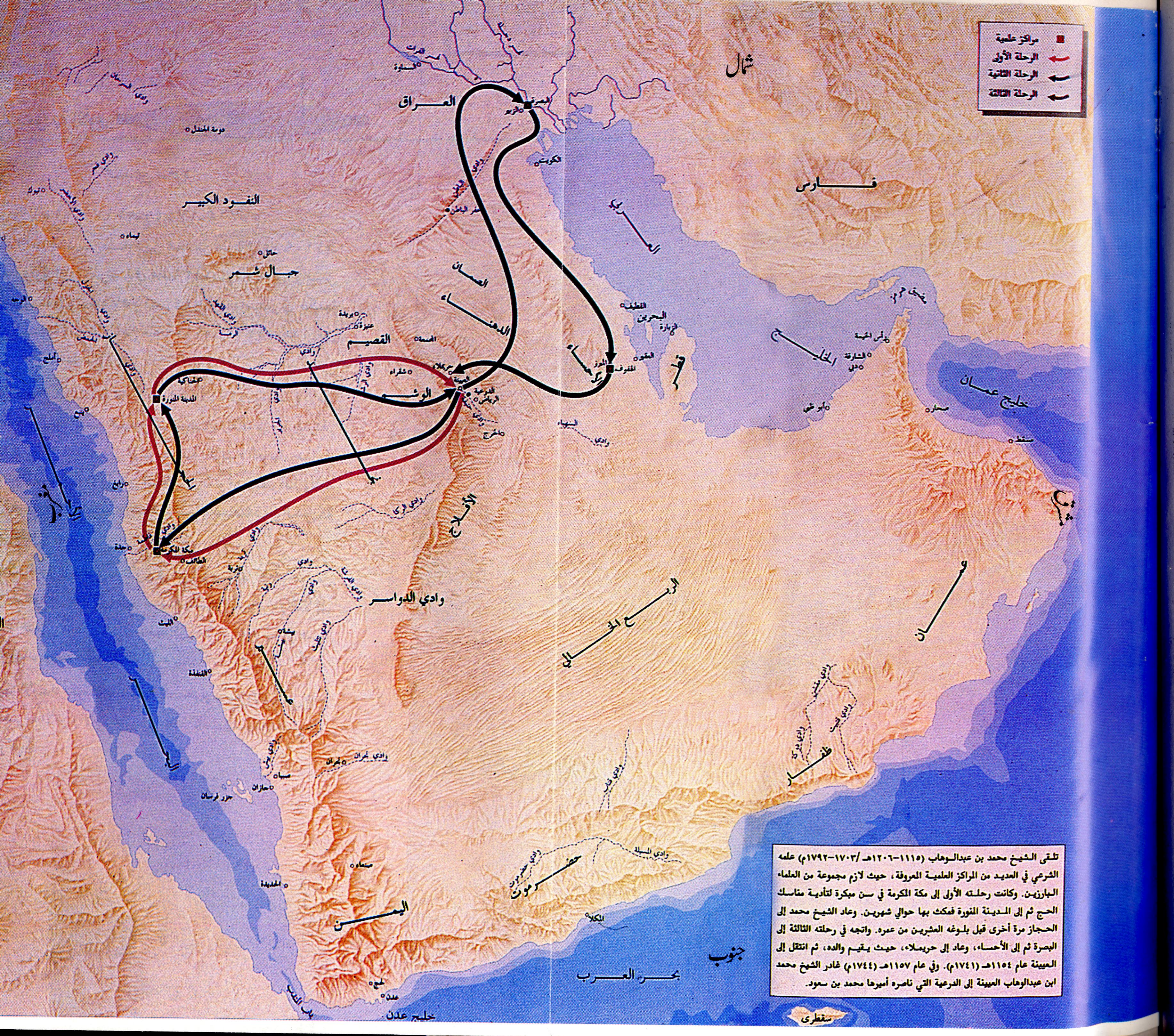
وہابی تحریک

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جس دِین کی دعوت کا آغاز کیا یہ عرف عام میں وہابی تحریک کے نام سے متعارف ہوئی جس طرح حضرت سیّدنا اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار خود کو احمد کہنے کی بجائے ان کے والد بزرگوار کی طرف نسبت کرنے والے حنبلی کہلواتے ہیں اس طرح شیخ نجدی کے متبعین محمد کی بجائے اس کے والد کی نسبت سے وہابی کے نام سے موسوم ہوئے۔ اب اس تحریک کے وابستگان خود کو بڑے فخر سے وہابی کہتے ہیں اور سعودی حکومت کے اختتام وزوال اور ریالوں کی بندش تک کہتے ہی رہیں گے۔ چنانچہ احمد سلفی لکھتے ہیں۔

اِن کی تحریک جواب وہابی تحریک کے نام سے معروف ہے اِسلام کی حقیقی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنی۔ ان کے تجدیدی کارنامے انشاء اللہ رہتی دُنیا تک روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔ وہابی کا لفظ سنتے ہی اب کتنوں کے رنگ بدل جاتے ہیں صرف قبوری اور میلادی ہی نہیں اچھے اچھے خوش خیال اور ثقہ قسم کے دیندار لوگ بھی متوحش ہوجاتے ہیں۔

(مختار احمد سلفی: پیش لفظ حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ۹-۸)

ایک اور صاحب لکھتے ہیں:



تلقى الشيخ محمد بن عبدالوهاب (١١١٥-١٢٠٦هـ /١٧٠٣-١٧٩٢م) علمه الشرعي في العديد من المراكز العلمية المعروفة، حيث لازم مجموعة من العلماء البارزين. وكانت رحلته الأولى إلى مكة المكرمة في سن مبكرة لتأدية مناسك الحج ثم إلى المدينة المنورة فمكث بها حوالي شهرين. وعاد الشيخ محمد إلى الحجاز مرة أخرى قبل بلوغه العشرين من عمره. واتجه في رحلته الثالثة إلى البصرة ثم إلى الأحساء، وعاد إلى حريملاء، حيث يقيم والده، ثم انتقل إلى العيينة عام ١١٥٤هـ (١٧٤١م). وفي عام ١١٥٧هـ (١٧٤٤م) غادر الشيخ محمد ابن عبدالوهاب العيينة إلى الدرعية التي ناصره أميرها محمد بن سعود.

وہابی کا لفظ مخالفین نے اس پروپیگنڈہ کے لیے مشہور کیا تھا کہ یہ لوگ بدعتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں کرتے لیکن اس کے شر سے اللہ نے خیر پیدا کیا اور یہی لقب اب ان لوگوں کے لیے مشہور ہو گیا جو کتاب وسنت کے داعی ہیں اور تمام امور دینیہ میں کتاب و سنت کو دلیل وحجت مانتے ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں اور بدعات وخرافات سے جنگ کرتے ہیں اور مذہب سلف کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب کسی بھی بدعت اور منکرات کی تردید کی جائے تو لوگ اس کو وہابی کا لقب دیتے ہیں۔ اس طرح وہابی کا لقب کتاب وسنت کے متبعین ومسلک سلف وتوحید الوہیت کے علم برداروں کی پہچان بن گیا ہے اور یہ لقب ان کے فخر وشرف کے لیے کافی ہے۔ (شیخ احمد بن حجر آل بوطامی ص ۸۱)

اِس طرح اس کتاب میں جگہ جگہ وہابی تحریک، وہابی تحریک کے اثرات، وہابیوں کی مساعی کے الفاظ بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

اس طرح ان ملکوں میں پھیلی ہوئی بدعنوانی کے خلاف اس وہابی تحریک کے داعیوں کے ہاتھوں یہ اِنقلابی دعوت شروع ہوئی۔ (حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۲۶)

اسی میں ہے:

سیّد احمد ہندوستان کے رؤساء میں سے تھے۔ اُنہوں نے ۱۸۱۶ء میں حج کیا اور مکہ میں جب وہ وہابیوں سے ملے تو ان کے صحیح عقائد کو قبول کرلیا اور اس مذہب کے داعیوں میں شامل ہو گیا۔ (حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۶۷)

جہاد کا مرحلہ طے کرلینے کے بعد وہابی مسلمان اس لائق ہو سکے کہ سیّد احمد کی قیادت میں پنجاب کے علاقہ میں اس بنیاد پر حکومت قائم کرسکیں۔ (حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۲۷)

اب ہندوستان کے ان علاقوں (جہاں سیّد احمد نے اپنے خلفاء چھوڑے، جلالی) میں بڑی تعداد میں وہابی آباد ہیں۔ (ایضاً ص ۱۲۸)

سماترا

۱۸۰۲ میں سماترا کے اندر یہ وہابی تحریک اہل جزیرہ کے ایک ہادی کے ذریعہ شروع ہوئی جو اس سال وہابیوں سے مل کر واپس ہوئے تھے۔ (ایضاً ص ۱۲۸)

الغرض وہابی تحریک کے اثرات بڑے عظیم ہیں۔ عالمِ اسلام کے تمام خطے اس سے متاثر ہوئے اور اسلامی دُنیا کی نئی بیداری میں یہ تحریکِ اوّلین چنگاری کی حیثیت رکھتی ہے جس سے اسلامی دُنیا کے تمام زعماء متاثر ہوئے اور تمام اسلامی تحریکیں اس وہابی تحریک سے پھوٹیں اور سب نے اس سے اثرات قبول کیے۔ (ایضاً ص ۱۲۹)

ان حوالہ جات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ لفظ وہابی نجد سے بزعم خویش شرک وکفر کے خاتمہ کے لیے اُٹھنے والی ایک تحریک کا نام ہے اور یہ نام ان کے لیے قابلِ ستائش وفخر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابیہ ایک عرصہ تک خود کو وہابی کے نام سے موسوم کرتے رہے اور بلا جھجک وہابی کہلواتے رہے بلکہ اپنی کتابوں کے نام اس طرح رکھتے مثلاً الھدیۃ السنیۃ مولفہ سلیمان بن سمحان نجدی کا ترجمہ مولوی اسماعیل غزنوی امرتسری نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا تو اس کا نام تحفہ وہابیہ رکھا۔

اس کے صفحہ ۱۱۴ پر ایک عنوان ہے **وہابی تحریک** اور اس میں جگہ جگہ وہابی کی دہائی دی گئی ہے۔ اسی طرح جب نواب صدیق حسن بھوپالی نے انگریز کی ریزہ خواری کا حق ادا کرتے ہوئے انگلش گورنمنٹ کے احسانات کی گردانیں شروع کیں تو اس کاسہ لیسی کے مجموعہ کا نام رکھا ''ترجمان وہابیہ''۔ یوں ہی عنوان المجد فی تاریخ النجد میں جگہ جگہ وہابی کے الفاظ موجود ہیں۔[1]

وہابی تحریک کا مرکز

شیخ نجدی نے اپنے آبائی وطن عیینہ کے ایک شہر حریملاء میں جو کہ ریاض کے شمال میں واقع ہے (المنجد) اپنی اس تحریک کا آغاز کیا۔ شیخ نجدی کے مواعظ سے ان کے اور عوام کے درمیان اِختلافات شروع ہوگئے۔ شیخ نجدی کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ اس کے والد حنبلی المذہب جید عالم اور فقیہ تھے اور وہ اپنے مزاج میں صوفیانہ رنگ بھی رکھتے تھے اور جب شیخ نجدی نے شعائرِ اسلام اور طریقہ اہلسنّت کی مخالفت کا آغاز کیا تو اپنے والد کا بھی پاس

۱۔ ۸-۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء کو وہابیانِ پاکستان نے سرگودھا میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ لاہور سے بک کرائی گئی سپیشل ٹرین کا نام اُنہوں نے وہابی ایکسپریس رکھا۔ ملاحظہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷ اپریل ۲۰۰۴ء

نہ کیا اور ان سے بھی تلخ کلامی ہوجاتی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ نجد وحجاز)

۱۱۵۲ء میں شیخ نجدی کے والد وصال فرماگئے تو شیخ نجدی نے اپنے آبائی وطن عیینہ میں سکونت اِختیار کرلی۔

واضح رہے کہ عیینہ ریاض کے شمال اور مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع وہ شہر ہے جہاں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا اور یہی منحوس شہر شیخ نجدی کا مولد ومسکن بنا۔

شیخ نجدی کی عیینہ میں شرانگیزی

عیینہ میں شیخ نجدی نے شروفساد کی آگ خوب بھڑکائی۔ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت سیّدنا زید بن خطاب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبہ کو گرا دیا۔ (حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۳۶)

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقبرہ

حضرت سیّدنا زید بن خطاب حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اس سرزمین میں مسیلمہ کذاب کے لشکر سے نبرد آزما تھے۔ جب اُنہوں نے محسوس کیا کہ نجدی بڑی بے جگری سے لڑ رہے ہیں تو کہیں مسلمانوں کے قدم اکھڑ نہ جائیں تو آپ نے فرمایا:

ایھا الناس عضوا علی اضراسکم واضربوا فی عدوکم وامضوا قدما وقال واللہ لا اتکلم حتّٰی یھزمھم اللہ والقی اللہ فاکلمہ بحجتی فقتل شھیدا رضی اللہ عنہ۔

یعنی اے لوگو! خوب جم جاؤ۔ اپنے دُشمن پر کاری ضرب لگاؤ اور قدم بڑھاتے چلو اور فرمایا اللہ کی قسم جب تک دُشمن کو شکست نہیں ہوجاتی کسی سے کلام نہیں کروں گا یا کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملاقات کروں اور اپنی حجت ربّ العزت کی حضور پیش کروں۔

آپ نے اس معرکہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۳۲۹/ ج ۶)

وہاں کے لوگ عقیدہ اہلسنّت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم

الشان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرقد منور کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتے جو شیخ نجدی کو ناگوار گزرتی تو اس نے آپ کے مزار پر انوار کی بے حرمتی کی اور قبر کو گرا دیا جس سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ بالآخر شیخ نجدی کو عیینہ شہر چھوڑنا پڑا۔

شیخ نجدی کی درعیہ آمد اور بلعم باعوری چال

۱۱۵۸ھ میں شیخ نجدی نے درعیہ میں سکونت اختیار کر لی وہاں کے عیاش حاکم امیر ابن سعود کے ساتھ شیخ نجدی نے وہاں چال چلی جو سب سے پہلے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور کے مشہور منافق بلعم بن باعورا نے آپ کے لشکر کے ساتھ چلی تھی کہ وہ ابتداء مستجاب الدعوات تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے علاقہ پر حملہ آور ہوئے تو لوگوں کی مسلسل انگیخت پر وہ آپ کے خلاف بددُعا کرنے نکلا۔ جب وہ بددُعا کے کلمات کہتا تو اس کی زبان سے اپنی ہلاکت کی بد دُعا نکلتی رہی۔ اس نے اپنی قوم کو کہا کہ میں تو تباہ ہو گیا ہوں اور تمہیں کہا بھی گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن تم نہ مانے۔ چلو اب ایک چال چلتے ہیں کہ اپنی قوم کی پری پیکر خوبرو دوشیزاؤں کو خوب بناؤ سنگھار کروا کر ان کے لشکر میں بھیج دو اور انہیں اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ جو بھی کریں یہ کسی قسم کی جنبش نہ کریں اور ہر طرح سے انہیں مائل کرنے کی کوشش کریں۔

اس بے غیرت قوم نے اسی طرح کیا اور اپنی بہو بیٹیوں کو بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر حکم دیا کہ خبردار یہ بہت بڑا فتنہ ہے اس سے بچنا۔ کوئی آدمی کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ آپ کے حکم کے برخلاف ایک آدمی ایک لڑکی اُٹھا کر اپنے خیمے میں لے گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت نالاں ہوئے مگر وہ نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے طاعون کا عذاب نازل فرما دیا۔

حضرت فنحاص بن عزرا بن ہارون علیہ السلام کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو دیکھا طاعون کی وباء پھوٹی ہوئی ہے، لوگ دھڑا دھڑ مر رہے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جلال میں ہیں۔ لوگوں سے وجہ دریافت کی تو وجہ معلوم ہونے پر اس نافرمان کے خیمے میں تشریف لے گئے۔ دونوں کو باہم بیٹھے دیکھا تو اس انداز میں نیزہ مارا کہ دونوں کو نیزے میں پرو ڈالا اور اس انداز سے انہیں باہر لائے کہ نیزے کا نیچے والا کنارہ اپنے پہلو پر رکھا ہوا تھا اور درمیان سے اپنی گردن سے روکا ہوا تھا اور اسے آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے

عرض کرنے لگے:

اللھم ھکذا نفعل بمن یعصیك اے اللہ! ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔

اِن کی اِرادت صادقہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے طاعون کو اُٹھا لیا۔ اتنے مختصر عرصہ میں مرنے والوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲/۲۶۷)

اس بلعم باعوری چال کو یہود و نصاریٰ نے اپنا لیا۔ بالخصوص آج کے دور میں اس سے خوب فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ فلسطین کی تحریک آزادی کو دبانا ہو یا پاکستان پر اپنے پنجے گاڑنا، موجودہ دور کے عربوں کی غیرت کو خاک میں ملانا ہو یا ان کی بے بہا دولت پر قبضہ جمانا، اس کے لیے آسان اور سہل الحصول تدبیر وہی بلعم باعوری چال ہے۔

صائب الرائے حضرات جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے کس کس مرحلہ پر کس طرح اپنی مستورات کے ذریعے لوگوں سے کام نکالے اور آج عرب دنیا کے کتنے عیاش شہزادے اور بدمعاش حکمران اور باغیانِ اسلام سیاستدان ہیں جن کے گھروں میں یہود و نصاریٰ کی بیٹیاں ملکہ بنی بیٹھی ہیں اور اسلام دشمن طاقتیں بوقت ضرورت انہیں کس طرح استعمال کرتی ہیں۔

الغرض یہ بلعم باعوری چال غیرت سے مبرا حضرات کے لیے بڑی کارگر ہے۔ مرزائیوں کی تحریک میں جہاں ان کے مبلغین کی انتھک مساعی اور انگریز کی سرپرستی کا عمل دخل ہے وہاں ان کا اپنی بیٹیاں دے کر مرزائیت کو فروغ دینا بھی ان کی تحریک کا اہم عنصر ہے۔

آج پاکستان میں ایک مخصوص طبقے نے اس ثمر آور چال دختر نوازی کو بڑے منظم انداز میں اپنا رکھا ہے۔ سالانہ اِجتماع میں سینکڑوں دوشیزائیں جذبہ تبلیغ پر نثار کر دی جاتی ہیں اور چلہ کشوں کے گھر کی دربان بنا دی جاتی ہیں اور ایک جماعت کے امیر نے اس کے لیے مستقل شعبہ قائم کر رکھا ہے اور آئے دِن اخبارات میں آتا ہے آج اِتنے خوش بخت فلاح و فوز سے کامیاب و کامران ہوں گے۔

آمدم برسر مطلب

غرض نکالنے کے لیے اپنی عزیزہ کو کسی کے نکاح میں دینا یا تحفۃً پیش کرنا ایک معنی خیز اور

ثمر آور سوچ ہے جس سے لوگوں نے خوب خوب اِستفادہ کیا۔ حدیثِ نجد کے مصداق اتم اور ایٹم بم حدیث کے مظہر اکمل جناب شیخ ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی نے بھی جگہ جگہ کی کشمکش اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کے بعد اس چال کو مفید مطلب پایا۔ کیونکہ وہ حریملاء میں تھے لہٰذا جب انہوں نے اپنے نظریات کا اِظہار کیا تو لوگوں نے جینا حرام کر دیا۔ عیینہ میں آئے تو شر انگیزی کی سزا میں جلاوطن کر دیئے گئے۔ اگر وہ اس طرح دربدر پناہ کے طالب سرگرداں رہتے تو اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتے تو انہوں نے درعیہ کے حاکم موجودہ سعودی حکمرانوں کے جدِ اعلیٰ ابن سعود سے رابطہ کر کے اپنی دختر سعود اختر کو نثار کرتے ہوئے ان کے گھر کی زینت بنا دیا۔ (ملخصاً) (مرزا حیرت دہلوی۔ حیاتِ طیبہ ص ۳۰۲)

(نواب صدیق حسن بھوپالی۔ ترجمان وہابیہ ص ۳۳)

(شیخ احمد بن حجر آل بوطامی۔ حیات ابن عبدالوہاب ص ۱۷۷)

(سیّد سردار محمد حسنی۔ سوانح حیات سلطان ابن سعود ص ۸)

پھر انہوں نے اہلیان نجد و ساکنان حرمین شریفین اور باشندگان طائف و کربلا معلیٰ پر جو قیامت قائم کی وہ دُنیا جانتی ہے۔ حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب اور فتنہ مرتدین کے بعد سرزمین عرب میں اس قدر فتنہ و فساد کی آگ کسی دور میں نہیں لگی بلکہ مسیلمہ کذاب کا فتنہ کئی چند بھی ہو جائے تو شیخ نجدی کا فتنہ ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اسی لیے تو غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

وبها يطلع قرن الشيطان نجد سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

شیخ نجدی کی دعوت توحید کا بنیادی پتھر

تمام مؤرخین بالخصوص شیخ نجدی کے مداحین اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز دعوت توحید سے کیا۔ ان کے مداحین کے بقول خطہ عرب بشمول حرمین طیبین زادھما اللہ تعالیٰ شرفا میں ہر طرف شرک کا دور دورہ تھا۔ شیخ محمد حامد الفقی فتح المجید شرح کتاب التوحید مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ کے حاشیہ ''جس کی تصحیح و نظر ثانی شیخ عبدالعزیز بن باز رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ نے کی ہے'' لکھتے ہیں:

هذا امر لا يومن الوقوع فيه وقد وقع فيه الا ذكياء من هذه الامة بعد القرون المفضلة فاتخذت الاصنام و عبدت فالذى خافه الخليل عليه السلام على نفسه وبنيه وقع فيه اكثر الامة بعد القرون المفضلة فبنيت المساجد والمشاهد على القبور و صرفت لها العبادات بانواعها واتخذت ذالك دينا وهى اوثان واصنام كاصنام قوم نوح ولات والعزّى و مناة واصنام العرب وغيرهم فماشبه ما وقع فى آخر هذه الامة بحال اهل الجاهلية من مشركى العرب وغيرهم بل وقع ماهو اعظم من الشرك فى الربوبية مما يطول عده۔[1]

یہ شرک ایسا معاملہ ہے کہ اس میں گرنے سے بے خطر نہیں رہا جا سکتا۔ صحابہ و تابعین علیہم الرضوان کے زمانہ کے بعد اِس اُمت کے بڑے بڑے ذہین لوگ اس میں مبتلا ہو گئے بُت بنا کر ان کی پوجا شروع کر دی گئی۔ جس بات کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی ذات اور اپنی اولاد کے متعلق خطرہ تھا قرون مفضلہ (صحابہ کرام و تابعین علیہم الرضوان کے زمانہ) کے بعد اُمت کی اکثریت اس کی مرتکب ہو گئی۔ قبروں پر مسجدیں اور گنبد بنائے گئے اور ہر قسم کی عبادات ان کی طرف پھیر دی گئی۔ اس کو دِین بنا لیا گیا جب کہ یہ اوثان اور اصنام یعنی بت ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بتوں اور عرب و غیر عرب کے لات و مناۃ و عزی بتوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر شرک فی الربوبیۃ میں مبتلا ہو گئے جس کی داستان بڑی طویل ہے۔

شیخ نجدی جب مدینہ طیبہ میں شیخ عبداللہ بن سیف نجدی اور شیخ محمد حیات سندی کے پاس زانوئے تلمذ طے کر رہے تھے تو ان کی کیفیت ان کے مداحوں کے بقول یہ تھی:

---

[1] اِس عبارت میں کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات کو اوثان اور اصنام یعنی بت لکھا ہے۔ یہی تو خارجیت ہے۔

عرفه به وبما هو عليه من عقيدة صافية وبما تجش به نفسه من مقت الاعمال الشائعة فى كل مكان من البدع والشرك الاكبر والاصغر۔

شیخ نجدی نے اپنے اُستاد کو اپنا صاف عقیدہ بتایا اور انہیں ہر جگہ رائج بدعات و شرک اکبر واصغر کی وجہ سے اپنے کڑھنے والے دِل کی کیفیت سے آگاہ کیا۔

(مقدمہ کتاب التوحید ص ۵)

اسی کتاب میں ہے:

ان الشيخ رحمه الله زار الحجاز والاحساء والبصرة والزبير ليروى ظمأه من مناهل العلوم الدينية ويتفهم اصول الدين وشرائعه القويمة ويقف على احوال اولائك الاقوام و عقائد هم وعلومهم بعد ما شاهد فى النجدين المنكرات الاثيمة والشركيات القبيحة الذميمة القاتلة لمعنى الانسانية۔ (مقدمہ کتاب التوحید ص ۷)

ترجمہ:

شیخ نے حجاز، احساء، بصرہ اور زبیر کے علاقوں کو دیکھا تاکہ وہ اپنی دِینی علوم کی پیاس کو بجھا سکیں اور دِین کے اصول وقواعد سیکھ سکیں اور لوگوں کے احوال اور عقائد و علوم سے واقفیت حاصل کرسکیں جب کہ وہ پہلے نجدین میں سراسر گناہ منکرات، اور معنی انسانیت کے قاتل مذموم وقبیح شرکیات کو دیکھ چکے تھے۔

شیخ نجدی کے ایک اور مداح لکھتے ہیں:

شیخ نے شرک وبدعت کی بیخ کنی میں زبان، قلم اور تلوار تینوں ہی ہتھیار بیک وقت اِستعمال کیے اور بزم سے رزم تک مُدرسہ سے میدانِ جنگ تک ہر جگہ صفِ اوّل میں نظر آئے۔

(مختار احمد ندوی پیش لفظ حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۸)

ان حوالہ جات سے معلوم ہورہا ہے کہ شیخ نجدی نے اپنے دور میں باشندگان عرب کو بزعم خویش شرک میں مبتلا دیکھ کران پر فتویٰ شرک بھی لگایا اور ان پر تلوار بھی چلائی۔ حتی کہ ایک ایک موقع پر ہزاروں افراد کو شرک کی سزا کے طور پر تہ تیغ کردیا جاتا۔

ایک واقعہ پیش خدمت کیا جاتا:

طائف میں نجدی فوج کے ہاتھوں ایک صدکم پانچ ہزار ہاشمی فوج کے سپاہی شہید ہوگئے تو ابن سعود نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا تو کہنے لگا۔

اللہ نے بار شاقہ مجھ پر ڈالا ہے۔ مشرکین کو (وہ ہاشمی فوج کے مسلمان جو وہابیہ کے عقائد کے مطابق کلمہ پڑھنے کے باوجود مشرک قرار پاتے تھے۔جلالی) راہ راست پر لانے کی ذمہ دار میرے مقدر کردی گئی ہے۔ کاش میں ایک معمولی سپاہی ہوتا۔

(سید محمد سردار حسنی بی-اے آنرز، سوانح حیات سلطان ابن سعود ص ۱۱۷)

الغرض وہابی تحریک ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں بالخصوص حجاز مقدس کے باسیوں کو کافرومشرک قرار دے کران کاقتل عام کیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

نجدیوں کا اپنے مخالفین کے متعلق نظریہ

شیخ نجدی کے سوانح نگار یہ بات بڑے طمطراق سے بیان کرتے ہیں کہ شیخ نجدی نے جب توحید کا اِعلان کیا تو ہر طرف شرک وبدعت کا دور دورہ تھا۔ اوران کی یہ گمراہی چند ماہ وسال کی بات نہ تھی بلکہ یہ اِعتقادات ان میں اباعن جد صدیوں سے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ شیخ احمد بن حجر آل بوطامی اپنے مخالفین پر شرک باری کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے مخالفین کئی قسم کے ہیں۔

پہلا وہ شخص جس نے اچھی طرح جان لیا کہ توحید اللہ کا دِین ہے اوراس کا رسول وہ جسے اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے اوراس بات کا اِقرار کیا کہ حجر وشجر کے بارہ میں جوعوام کی غالب اکثریت کا عقیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا ہوا شرک ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کواس سے روکنے کی خاطر بھیجا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے فاسد عقیدہ والوں سے جنگ کرتے تھے تاکہ دِین سب کا سب اللہ ہی کے لیے ہوجائے۔ یہ سب باتیں جان بوجھ کربھی اگرکوئی توحید کی طرف متوجہ نہ ہو، نا اسے سیکھے نا اسے اِختیار کرے نہ ہی شرک کو چھوڑے تو ایسا شخص کھلا کافر ہے۔ اس کے کفر کی بناء پر ہم اس سے قتال کریں گے۔

(حیات ابن عبدالوہاب نجدی ص ۹۷)

ناظرین اندازہ تو فرمائیں کہ ایک شخص توحید و رسالت کا اقرار کر چکا، حجر و شجر سے تعلق بزعم وہابیہ شرک بھی سمجھتا ہے، ان فاسد عقائد سے لاتعلق بھی ہے پھر بھی وہ توحید سیکھ نہیں پاتا تو وہ توحید کون سی چیز ہے کہ سابقہ مذکورہ عقیدہ کے باوجود وہ توحید سے محروم کافر اور واجب القتل ہے۔ وہابیہ ایسے شخص کو کافر جان کر اس سے قتال کریں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس پر بس نہیں آگے مزید لکھتے ہیں:

دوسرے وہ لوگ ہیں جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اپنے دیندار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی غیر اللہ کے پجاریوں کی تعریف بھی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کے بارے میں غلو بھی کرتے ہیں اور انہیں موحدین و تارکین شرک پر فضیلت بھی دیتے ہیں تو ایسے لوگ پہلے طبقے سے زیادہ بدترین ہیں۔

چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

جنہوں نے توحید کو اچھی طرح پہچان لیا اور اس کی پیروی بھی کی اور شرک کو بھی جان لیا اور اسے ترک کر دیا لیکن موحدین سے نفرت کرتا ہے اور شرک میں لت پت لوگوں سے محبت کرتا ہے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ (حیات ابن عبدالوہاب نجدی ص ۹۸)

اِس اقتباس سے معلوم ہو گیا کہ اسلام میں داخلہ توحید و رسالت پر ایمان اور کفر و شرک کے انکار پر موقوف نہیں ہے بلکہ ایمان و اسلام کا دارومدار وہابیہ کی محبت اور باقی تمام مسلمانوں کی نفرت پر ہے جسے وہابیہ کی محبت نصیب ہو گئی وہ تو مسلمان ہے اور جسے محرومی ہوئی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

کفر و شرک کا دائرہ صرف انہیں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیتا بلکہ یہ تو وہ داء العضال ہے جو اپنے خیر خواہ بدخواہ ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے کر ہی سکون پاتی ہے۔ یہی مشرک ساز لکھتے ہیں:

جو شخص ان تمام خباثتوں سے محفوظ ہے لیکن اس کے شہر والے موحدین سے عداوت رکھتے ہیں اور اہلِ شرک کے پیرو ہیں اور موحدین سے جنگ و جدال کرتے ہیں اور اس شخص کو اس حالت میں وطن چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے لہٰذا وہ اپنے مفاد کی خاطر شہر والوں کے ساتھ مل کر اپنی جان و مال کے ساتھ موحدین سے جنگ کرتا ہے تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔

(حیاتِ ابن عبدالوہاب نجدی ص ۹۹)

اِن اقتباسات سے یہ امور واضح ہو رہے ہیں:

۱- کہ جو آدمی توحید و رسالت کے اقرار کے باوجود وہابیہ کی توحید نہ سیکھے وہ کافر رہے گا۔

۲- وہابیہ سے توحید سیکھنے کے باوجود وہابیہ پر غیر وہابی کو ترجیح دینے والا بھی کافر ہے۔

۳- توحید پر کاربند اور شرک سے بیزار ہونے کے باوجود مشرکین (عامہ اہلِ اسلام) سے محبت اور وہابیہ سے نفرت رکھنے والے بھی کافر ہے۔

۴- شرک کی آلائشوں سے پوری طرح پاک اور توحید وہابیہ سے آراستہ ہونے کے باوجود جو شخص وہابیہ کے دستِ برد سے بچنے اور اپنی جان و اہل عیال کو بچانے کے لیے وہابیہ کے سامنے سر اُٹھانے والا بھی کافر ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ آج جو حضرات وہابیہ کے وظیفہ خوار بن کر ان کی ستائش میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اور انہیں توحید کا اصل الاصول مان کر ان کا کلمہ پڑھ رہے ہیں کیا ان کے بڑوں نے وہابیہ سے نفرت کا اظہار نہیں کیا؟ کیا انہیں خونخوار اور ظالم قرار نہیں دیا؟ جیسا کہ الشہاب الثاقب میں لکھا ہے۔ کیا وہ ان کے نزدیک موحد و مومن تھے یا نہیں؟

شیخ نجدی کا ابن سعود سے معاہدہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ ''ذوالخویصرہ کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (بخاری شریف)

نے سچ ہو کر رہنا تھا اور شیخ نجدی اور اس کی جماعت نے مسلمانوں پر تلوار چلانا تھی تو شیخ نجدی نے امیر درعیہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس میں بھی بنیادی بات مسلمانوں کی خلاف مسلح کارروائی تھی۔ اس معاہدہ کی تفصیل یہ ہے:

عیینہ سے شیخ درعیہ پہنچے اور اپنے شاگرد ابن سویلم کے ہاں مقیم ہوئے۔ ابن سویلم نے امیر ابن سعود کی مدد حاصل کرنے کا وعدہ کیا لیکن امیر درعیہ شروع میں رضامند نہ ہوا۔ اس کے بھائی جو اس عرصہ میں شیخ کے بے حد مداح ہو گئے تھے اور بعد میں اس کے بہترین موید ثابت ہوئے امیر کو شیخ کی مطابقت کی ترغیب دیتے رہے۔ آخر میں امیر کی عقلمند اور ہوشیار بیگم کی مدد کے لیے مساعی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر بھی شیخ کا معترف ہو گیا۔

سید محمد سردار حسنی بی اے آنرز سوانح حیات سلطان عبدالعزیز آل سعود (ص ۴۲)

قاضی احمد بن حجر آل بوطامی لکھتے ہیں:

شیخ کے مواعظ سے اللہ تعالیٰ نے امیر محمد بن سعود کا سینہ حق کے لیے کھول دیا اور وہ پوری طرح شیخ کا معتقد حامی بن گیا اور شیخ کی دعوت سے کلی طور پر مطمئن ہو گیا اور شیخ کو خوشخبری دی کہ وہ ان کے مخالفین (اسلاف اہلسنّت کے عقائد پر کاربند حجاز ونجد کے باشندوں) کے مقابلہ میں ان کی بھرپور امداد کرے گا۔ اس موقع پر امیر نے شیخ سے دو وعدے لیے:

اوّل: یہ کہ اگر اللہ نے مدد فرمائی اور ان کو اقتدار حاصل ہو گیا تو شیخ درعیہ سے واپس نہ جائیں گے۔

دوم یہ کہ اہل درعیہ سے پھلوں کے موسم میں جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، شیخ اس سے منع نہیں کریں گے۔ شیخ نے فرمایا کہ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو زندگی کے ساتھ زندگی اور موت کے ساتھ موت کا تعلق ہے اور رہی دوسری بات تو انشاء اللہ جب اللہ فتوحات عطا فرمائے گا اور تم مال غنیمت (مسلمانوں سے لوٹا ہوا مال۔جلالی) سے مالا مال ہو جاؤ گے تو تمہیں اس ٹیکس کی حاجت نہ رہے گی۔

(قاضی احمد بن حجر۔حیات محمد بن عبدالوہاب ترجمہ مختار احمد ندوی۔ص ۳۹)

الاستاذ احمد بن بکر علیان لکھتے ہیں:

وتعاهدا فی ذلك المجلس وبسطا ایدیهما واتفقا علی اظهار دین الله والجهاد فی سبیله وطمس معالم الشرك ومحو آثاره۔

اس مجلس میں امیر و شیخ میں معاہدہ ہوا اور اپنے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے دین کے غلبہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور شرک کے آثار و نشانات مٹانے پر اتفاق کیا۔

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

لقد کان هذا العهد والمیثاق بین المحمدین (الامیر والشیخ) نقطه تحول کبیر فی الجزیرة العربیة حیث سارت جیوش التوحید تنشر العقیدة الصحیحة بین اهل الجزیرة اخذت دعوة

التوحید تأخذ مسارا جدیداً بمعاونة قوة السیف التی التزمت بالاسلام عقیده ومنهجا۔

ہر دو محمد نامی (ابن سعود و ابن عبدالوہاب) حضرات کے درمیان یہ عہد و میثاق جزیرہ عرب پر قبضہ کرنے کا نقطہ آغاز قرار پایا کیونکہ توحید کے جتھے ہر طرف سرگرداں ہونے شروع ہو گئے اور تلوار کی مدد سے جو کہ عقیدہ وطریقہ کے اعتبار سے اسلام کی لازم و ملزوم (بشرطیکہ کافروں پر چلے نہ کہ مسلمانوں پر۔جلالی) ہے دعوت توحید نے ایک نیا راستہ اختیار کیا۔

(احمد بن بکر علیان سہ ماہی مجلہ الدارہ مطبوعہ ریاض جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۳)

شیخ نجدی کی تیغ آزمائی پر تمام سوانح نگار متفق ہیں۔ چنانچہ احمد سلفی لکھتے ہیں:

شیخ نے شرک و بدعات کی بیخ کنی میں زبان، **قلم اور تلوار** تینوں ہی ہتھیار بیک وقت استعمال کیے۔ (مختار احمد سلفی پیش لفظ حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۸)

شیخ نجدی نے خطہ عرب کے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہوئے واجب القتل قرار دیا اور ان کے ساتھ بعینہ وہی سلوک کیا جو غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا ہے:

۱۔ کہ وہ دین وہابیہ کے تابع ہو جائیں۔

۲۔ اگر اتباع نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرلیں۔

۳۔ اگر پہلی دونوں باتیں ناقابل قبول ہوں تو لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔

شیخ نجدی کی کبھی مذمت اور کبھی ستائش کرنے والے مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی وہابیہ کی لشکر کشی کا حال ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

(عبدالعزیز بن محمد بن سعود کا لشکر) جب عمان میں داخل ہوا تو وہاں سعید ہزیمت پاکر مسقط کو بھاگا اور وہاں قلعہ میں متحصن ہوا۔ عبدالعزیز کے لشکر نے اس کا مسقط تک تعاقب کیا اور وہاں قلعہ کو جا کر ایک مدت تک گھیرا اور اس محاصرہ میں سعید نے عاجز ہو کر صلح چاہی۔ غرض ان دونوں میں صلح ہوئی۔

سعید نے ہر سال جزیہ دینا قبول کیا۔ (نواب صدیق حسن بھوپالی ترجمان وہابیہ ص ۳۷)

شیخ نجدی حدیث شریف کا مصداق

شیخ نجدی کی سوانح حیات پر گہری نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے ساری زندگی جہاد کے نام سے ان لوگوں میں قتل و غارت اور جزیہ گیری کا بازار گرم کر رکھا جو الاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھتے تھے مگر دعوت وہابیہ سے متفق نہ تھے۔ اور شیخ نجدی کو عمر بھر کبھی بھی ایسے لوگوں سے نبرد آزما ہونے کا موقع نصیب نہ ہوا جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکر ہیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

اس کی دعوت مذہبی فقط حوالی حجاز میں پھیلی اور جہاد ان کا صرف وہاں کے مسلمین بادیہ نشین کے ساتھ تھا نہ دوسرے ملت والوں کے ساتھ۔ (نواب صدیق حسن، ترجمان وہابیہ، ص: ۳۱)

اب آئیے ان احادیث طیبہ کی طرف جن کے راوی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعداد پچیس تک پہنچتی ہے اور حدیث وسیرت اور تاریخ وتفسیر کی ہر کتاب میں موجود ہیں۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے)

ان میں خوارج وملحدین کی علامات میں سے ایک اہم علامت یہ ہے:

یقتلون اهل الاسلام و یدعون اهل الاوثان کہ خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (عامہ کتب حدیث)

ان احادیث کے علاوہ شیخ نجدی کی گمراہی کا تعین کرنے کے لیے یہ حدیث شریف ہی کافی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالخصوص اس ضال ومضل اور قاتل المسلمین کی نشاندہی کے لیے ارشاد فرمائی ہے اور میرا ایمان ہے بلکہ ہر منصف مزاج آدمی کا ایمان گواہی دیتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر شیخ نجدی کے بڑے بڑے بطین ریال خور مداحوں کو دعوت دی گئی ہے کہ شیخ نجدی کے فتوی شرک اور تیغ آزمائی کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث شریف کا مصداق بیان کریں۔

مگر اس جید خارجی کش، منافق سوز اور اہل ایمان کے لیے باعث سرور جان وراحت جگر

حدیث شریف کا کسی کے پاس جواب نہیں ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ وہ حدیث گو سابقہ صفحات پر درج ہو چکی ہے اور اب تک انتیس ہزار کی تعداد میں بصورت پمفلٹ تقسیم کی جا چکی ہے مگر باب کی مناسبت اور حدیث کی اہمیت کے پیش نظر دوبارہ ذکر کی جاتی ہے۔

اس کے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راز دان صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث شریف

عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنهماقال قال رسول الله صلى الله عليه وآلہ وسلم ان مما اتخوف عليكم رجل قرء القرآن حتى اذا رؤيت بهجته عليه وكان ردائه الاسلام اعتراه الى ماشاء الله انسلخ منه ونبذه وراء ظهره وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك قال قلت يا نبي الله ايهما اولى بالشرك المرمى اوالرامى قال بل الرامى هذا اسناد جيد والصلت بن بهرام كان من ثقات الكوفيين ولم يرم بشئٍ سوى الا رجاء وقد وثقه الامام احمد بن حنبلٍ ويحيى بن معين وغيرهما۔

ترجمہ:

صاحب سر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہو گی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بہکا دے گا۔ وہ اسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دے گا۔ اسے شرک سے متہم ومنسوب کر دے گا (یعنی شرک کا فتوی لگائے گا (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا ہوا یا شرک کی تہمت

لگانے والا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کی تہمت لگانیوالا شرک کا زیادہ حق دار ہے۔

یہ سند جید ہے اور صلت بن بہرام ثقہ کوفی لوگوں میں سے ہے اور ارجاء کے سوا اس پر کسی الزام کی تہمت نہیں **امام احمد بن حنبل** و یحیٰ بن معین اور دیگر حضرات نے اس کو ثقہ قرار دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ۲۶۵ ج ۲)

نوٹ: فقیر راقم الحروف نے تبلیغی جماعت کے ایک سرکردہ مولوی مہر محمد دیوبندی ایف ون میر پور۔ اے کو یہ حدیث شریف ارسال کی اور دریافت کیا کہ اس کا ترجمہ اور مصداق بیان فرمادیں تو انہوں نے مذکورہ بالا ترجمہ تو کردیا مگر اس کا مصداق بیان کرنے کی جرأت نہ کر سکے کیونکہ شیخ نجدی اور اس کے جملہ متبعین بالخصوص سرحد کے غیور مسلمانوں کے قاتل مولوی محمد اسماعیل دہلوی اور اس کے ساتھی اس حدیث شریف کے مطابق منافق قرار پاتے ہیں۔

نمونہء یہود

گزشتہ دنوں ایک غیر مقلد کو فقیر نے مذکورہ حدیث شریف دکھائی۔ وہ دوڑ کر تفسیر ابن کثیر مترجم مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی لے آئے۔ جب مذکورہ حدیث شریف کا ترجمہ دیکھا گیا تو وہ دور یاد آگیا جب یہود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کو دبانے کے لیے توریت اور زبور میں خیانتیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن بایں الفاظ ان کی مذمت کرتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ کہ وہ کلمات کو اپنی جگہ سے پھیرتے ہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی تصدیق بھی ہوگئی کہ یہ لوگ (خارجی) حدیث کا دعوی کریں گے جب کہ حقیقتاً حدیث سے کنارہ کش ہوں گے۔ تو اس حدیث کا ترجمہ مولوی محمد میمن جوناگڑھی وہابی نے یوں کیا:

"چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا' قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی اسلامی شان تھی لیکن اللہ کی دی ہوئی بدبختی نے اس کو آگھیرا۔ اسلام کے احکام اس نے پسِ پشت ڈال دیئے۔ وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر دوڑا' یہ الزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے۔

حضرت سے پوچھا گیا کہ الزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خطا کار الزام لگانے والا تھا"۔

(تفسیر ابن کثیر اُردو ترجمہ علامہ محمد میمن جوناگڈھی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔ جلد۲ صفحہ۲۷۴ کتابت شدہ)

اس ترجمہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن پڑھنے والا شخص زمانہ ماضی میں ہو گزرا ہے جب کہ یہاں اتخوف علیکم کے الفاظ ہیں جو کہ زمانہ مستقبل کی نشاندہی کررہے ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ قرآن کا علم رکھتا تھا۔ اگر کسی شخص کی عقل پر شیطان حاوی نہ ہو چکا ہو تو وہ یقیناً جان لے گا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے قبل کون سا قرآن تھا جس کا وہ آدمی علم رکھتا تھا۔ جس طرح قرآن پاک کو قرآن نہ ماننا جرم ہے اسی طرح غیر قرآن کو قرآن قرار دینا بھی جرم ہے۔ مزید برآں لکھا ہے کہ قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی حدیث شریف میں اذا رؤیت کے الفاظ ہیں۔ عربی گرائمر کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ اذا آئندہ زمانہ ظاہر کرتا ہے نہ کہ گزرا ہوا۔ یہ ترجمہ اس لیے بھی یہودیانہ روش کا آئینہ دار ہے کہ مترجم کے ابتدائی الفاظ ہیں "چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ"۔

ظاہر ہے کہ جس کا اندیشہ ہے اس کا وقوع بعد میں ہوگا نہ کہ وقوع پہلے ہو چکا ہو اور اندیشہ بعد میں ظاہر کیا جائے اور مترجم کی صفت یہودیت اس سے بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ حدیث میں تشبیہ کا کوئی لفظ نہیں جب کہ یہ لکھتے ہیں جیسے وہ آدمی۔

نوٹ: مزید تفصیل ضمیمہ ا ص: پر ملاحظہ فرمائیں۔

مترجم کی مجبوری

قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ مترجم کو حدیث شریف کا غلط ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو واضح رہے کہ اگر وہ صحیح ترجمہ کردیں تو ان کی مکاری کا پردہ چاک ہو جائے گا اور ناظر فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ لوگ تو اس حدیث شریف کے مطابق ایسے سخت منافق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کی شر سے بڑی تاکید کے ساتھ خبردار فرمایا ہے۔

شیخ نجدی اور ایٹم بم حدیث

فقیر غفرلہ القدیر دُنیا بھر کے وہابیہ کو بار بار دعوتِ فکر دیتا ہے کہ اس حدیث شریف کو عبرت و انصاف کی نگاہ سے دیکھو اور اپنے مخدوم و خود ساختہ شیخ الاسلام شیخ نجدی کی زِندگی کا مطالعہ کرو۔

۱- کیا اس نے اِسلام کا لبادہ نہیں اوڑھا تھا؟

۲- کیا اس نے قرآن پاک کا ڈھال کے طور استعمال نہ کیا تھا؟

۳- کیا اس نے جہان بھر بالخصوص خطہ عرب اور اخص الخصوص حرمین شریفین کے قابل صد تکریم باشندوں کو شرک کا اِلزام نہیں دیا تھا؟ اور فتویٰ نہ لگایا تھا؟

۴- کیا اس نے آغاز دعوت سے لے کر اپنی موت تک مسلمانوں کے خلاف تیغ آزمائی نہیں کی تھی؟

۵- کیا انہیں معاذ اللہ شرک کا مرتکب قرار دیتے ہوئے واجب القتل قرار نہیں دیا تھا؟

۶- کیا اس نے مسلمانوں کو شرک کے پیروکار جان کر قتل نہیں کیا تھا؟

۷- کیا اس نے عمر بھر کسی غیر مسلم سے کسی محاذ پر جنگ کی تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۸- کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ کے کسی واقعہ کی خبر دیں اور وہ واقعہ پیش نہ آئے؟

۹- کیا یہ حدیث شریف اس کی گمراہی کو متعین کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟

۱۰- کیا نجد کے تمیمیوں بشمول ان کے متبعین کے علاوہ بھی کوئی ایسا گروہ پیدا ہوا ہے جس میں یہ علامت (تیغ زنی والزام شرک وغیرہ) موجود ہو؟

نجدیوں کے تمام ریزہ خوار عباد الدراہم اور ریال چین عباد الدنانیر کو فقیر علی الاعلان دعوت دیتا ہے کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں تاریخ اِسلام کا مطالعہ کر کے اس شخص کا تعین تو کرو جس کو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِسلام کی چادر اوڑھ کر اس سے نکل جانے یعنی منافق بن جانے والا، مسلمان پر تلوار لے کر چڑھائی کرنے والا، ان پر شرک کا اِلزام دینے والا اور بے گناہ مسلمانوں کو مشرک کہہ کر شرک کا حق دار ٹھہرنے والا قرار دیا گیا ہو۔

معجزۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر پھر برملا عرض کرتا ہے کہ شیخ نجدی کا پیدا ہونا آقائے غیب دان باعث تخلیق قدسیاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس معجزہ کا تعلق ان دیگر معجزات کے ساتھ بڑا ہی گہرا ہے جن میں گمراہوں، اُمت مسلمہ میں فتنہ اندازوں اور منافقوں کی نشاندہی کی، جو حق ثابت ہوئی۔

☆ فتنہ یزید سے خبردار فرمایا: جو بعینہ اس طرح واقع

☆ واقعہ حرہ سے آگاہ فرمایا: جو ہو بہو پورا ہوا۔

☆ ذوالخویصرہ تمیمی اور اس کے ساتھیوں سے متنبہ فرمایا: تو فتنہ خوارج نے اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ ان من ضضی هذا قوما فرما کر اس تمیمی کی نسل سے وقفہ وقفہ سے گمراہوں کے پیدا ہونے سے خبردار فرمایا جس سے وہابیہ کی کڑیاں جا ملتی ہیں۔

☆ نجد میں زلزلوں اور فتنوں کی موجودگی کی خبر دی: مسیلمہ کذاب، سجاح تمیمیہ اور متعدد قبائل عرب کے ارتداد کی صورت میں تصدیق ہوگئی۔

اور بالخصوص فتویٰ شرک کی بنا پر تیغ زنی کرنے والے خوفناک منافق کے فتنہ و ابتلاء سے اپنی مظلوم اُمت کو انتباہ فرمایا تو اِرشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ابن عبدالوہاب نجدی اس کی مجسم تصویر بن کر سامنے آگیا اور معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی تصویر مسلمانوں نے فرقہ وہابیہ کی شکل میں ساون کے بادل کی کالی گھٹاؤں کی طرح نجد میں اندھیر نگر وظلم و ستم کی تاریک رات دیکھ لی اور فرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں:

۱- مدینہ طیبہ کے مشرق میں

۲- عرب کے صوبہ نجد میں

۳- نجد کے باشی قبیلہ مضر میں

۴- قبیلہ مضر کی ایک اہم شاخ بنو تمیم میں

۵- لذت و حلاوت قرآن سے محروم اس کی بکثرت تلاوت کرنے والا

۶- طویل نمازوں اور سجدہ ریزیوں سے پیشانیاں داغنے والا

۷- مسلمانوں کے لیے عبرت کی حد تک روزوں کا پابند

۸- اپنااوراپنے متبعین کا سر منڈانے والا

۹- روئے زمین کے مسلمانوں پر شرک کا اِلزام دے کرانہیں واجب القتل اوران کے اموال کومباح جاننے والااورغلبہ پانے کی صورت میں ان پر جزیہ مسلط کرنے والا۔

۱۰- ۴۲ سال کی عمر (ابن سعود کے ساتھ معاہدہ کے وقت) سے لے کر ۹۱ سال کی عمر تک شب وروز مسلمانوں سے نبرد آزما رہنے کے باوجود کسی ایک یہودی یا عیسائی یا مجوسی یا آتش پرست یا کسی اور کافر (جو کہ کھلم کھلا کلمہ توحید کا منکر ہو) کو قتل نہ کرنے والا شخص ظاہر ہو جانا یقیناً غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔

مزید برآں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دریافت کرنے پر کہ خوارج کی علامت کیاہے؟ یہ اِرشاد ہوتا ہے۔

سیماھم التحلیق ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ سر منڈائیں گے۔

یہ علامت تحریک وہابیہ اوراس کی تمام شاخوں غیر مقلد وہابی، دیوبندی وہابی اور تبلیغی جماعت میں پائی جاتی ہے۔

شیخ نجدی کے دور میں حرمین شریفین کے ایک عظیم ووجیہ عالم، خاتم المحققین، محسن اِسلام علامۃ الدہر حضرت علامہ سیّدی احمد بن زینی دحلان نوراللہ مرقدہ وقدس سرہ جن کی عظمت وجلال کو آج بھی اکابرین اسلام جھک کر سلام کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

فی قوله صلی الله علیه وسلم سیماهم التحلیق علی هولاء الخارجین من المشرق التابعین لا بن عبدالوهاب فیما ابتدعه لانهم یأمرون من اتبعهم ان یحلق راسه ولا یترکونه یفارق مجلسهٔ اذا تبعهم حتی یحلقوا راسه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشاد گرامی ’’کہ اِن گمراہوں کی نشانی سر منڈانا ہے‘‘ میں ان لوگوں کے بارہ میں نص ہے جوابن عبدالوہاب کی تراشی ہوئی بدعات کی پیروی کرتے ہوئے مشرق مدینہ طیبہ سے نکلے کیونکہ یہ لوگ اپنے متبعین کوسر منڈانے کا حکم دیتے ہیں اور جو آدمی ان کے گروہ میں شامل ہوتا ہے مجلس سے جانے سے پہلے تواس کے سر پر بال نہیں رہنے دیتے (روڈہ کرکے

چھوڑتے ہیں) (حضرت علامہ سیدی احمد بن زینی دحلان - الدررالسنیہ ص ۵۰)

ابنِ سعود ربیعی اور ابن عبدالوہاب مضری دونوں حدیث شریف کے آئینہ میں

اب تک کی گفتگو شیخ نجدی کے متعلق تھی لیکن ناظرین کو یہ اندازہ ہو چکا ہو گا کہ اس کی بزور شمشیر دعوت ابن سعود کی رہین منت ہے کہ اس نے شیخ نجدی کی صاحبزادی سے نکاح کے بعد اس کی ہر طرح کی معاونت کی (جیسا کہ یہودی لابی آج کل پاکستان میں یہی نسخہ آزما رہی ہے) اور اُمت مسلمہ کے قتل عام اور تشتت وانتشار میں دونوں برابر کے شریک رہے۔ اب آیئے حدیث شریف سے راہنمائی حاصل کریں کہ وہ کیا کہتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی مسعود قال اشار النبی صلی الله علیه وسلم بیده نحو الیمن فقال الا ان الایمان ههنا وان القسوة وغلظ القلوب فی الفدادین عند اذناب الابل حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعة و مضر۔ (بخاری شریف ج ا ص ۴۶۶، مسلم شریف ص ۱/۵۲)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ ایمان اس طرف ہے اور شقاوت وسنگدلی (مدینہ طیبہ سے مشرقی جانب) قبیلہ ربیعہ مضر میں ہے جو (بکثرت اونٹ پالتے ہوئے) اونٹوں کی دموں کے پیچھے ہانکتے جاتے ہیں جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

ایک اور انداز سے دعوت وہابیہ کی گمراہی کا تعین

اس حدیث شریف میں یمن کا نجد کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے اہل یمن کے ایمان کو قابل قبول قرار دیا گیا ہے اور خود حدیثِ نجد میں بھی یہ تقابل موجود ہے بلکہ سابقہ صفحات پر مذکور قبول بشریٰ والی حدیث میں بھی اہلِ یمن اور بنو تمیم کا تقابل موجود ہے۔

اسی طرح متعدد احادیث میں اہلِ یمن اور باشندگان نجد کے باہم تقابل میں اہل یمن کو حکمت وایمان کا مرکز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظور نظر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ نجدی کی دعوت اہلِ یمن کے ہاں کیا وقعت رکھتی ہے؟ اگر اہل یمن کے نظریات شیخ نجدی کے نظریات وعقائد کو مسترد کرتے ہیں تو یقیناً اہل

یمن کے نظریات وعقائد مقبول خدا جل جلالہ اور منظور بارگاہِ مصطفیٰ ہونے کی بناء پر حق وسچ ہوں گے اور شیخ نجدی کے نظریات وعقائد باطل ومردود ہوں گے۔

گھر کا بھیدی

اس سلسلہ میں معتمد وہابیہ قاضی شوکانی متوفی کی گواہی ہی کافی ہے کہ اہل یمن کے بارہ میں نجدیوں کے خیالات کیسے تھے لکھتے ہیں:

ہمارے یمن کے حاجیوں کے قافلہ کے امیر الحجاج السید محمد بن حسین المراجلی نے خود مجھ سے (قاضی شوکانی سے) بیان کیا کہ ہمارے قافلہ کو نجدی جماعت کی ایک ٹولی ملی تو اس نے مجھے اور میرے ساتھ والے یمن کے سارے حاجیوں کو ''کفار'' کہہ کر خطاب کیا۔

ان جماعة منهم خاطبوه هو ومن معه في حجاج اليمن بانهم كفار۔

(البدر الطالع بحوالہ مولوی منظور احمد نعمانی دیوبندی ''شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص ۱۳۲)

اس حدیث شریف میں مضر و ربیعہ دو قبیلوں میں دو سینگ (شیطان کے دو ساتھی اور حامی جنہیں شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ابھارے گا (نووی شرح مسلم ص ۵۳) نکلنے کی خبر دی گئی ہے۔ ایک تو ابن عبد الوہاب نجدی تمیمی مضری ہے اب آیئے دوسرے سینگ کے حالات کا جائزہ لیں تو تاریخ بتاتی ہے کہ شیخ نجدی کے سب سے اہم حامی اور دعوت وہابیہ کی اشاعت کا بنیادی ستون اور تحریک وہابیہ کی قتل وغارت کا مرکز سعودی خاندان ہے۔ اس خاندان کا تعارف نواب صدیق حسن بھوپالی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

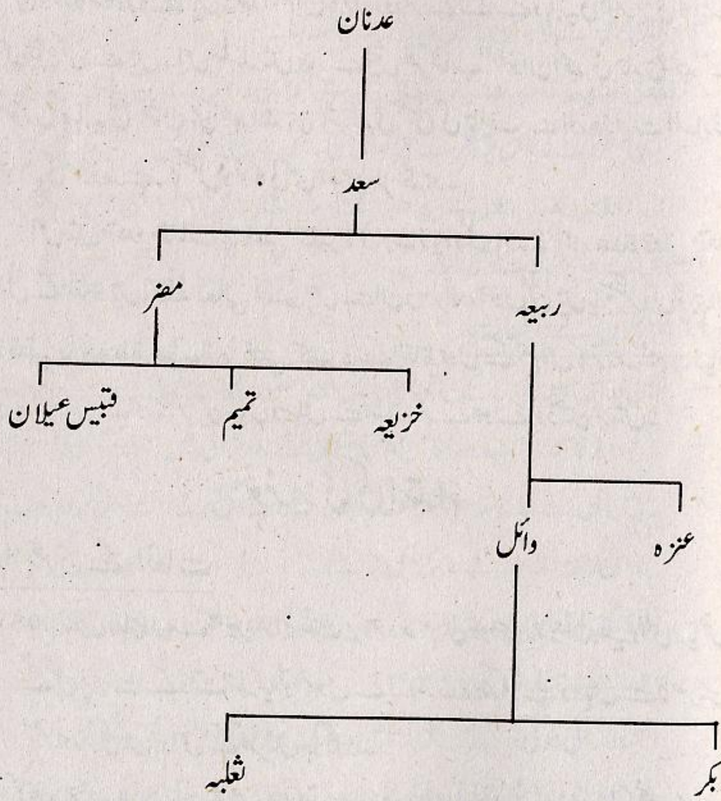
''نام ان کا (ابن سعود کا) محمد ہے نجد کے رہنے والے تھے۔ آثار الادھار میں مذکور ہے کہ وہ مشائخ عرب عنزہ میں سے ہیں جو ایک قبیلہ کا نام ہے اس میں یہ قبیلہ مسالیخ کے شیخ تھے۔'' (ترجمان وہابیہ ص ۱۳۲ از نواب صدیق حسن بھوپالی)

اس سے واضح ہو گیا کہ مسالیخ قبیلہ عنزہ کی ایک شاخ ہے اور عنزہ قبیلہ ربیعہ کی ایک بڑی شاخ ہے۔ منجد حصہ تاریخ میں ان کا نقشہ اس طرح دیا گیا ہے:

پوری تاریخ وہابیہ انہی دو قبیلوں مضر کے بنو تمیم اور ربیعہ کے مسالیخ کے گرد گشت کرتی ہے۔

ایک خاندان کو آلِ سعود اور دوسرے کو آلِ شیخ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نقشہ



(المنجد حصہ تاریخ ص ۴۵۸)

وہابیہ کی خونی داستان

جب تک وہابیہ کی خونی داستان کا اجمالی تذکرہ نہ کیا جائے تو لوگ ان ہر دو سینگ کے متعلق تردد کا شکار رہ سکتے ہیں۔لہٰذا ہم ان کا تردد دور کرنے کے لیے وہابیہ کی خونریزی کا اجمالی خاکہ پیش کررہے ہیں۔اس سلسلہ میں ہمارے پیشِ نظر کتاب ''عنوان المجد فی تاریخ نجد'' ہے جو مؤرخ وہابیہ شیخ عثمان بن عبد اللہ بن بشر نجدی حنبلی کی تالیف ہے اور وزارت المعارف السعودیہ کی مطبوعہ ہے۔ٹائٹل فوٹو کاپی ص ۲۵۲ پر ملاحظہ ہو۔

اس میں متعدد مقامات پر قتلی کثیرۃ (بہت زیادہ قتل ہوئے) اور عدۃ قتلی متعدد مقتول کے الفاظ ہیں وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔اس سے ان کی مراد درجنوں قتل ہیں یا سینکڑوں تو جہاں عدۃ قتلی یا مقتلۃ عظیمۃ یا قتلی کثیرۃ کے الفاظ ہوں گے ہم اس کا ترجمہ ''بہت زیادہ قتل'' ذکر کریں گے اور ناظرین سیاق وسباق سے اندازہ کرتے ہوئے خود تعین کرلیں۔

خونریزی کی ابتداء

۱۱۵۹ہجری کے واقعات

۱- ۱۱۵۹ہجری وہابیوں نے علمبردار اہلسنّت مردِ حر دہام بن دواس رحمۃ اللہ علیہ والئی ریاض کے محل پر رات کے وقت حملہ کیا تو انہوں نے دروازے بند کرلیے تو وہاں سے ناصر بن معمر اور ترکی بن دواس کے گھر میں جا گھسے۔

(فعقروا ابلا کثیرۃ ص ۲۷) تو وہاں پر موجود بہت سارے اونٹوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

یہ کوئی نجدی ہی بتا سکتا ہے کہ انہوں نے پہلے لوگوں میں سب سے بڑے بدبخت قذار

بن سالف ''کہ اس نے حضرت سیّدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں'' کی سنت پر عمل کرکے کس قدر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا تھا۔

۲- ابن سعود نے پھر دہام بن دواس علیہ الرحمہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

فالتقی الفریقان بذلک الموضع واقتتلو قتالا شدیدا وقتل من الفریقین عدۃ قتلی۔

تو ایک مقام پر دونوں فریق اکٹھے ہوگئے تو آپس میں سخت لڑائی ہوئی اور دونوں طرف سے بہت زیادہ لوگ قتل ہوئے۔(عنوان المجد ص ۲۷)

۳- ابن سعود نے پھر ابن دواس علیہ الرحمہ پر حملہ کیا۔

(فقتل منهم نحو عشرۃ رجال ص ۲۷) تو ابن دواس کے دس سپاہی شہید ہوگئے۔

۴- ابن سعود نے ریاض پر پھر سے چڑھائی کی۔اس بار کی لڑائی میں

(فقتل من اهل الریاض عشرۃ رجال ص ۲۸) بھی اہل ریاض کے دس آدمیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

۱۱۶۰ہجری کے واقعات

۱- ابن دواس علیہ الرحمہ کے ساتھ لڑائی میں ابن سعود کے دو بیٹے مارے گئے۔

(فاشتد الحرب بعدھا ص ۲۸) تو اس کے بعد لڑائی میں شدت آگئی۔

۲- ریاض ہی کے ایک مقام الشراک پر ابن سعود نے صبح کے وقت حملہ کردیا جب کہ ابن دواس رحمۃ اللہ علیہ کے جانثار بھی تیار تھے:

فاقتتلوا قتالا شدیدا فقتل من اهل الریاض جماعۃ وقتل من المسلمین عدۃ رجال (ص ۲۸)

سخت لڑائی ہوئی جس میں اہل ریاض کی ایک جماعت واصل بحق ہوگئی۔

اور مسلمانوں (یعنی حملہ آور خونخوار وہابیوں) کے بہت سے آدمی اپنے انجام کو پہنچے۔

۱۱۶۱ہجری کے واقعات

اس سال عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ریاض پر حملہ کردیا۔

واقتتلوا قتالا شديدًا وصبر الفريقان جس میں سخت لڑائی ہوئی اور دونوں فریق ڈٹے رہے۔

وانهزم المسلمون وقتل منهم نحو من خمس واربعين رجلا وقتل من اهل الرياض سليمان بن حبيب.
بالآخر مسلمانوں یعنی وہابیوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا اور پینتالیس وہابی جہنم رسید ہوئے جب کہ اہلِ ریاض کے سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے۔
اس سال عبدالعزیز نے پھر سے ریاض پر چڑھائی کر دی۔
فاقتتلوا قتالا شديداً وقتل من أهل الرياض ستة رجال ومن اهل العيينة قوم عثمان عشرة (الى) وصرم المسلمون من الرياض اربعة نخيل۔ (ص٢٩)
جس میں شدید جنگ ہوئی اہل ریاض کے چھ اور حملہ آوروں کے ایک دستے کے دس اور دوسرے دستے کے چھ آدمی مارے گئے اور ان مسلمانوں یعنی وہابیوں نے اہلِ ریاض کی کھجوروں کے چار درخت کاٹ دیئے۔
اِس سن میں عبدالعزیز نے ثرمدا شہر پر حملہ کیا تو:
فقتل من اهل ثرمدا نحو سبعين رجلا وكانت البلاد خالية فاراد عبد العزيز ان يقصدوا البلدليا خذوها عنوة فابى ذالك عثمان مشحة باهلها ومضنه بهم فاخبر عبد العزيز بذلك اباه محمدا والشيخ محمدبن عبد الوهاب فمن ذلك وقع في نفوسهم على عثمان (ص٢٩)
اہل ثرمدا کے ستر آدمی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ چونکہ شہر خالی تھا اس لیے عبدالعزیز نے اسے عنوۃ (دبدبے سے) قبضہ میں لینے کا پروگرام بنایا تو اس کی فوج کے امیر عثمان نے اہل بلد پر مہربانی وشفقت کے پیشِ نظر ایسا کرنے سے روک دیا۔ جب عبدالعزیز نے شیطان کے دونوں سینگوں مضر کے ابن عبد

الوہاب اور ربیعہ کے ابن سعود کو اس بات سے آگاہ کیا تو انہوں نے عثمان کے بارہ میں کینہ اور غصہ رکھنا شروع کر دیا۔
١١٦١ ہجری میں وہابی دوبارہ ثرمدا شہر پر چڑھ دوڑے:
(ولم يقع قتال فخربوا الزروع وانقلبوا راجعين ص ٢٩) لڑائی تو نہ ہوئی البتہ کھیتوں کو اُجاڑ کر یہ واپس چلے آئے۔ تا کہ ويهلك الحرث والنسل (البقرة) سے پوری طرح مماثلت ثابت ہو جائے۔
اسی سال وثاق شہر پر وہابیوں نے یلغار کر دی:
(فاخذوا اغنامهم وقتلوا منهم ستة رجال ص٢٩) ان کی بکریاں پکڑ لیں اور چھ آدمیوں کو شہید کر دیا۔

١١٦٢ کے خونی مناظر

اس سال ابن سعود خود لشکر لے کر ریاض پر حملہ کرنے گیا، دور سے تیر انداز ہوتی رہی (قتل من اهل الرياض سبعة رجال) اہل ریاض کے سات آدمی شہید ہوئے۔ (وقتل من الغزو ثلاثة ص٢٩) اور تین وہابی اپنے انجام کو پہنچے۔

١١٦٣ ہجری کی خونریزیاں

اس سال ابن سعود نے ریاض شہر کے ایک مقام بطیحاء پر حملے کرتے ہوئے سخت لڑائی کے بعدے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور اپنے دو آدمیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ (ص٣٠)
اس سال عبدالعزیز نے ثرمدا پر پھر سے حملہ کر کے پچیس مسلمانوں کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگ لیے۔ ١١٦٣ ہجری میں اور بھی معمولی قسم کی لڑائیاں جاری رہیں۔ (ص٣٠)
١١٦٤ ہجری میں وہابیوں نے ریاض شہر کے وسط میں پہنچ کر خارجیت کا زور دکھایا جس میں (وكانت عليهم هزيمة شاقة ص٣١) انہیں بہت بری شکست ہوئی۔
اس سال خرماء شہر میں وہابیوں کی شرانگیزیاں اور قتل و غارت جاری رہی اور اس مذکورہ سن میں عبدالعزیز زلفی شہر پر لشکر کش ہوا۔ (فاخذعليهم اغنامهم وراجع سالما غانما ص ٣١) تو ان کی بکریاں ہانک کر واپس آ گیا۔

۱۱۶۵ہجری میں وہابیہ نے رغبہ بستی پر حملہ کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔

(واخذوها ونهبوا ما فيها ص ۳۱) اسے فتح کر کے وہاں کا سارا سامان لوٹ لیا۔

اسی سال وہابیہ نے ایک اور شہر الخرج پر یلغار کر دی (واخذوا اغنام اهل الدلم ص ۳۲) تو اہل دلم کی بکریاں پکڑ لائے۔ جب اہل علاقہ نے بکریوں کی واپسی کا تقاضا کیا تو (وقتل المسلمون من الطلب عدة رجال ورجعوا ص ۳۲) مسلمانوں (وہابیہ کے مقدس افراد) نے متعدد افراد کو قتل کر دیا اور گھر کی راہ لی۔

اس سال وہابیہ نے ایک قصبہ دھیمان پر چڑھائی کی۔

(واخذوهم اجمعين ص ۳۲) تو تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا دو وہابی مارے گئے۔ ۱۱۶۵ ہجری ہی میں شیخ نجدی کے بھائی ترجمانِ اہلسنّت سلیمان بن عبدالوہاب نے حریملاء والوں کے ساتھ مل کر وہابیہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور کافی شور و غوغا کے بعد ایک وہابی امیر اور اس کے آٹھ ساتھی تہہ تیغ کر دیئے گئے (ص ۳۲) نیز ایک معرکہ میں ۳۰ بے گناہ شہید ہو گئے (ص ۳۳)

۱۱۶۶ھ میں ابن سعود کی رہنمائی میں عبدالعزیز نے جنگ و جدال کا بازار گرم رکھا (فيها صار على اهل حريملاء من الامام محمد بن سعود مقاتلات وسرايا ووقعات) کہ اس سال امام محمد بن سعود کی طرف سے فوجیں، مقاتلات و سرایا اور جماعتیں روانہ کی گئیں۔

اہل منفوحہ نے وہابیہ کے خلاف جہاد کیا ص ۳۳۔ مہاشیر اور السبلہ کے مقامات پر لڑائیاں ہوئیں۔

۱۱۶۷ہجری میں بھی گزشتہ سالوں کی طرح زلزلے اور فتنے جاری رہے۔ وہابیوں نے آل سیف کے رؤسا کو (قتلوهم صبرا ص ۳۴) باندھ کر قتل کر دیا۔

۱۱۶۸ہجری میں ابن سعود نے درعیہ، عیینہ اور خرماء کے درندوں کو لے کر ثرمدا کو دبوچ لیا (وقتل منهم ستين رجلا واسر منهم ناس ص ۳۴) ان کے ساٹھ آدمیوں کو قتل کر دیا اور متعدد گرفتار کر لیے۔ ایک موقع پر عبدالعزیز نے تین سو لشکری لے کر حریملاء پر علی الصبح حملہ کر دیا:

(فقتل منهم ماءة رجل ص ۳۴) تو سو ناحق مقتولوں کا گناہ اپنی گردن پر اٹھائے

واپس آ گیا ایک وہابی نے شہر کے دار الحکومت پر قبضہ کر کے عبدالعزیز کو خوشخبری ارسال کی تو امیر عبدالعزیز فاتحانہ انداز میں شہر میں داخل ہوا:

وصارت دورها ونخيلها غنيمة للمسلمين ص ۳۵) شہر کے مکانات و باغات وہابیہ کے لیے مالِ غنیمت قرار دے کر اہل بلد کو کلمہ گو سُنی ہونے کی سزا دی۔ متعدد رؤساء شہید ہو گئے اور شیخ نجدی کے بھائی (هرب سليمان بن عبد الوهاب ماشيا ص ۳۵) ترجمان اہلسنّت تحریک وہابیہ کے پہلے منکر سلیمان بن عبدالوہاب علیہ الرحمہ نے پیدل بھاگ کر جان بچائی۔ اس سال امیر ریاض مردِ حر دھام بن دواس علیہ الرحمہ نے وہابیہ کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ایک جگہ لڑائی میں اٹھارہ وہابیوں کو ٹھکانے لگایا۔ کافی قتل و غارت کے بعد وہابیوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ ساٹھ مردانِ حر جامِ شہادت نوش کر گئے اور کافی لوگ گرفتار ہو گئے (واخذ منهم الفداء ص ۳۶) جنہیں وہابیہ نے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔

۱۱۷۰ہجری کے سال میں امیر عبدالعزیز نے اپنے ہمراہی لے کر ریاض شہر کے ایک بند کو جو انہوں نے سیلاب سے روک تھام کے لیے بنایا ہوا تھا، کو توڑنا شروع کر دیا جس سے لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔

(فاقتتلوا قتالا شديدا وقتل من اهل الرياض ثلاثة رجال و قتل من المسلمين عشرة ص ۳۶) شدید لڑائی سے ریاض کے تین باشندے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے راہیِ ملکِ عدم ہو گئے اور دس وہابی ڈاکو مارے گئے۔

اس کے بعد وہابیہ کا اہل شقرا سے ٹکراؤ ہو گیا جس میں اہل شقرا کو آزمائش سے گزرنا پڑا۔ (فقتل منهم فى تلك الهزيمة نحو سبعة عشر رجلا ص ۳۷) اور سترہ آدمی اپنے عقیدہ و ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے قربان ہو گئے، ابن فائز کو گرفتار کر کے امیر عبدالعزیز کے پاس لایا گیا (ففدا نفسه من عبد العزيز بخمس مائة احمر ص ۳۷) تو امیر عبدالعزیز نے پانچ سو احمر (اس دور کے سونے کے سکے) لے کر اسے رہا کر دیا۔

اس کے بعد عبدالعزیز کی رگ وہابیت نے پھر جوش مارا۔ رات کے وقت ریاض کے قریب کمین گاہ میں جا چھپے۔ عین ابن ملجم نجدی کے حملہ کے وقت علی الصبح اہل ریاض پر حملہ آور ہو

گئے (فقتل من اهل الرياض ثمانية رجال ص ۳۷) تو ریاض کے آٹھ خوش بخت باشندوں کو ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طوبیٰ لمن قتلوهم کے مطابق خوارج کے ہاتھوں شہید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اس سال امیر عبدالعزیز نے اشیقر پر حملہ کر کے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی (قتل فيه من اهل البلد اربعة رجال ص ۳۷) چار بے گناہوں کا خون اپنے سر لے کر لوٹا۔ اسی سال امیر عبدالعزیز نے خونخوار وہابیوں کو ساتھ لے کر ثادق شہر پر جنگ مسلط کر دی اور ان کا محاصرہ کر لیا (وقطع شيئا من نخيلهم ص ۳۷) اور کھجوروں کے کچھ درخت کاٹ کر دادِ شجاعت دی (وقتل من اهل البلد ثمانية رجال ص ۳۷) اور آٹھ سنیوں کے قتل ناحق کا مرتکب ہوا (وقتل من المسلمين ثمانية رجال ص ۳۷) اور آٹھ وہابیوں کی اولاد یتیم ہو گئی۔

یہاں سے فارغ ہو کر امیر عبدالعزیز جلاجل شہر کے باسیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے لیے چلا (وقتل بينهم رجال ص ۳۷) اور دورانِ لڑائی کافی آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد وہابیہ کو ایک بار پھر ریاض پر قابض ہونے کی خواہش نے بے قرار کر دیا مگر دھام بن دواس علیہ الرحمہ کی صاحب بصیرت شخصیت کے سامنے بے بس ہو کر مایوس واپس ہوئے۔ صرف ایک آدمی کی شہادت سے اپنے سیاہ نامۂ اعمال میں کچھ اضافہ کر سکے۔

۱۱۷۱ہجری میں امیر عبدالعزیز نے ثرمدا شہر پر لشکر کشی کی۔ کچھ لوگ رات کو کمین گاہ میں چھپ گئے اور کچھ وہابی کھجوروں کے باغ کی فصیل میں نقب لگا کر اندر جا گھسے۔ جب ان چوروں کی اطلاع شاہ ثرمدا ابراہیم بن سلیمان کو ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو کارروائی کا حکم دیا تو (فقتل من المسلمين في تلك الواقعة نحو ثلاثين رجلا ص ۳۸) تیس ڈاکو (وہابی) فی النار ہو گئے (وقتل من اهل ثرمدا ثمانية ص ۳۸) اور آٹھ ثرمدی خوارج کی تیغ آزمائی کی زد میں آ گئے۔ اس سال امیر عبدالعزیز کی درندگی حوطہ اور جنوبیہ پر قبضہ پانے کے بعد اہل ریاض کو رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں صیام وقیام جیسی عظیم عبادات سے ہٹا کر پھر جنگ وجدال کے میدان میں لے آئی (ساروا الى الرياض في رمضان والتقى الفريقان في ذالك

الموضع فاقتتلوا ص ۳۸) اس لڑائی میں تین جانثاران وطن شہید ہو گئے جن میں امیر ریاض دھام کے بھائی ترکی بن دواس بھی شامل تھے۔

امیر عبدالعزیز کی ہوس ملک گیری نے پھر جوش مارا۔ ریاض میں خون خرابہ کرنے کی غرض سے پھر سے لشکر مرتب کیا (فحصل قتال ص ۳۸) لڑائی ہوئی ایک محبِ وطن اور دو وہابی کام آئے۔ اس کے فوراً بعد امیر عبدالعزیز نے ریاض شہر کی مغربی سمت میں قلعہ تعمیر کرنا شروع کر دیا (يريد ان يضيق به على اهل الرياض ص ۳۹) تاکہ ریاض کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دے۔ شیخ نجدی کی فطرت شدیدہ میں امن وسکون اور مسلمانوں کی فلاح نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اسے تو صرف ملک گیری اور مال ومتاع جمع کرنے اور وہابیت کی اشاعت سے غرض تھی۔ اس لیے عبدالعزیز کو ''رغبہ'' شہر پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ جب یہ وہاں پہنچا تو (هدم منازل اهل الخرم وصرم نخلها ص ۴۰) تو اہل خرم کے مکانات منہدم کر کے اور ان کے باغات جلا کر رگ وہابیت کو تسکین پہنچا کر واپس چلا آیا۔

۱۱۷۲ہجری میں مسلمانوں نے مل کر وہابیہ کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے کا پروگرام بنایا۔ قتال شدید کے باوجود اپنے مقصد کو نہ پا سکے اور 'الحرب سجال' جنگ ایک ڈول ہے کبھی ادھر کبھی ادھر کے مصداق میدانِ جنگ وہابیہ کے ہاتھ رہا۔

۱۱۷۳ہجری بھی گزشتہ سالوں کی طرح آزمائش کا سال رہا۔ مسلمان وہابیوں کے ظلم کا مسلسل نشانہ بنتے رہے۔ امیر عبدالعزیز نے الخرج پر حملہ کیا۔ اہل دلم پر تلوار سونتی (وقتل من اهلها ثمانية رجال ونهبوا دكانين فيها اموال ص ۴۷) وہاں کے آٹھ آدمیوں کو ظلم کا نشانہ بنانے کے بعد مال ومتاع سے بھری دکانوں کو لوٹ کر توحید شیطانی کو محکم کر کے چلے آئے۔ واپس آتے ہوئے (ثم اغاروا على اهل بلد نعجان وقتلوا عودة بن علي ورجع الى وطنه ص ۴۷) نعجان شہر پر لوٹ مار شروع کر دی اور عودہ بن علی کے خون ناحق سے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر کے شیخ نجدی کو آسلامی ہوئے۔

ابھی چند دن ہی گھر ٹھہرے تھے کہ وہابیت پریشر نے جنگ پر مجبور کر دیا ثم بعد ایام

سار بعد العزیز بجیوشه الی بلدثر مداوقتل من اھلھا اربعة رجال ص ۳۰
اور ثرمدا شہر پر چڑھائی کر کے چار ثرمدیوں کو شہید کر دیا اور ایک وہابی ابدی نیند سو گیا۔

امیر عبدالعزیز کا جوشِ وہابیت ٹھنڈا ہونے والا نہ تھا۔ دلم اور خرج پر پھر جنگ مسلط کر دی وقتل من فزعھم سبعة رجال وغنم علیھم ابلا کثیرۃ ص ۴۰) ان کے سات سپاہیوں کو شہید کر دیا اور لوٹ مار سے حاصل شدہ بہت زیادہ اونٹ مالِ غنیمت سمجھ کر ہضم کر گیا۔

پھر اشیقر پر یلغار کر کے انہیں ہزیمت دی اور (وقتل منھم فی ھزیمتھم عشرون رجلا ص ۴۱) اس دوران شہر سے بھاگتے ہوئے بیس مظلوم ان کے ہاتھوں پر راہی ملک عدم ہو گئے۔ اس سال ابن سعود کو ابن معمر کے محل پر غصہ آ گیا (فامر بھدم قصر ابن معمر فھدم ص ۱۴) تو اسے گرانے کا حکم دے دیا جس کی تعمیل کر دی گئی۔

دِین کے نام پر قزاقی کرنے والے امیر عبدالعزیز نے منفوحہ پر حملہ کیا واشعل فی زروعھا النار ص ۴۱) اور ان کے کھیتوں میں آگ لگا کر اپنی دوزخ کے ایندھن میں اضافہ کر لیا۔

پھر ثرمانیہ کے علاقہ میں صحرائی قزاق پہنچ گئے (واخذ کثیرا من حللھم وغنم منھم ابلا کثیرۃ وقتل من الاعراب عشرۃ رجال) ان بادیہ نشینوں کے تن کے کپڑے چھین لیے ان کی متاعِ حیات بہت سارے اونٹ ہانک لیے اور واپس ہوتے ہوئے دس دیہاتیوں کے بچوں کو یتیم اور ان کی بیویوں کو بیوہ کر کے چلے آئے۔

امیر عبدالعزیز لشکر کے ہمراہ دشم پر حملہ کرنے جا رہا تھا کہ راستے میں ثرمدا شہر کے پندرہ بدنصیب اسے مل گئے (فھربوا والتجوا الی الحریق ص ۴۱) انہوں نے بھاگ کر جان بچائی اور حریق شہر میں پناہ لے لی لیکن امیر عبدالعزیز کے غیظ وغضب کی ہنڈیا مسلسل جوش مارتی رہی اور انہیں طلب کر کے قتل کرنے کا عزم ظاہر کیا (فافتدوھم منه بالف وخمسمائة احمر ص ۴۱) تو اہل شہر کی اولوالعزمی کو سلام کہ انہوں نے اپنی طرف سے پندرہ سو طلائی سکے احمر ادا کر کے ان پناہ گزینوں کی جان بخشی کروائی ادر زبان حال سے امیر وہابیہ کو ڈوب مرنے کا مشورہ دیا اور اب زبانِ حال سے اس کی ذریت کو بھی ڈوب مرنے کا مشورہ

دے رہے ہیں۔

۱۱۷۴ ہجری کے سال میں امیر عبدالعزیز نے سدیر کی جانب پیشِ قدمی کی (وقتل من اھلھا خمسة رجلا ص ۴۱) اور پانچ آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔

امیر عبدالعزیز نے ایک بار پھر ریاض پر لشکر کشی کی (وقتل من اھل الریاض تسعة رجال منھم ۴۱) اور اہل ریاض کے نو افراد کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا (وقتل من الغزو ستة رجال ص ۴۱) اور چھ وہابی دوران ڈاکہ کام آئے۔

امیر عبدالعزیز نے منفوحہ والوں کا چین چھیننے کی کوشش کی تو لڑائی ہو گئی (وقتل عدۃ رجال ص ۴۱) جس میں متعدد آدمی آفات دُنیا سے مکمل سکون پا گئے۔

اس درندہ صفت امیر نے العتک مقام پر سبیع کے کئی آدمی گرفتار کر لیے (وقتل منھم عشرۃ رجال ص ۴۱) اور دس افراد کو باندھ کر قتل کر دیا بچے کھچے آدمیوں (غنم علیھم المسلمون نحو ثمانین ذودھم واثاثھم وامتعتھم ص ۴۱) کے اسی اونٹ اور کپڑے اور گھریلو سامان لوٹ کر شیخ نجدی کی خدمت میں نذر گزار ہوئے۔

مسلمانوں کے لیے مسرت وراحت کے دِن یوم العید کی خوشی وہابیہ کو ناگوار گزری تو امیر عبدالعزیز نے عین عید کے دِن کی صبح کو اہل ریاض پر حملہ کر دیا اور متعدد آدمی شہید کر کے شیطان کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ عید کے پر مسرت موقع پر مسلمانوں پر جنگ مسلط کر کے توحید کو کس قدر فائدہ پہنچا ہو گا؟

۱۱۷۵ ہجری میں امیر عبدالعزیز کو پھر اہل منفوحہ پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ٹھانی اور اس ڈکیتی کے دوران دو مسلمانوں کی جان لے کر جان وہابیت کو چین آیا۔ اسی سال امیر عبد العزیز نے الخرج کی طرف کوچ کیا اور نعجان شہر جا کر اپنے روایتی انداز میں قتل وغارت شروع کر دی (وقتل من اھلھا سبعة رجال وقطع بعض النخیل ص ۴۲) سات آدمیوں کو قتل کرنے کے باوجود آتش انتقام سرد نہ ہوئی تو باقی ماندہ غصہ کھجوروں کے درخت کاٹ کر نکال لیا (لعنة اللہ علی شرھم)

یہاں سے فارغ ہو کر امیر مذکور نے الفرعہ شہر پر صبح صادق کے وقت سوئے ہوئے

شہریوں کو دبوچ لیا (وقتل من اھلھا عدۃ رجال ص۴۳) اور کافی سارے آدمی شہید کر ڈالے۔ اس کے چند دِن بعد منصور بن حمد نے شیخ نجدی کا دِین قبول کر لیا اور اپنے علاقے میں جا کر اہل اشیقر کے ساتھ محاربہ شروع کر دیا (وحاربوا اھل اشیقر سبع سنین ص۴۲) اور مسلسل سات سال لڑائی جاری رہی۔

نیز ایک موقع پر درعیہ (ابن سعود اور شیخ نجدی کے دارالخروج) کے چند لوگوں نے ریاض شہر کے پہرے داروں پر حملہ کر دیا جس میں دو وہابی واصلِ جہنم ہوئے اور امیر ریاض دھام علیہ الرحمہ کے بھائی سمیت تین بے گناہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔

وہابیہ کا سیلاب ملک گیری تھمنے والا نہ تھا اس لیے امیر عبدالعزیز نے اپنی جبلت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اہل ڈشم پر تابڑ توڑ حملہ کر کے (قتل خمساً و عشرین رجلا ص۴۲) پچیس مقدس جانوں کو ضائع کر دیا۔

اسی سال شقراء اور وثیثہ کا ایک قافلہ جا رہا تھا۔ وہابیوں نے انہیں یرغمال بنا کر (وقتلوا منھم رجالا کثیرا ص۴۳) بہت سارے حضرات پر تلوار چلا کر درندگی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

۱۱۷۶ ہجری کا سال اہل نجد کے خلاف بدشگونی ہی لے کر طلوع ہوا اور وہابی حضرات اہل نجد پر ابتلائے قہر الٰہی اور شیطانی کوڑہ بن کر برستے رہے۔ امیر عبدالعزیز نے اس سال بھی ریاض پر چڑھائی کی اور (وحصل بینھم قتال قتل من اھل الریاض رجال ص۴۳) اہلسنّت اور وہابیہ کی لڑائی میں کئی خوش بخت سنی "طوبی لمن قتلوھم الحدیث" کہ جن کو خارجی قتل کر دیں اسے مبارک ہو کا مصداق بن گئے اور ایک خارجی مارا گیا۔ امیر مذکور نے اس سال دوبارہ ریاض پر حملہ کیا (فقتل بینھم رجال ص۴۳) جس میں کافی آدمی قتل ہوئے اور مردِ حر دھام بن دواس علیہ الرحمہ نے اس موقع پر دفاعی پوزیشن کو چھوڑ کر وہابیہ کے مرکز درعیہ پر لشکر کشی کی اور ان پر کاری ضرب لگائی۔ اس کے بعد امیر عبدالعزیز نے احساء پر وہابی جتھہ جمع کر لیا (وقتل منھم رجالا کثیراً نحو السبعین رجلا واخذوا اموالا کثیرۃ ص۴۳) تقریباً ستر ناحق مقتولوں کا گناہ اپنی گردن پر اُٹھانے کے ساتھ ساتھ بہت سارا مال بھی اُٹھا لیا تا کہ قرن الشیطان کو توحید پرستی و توحید افزونی کا زیادہ سے زیادہ صلہ مل

سکے۔

وہابی جتھہ واپس آ رہا تھا کہ اہل ریاض اور اہل حرمہ کا ایک قافلہ نظر پڑ گیا تو اہل حرمہ کو معاف کر دیا اور اہل ریاض کا قافلہ ان مذہبی ڈاکوؤں کی نذر ہو گیا۔ (ص۴۳)

ڈاکہ زنی اور قتل و غارت چونکہ وہابیہ کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی اس لیے امیر عبدالعزیز نے ایک بستی "سبیع" پر قزاقی کا پروگرام بنایا (واخذ علیھم نحو مائتی بعیر ص۴۳) اور ان خانہ بدوش بدووں کے تقریباً ۲۰۰ اونٹ قبضہ میں لے لیے۔

۱۱۷۷ ہجری کے واقعات

پہلا واقعہ

مردِ حر دھام بن دواس علیہ الرحمہ چونکہ عوام کا ایک خیر خواہ حکمران تھا اور وہابیہ کے آئے دن کی قتل و غارت حتیٰ کہ اہلِ اسلام کے خوشی کے دِن عید مبارک کے موقع پر بھی خون آلود کپڑے اور جنگی ہتھیار زیب تن کیے رہنا اسے ناگوار تھا' دوسری وجہ یہ تھی کہ وہابی حضرات دیگر علاقوں میں لوٹ مار اور ڈاکہ و نقب زنی اور مسافر قافلوں کو لوٹ کر پھر سے سامان حرب تیار کر لیتے جب کہ مردِ حر دھام کی اِسلام و اہلِ اسلام کی محبت سے معمور طبیعت ان جنگی جرائم اور طوائف الملوکی سے کوسوں دور تھی' اس لیے اس نے وہابیہ کے شر سے اپنی عوام کو بچانے کے لیے دو ہزار طلائی سکے احمر دے کر وہابیہ کی ستم ریزی کے آگے ایک بند باندھا تا کہ یہ اس ہڈی کو چوس کر جوش وہابیت ٹھنڈا کرتے رہیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کسی قدر سکون پائے۔

دوسرا واقعہ

امیر عبدالعزیز سدیر کے علاقے جلاجل کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا تو راستے میں اسے خرما کا لہلہاتا باغ نظر پڑا (وقطعوا منہ نخیلا وحصل بینھم قتال (الی) وقتلوا من اھلھا عشرۃ رجال ص۴۲) اور بے رحموں نے خرما کے درخت کاٹنے شروع کر دیئے جس سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اس طرح وہاں کے دس جفاکش اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے

شہادت کا درجہ پا گئے اور دو وہابی جہنم رسید ہوئے۔

تیسرا واقعہ

وہابی لشکر واپس آ رہا تھا کہ عبدالعزیز کو عجمان کے ایک گروہ کی اطلاع ملی۔ امیر نے اس کو گھیرے میں لے کر ستر آدمیوں کو قتل کر دیا اور سو کو قیدی بنا لیا اور چالیس گھوڑے پکڑ لیے۔ (ص ۴۴)

۱۱۷۸ ہجری کی شورش

پہلی شورش

امیر عبدالعزیز نے حماد الدیھیم پر غارت گری کی (فاستاصل جمیع اموالهم وقتل منهم نحو الثلاثین رجلا ص ۴۴) تو ان لوگوں کا سارے کا سارا مال لوٹ لیا اور تیس آدمیوں کو توحید شیطانی پر قربان کر دیا اور دو وہابی اس ڈاکے میں کام آئے۔

دوسری شورش

نجد کے وہابیوں کی شورش کی خبریں مسلسل دور دراز علاقوں میں پھیل رہی تھیں اور با اثر حکمران ان کے بارہ میں سوچ ہی رہے تھے کہ وہابیوں کے ہاتھوں بے بس اور مظلوم و مقہور ایک جماعت والئی نجران سیّد حسن ھبۃ اللہ کی خدمت میں دادرسی کی درخواست گزار ہوئی تو سیّد حسن نے نجدیوں کی ستم رانی کے طوفان بدتمیزی کو روکنے کا عزم کیا اور اہل نجران (یمن) کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر حائر مقام پر خیمہ زن ہوا۔ مقابلہ کے لیے شیخ نجدی نے امیر عبدالعزیز کو روانہ کیا۔ دوران لڑائی پانچ سو نجرانی (یمنی) شہید ہو گئے اور دو صد چھیاسٹھ وہابی مارے گئے اور دو صد بیس وہابی گرفتار ہو گئے اس جنگ میں وہابیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔

جب شیخ نجدی اور ابن سعود کو سیّد حسن والئی نجران کی قوت و شوکت اور ہاشمی خون کی شجاعت کا اندازہ ہوا تو فوراً ظفیر شہر کے رئیس شیخ فیصل بن سھیل کے ذریعے اس سے معافی مانگ لی اور ایک دوسرے کے قیدی چھوڑ دیئے گئے اور والئی نجران ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے واپس چلا آیا (ص ۱۴۵)۔ واضح ہو کہ نجران شمالی یمن کا ایک شہر ہے۔ (منجد ص ۷۰۶)

وہابیوں کی گمراہی پر ایک اور واضح دلیل

احادیث طیبہ میں بکثرت وارد ہے کہ ایمان یمنی ایمان ہے اور بالخصوص جب نجد کے تمیمی خوشخبری سن کر بھی ذخیرہ آخرت حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے تو اہلِ یمن ہی تھے جنہوں نے عرض کیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو آپ کی خدمت میں آئے ہی دین سیکھنے کے لیے ہیں اور اخص الخصوص جس حدیث میں شیطان کے دو سینگ ربیعہ و مضر میں ظاہر ہونے کا ذکر ہے اس میں بھی پہلے اہلِ یمن کے ایمان کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ الغرض اہلِ یمن کا ایمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند و مقبول ہے اور ان کے مقابلہ میں شقاوت و سنگدلی اہلِ نجد کے حصہ میں آ گئی جیسا کہ مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ اہل یمن کا ایمان تو ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے ذریعے کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اگر اہل نجد کا ایمان اہل یمن کے مطابق ہے تو بارگاہِ خدا اور رسول میں مقبول ہو گا اور ان کی توحید انہیں اپنی قبر و حشر میں فائدہ دے گی ورنہ نہیں۔ جب کہ مذکورہ واقع اور تاریخ بتاتی ہے کہ اہل یمن نجدیوں کی تحریکِ وہابیہ اور ان کی خانہ زاد توحید سے کوسوں دور تھے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ شیخ نجدی اور اس کے متبعین کا ایمان اہل یمن کے برخلاف ہونے کی بناء پر مردود، مردود اور مردود ہے جو انہیں قبر حشر میں کسی جگہ سود مند نہیں ہو سکتا۔

تیسری شورش

بنو خالد کے رئیس عریعر نے وہابیوں کے ہاتھ روکنے کا پروگرام بنایا اور اس سلسلہ میں والئی نجران نے بھی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ وہابیوں نے چونکہ معافی مانگ لی اور والئی نجران واپس چلا گیا تو عریعر تنہا ہونے کی پرواہ کیے بغیر مرکز خوارج درعیہ پر بیس روز مسلسل حملہ آور رہا جس میں اس کے چالیس جانثار کلمہ حق بلند کرتے ہوئے راہی ملک عدم ہو گئے اور (وقتل من اهل الدرعية نحو امن اثنی عشر رجلا ص ۴۵) اور درعیہ کے بارہ سرفروش توحیدِ شیطانی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

چوتھی شورش

اس سال کے اختتام پر منفوحہ میں محمد بن فارس اور اس کے بیٹے عبدالمحسن کو اولاد زامل نے قتل کر دیا۔

۱۱۷۹ ہجری کے خونی مناظر

ایک سینگ کٹ گیا

اس سال قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ عنزہ کے ایک قبیلہ مسالیخ کا رئیس شیطان کے دو سینگوں میں سے ایک سینگ شیخ نجدی کی دامادی کا شرف پانے سے لے کر تادم آخر ۲۱ سال تک مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے اور ان کے اموال ومتاع لوٹ کر مال غنیمت بنانے والے امیر ابن سعود کی زندگی کی ڈور کاٹ دی گئی اور مسلمانوں کو اس کے شر سے کسی قدر نجات حاصل ہوئی۔

پہلا منظر

اس سال مرد حر دھام بن دواس علیہ الرحمہ نے پھر سے کمر ہمت باندھی اور فتنہ خارجیت کی روک تھام کا عزم بالجزم کر کے میدانِ کارزار میں اُترا۔ وہابیوں کے مذہب کے مطابق صرف اور صرف وہی معدودے چند مسلمان تھے باقی سب کافر ومشرک تھے اور ابن دواس علیہ الرحمہ نے چند دِن کی دفع الوقتی کے لیے جنگ بندی کی تھی تو وہابیہ نے اسے مسلمانی کا درجہ دے دیا لیکن جب وہ دوبارہ برسرِ پیکار ہوا تو اسے مرتد قرار دے دیا' چنانچہ لکھتے ہیں:

وفیها حارب دهام بن دواس وارتد ونقص عهد المسلمین وثار الحرب الثالث الذی قتلت فیه الرجال (ص۴۲)

کہ اس سال دھام بن دواس نے جنگ کی اور مرتد ہو گیا اور تیسری جنگ چھڑ گئی جس میں بہت سارے سپاہی مارے گئے۔

دوسرا منظر

''ابن دواس اور رئیس دلم زین بن زامل کا منفوحہ والوں سے مقابلہ ہوا (فقتل

من الجمیع نحو العشرة ص ۴۷) اور کل دس آدمی مارے گئے''۔

تیسرا منظر

''امیر عبدالعزیز نے ایک بار پھر ریاض پر بری نگاہ سے دیکھا تو ابن دواس علیہ الرحمہ نے سبیع کی مدد سے (فقتل من الغزو رجال ص ۴۷) کافی وہابیوں کو خاک کا ڈھیر بنا دیا''۔

چوتھا منظر

''عبدالعزیز کے بھائی عبداللہ بن محمد بن سعود کی رگ خارجیت پھڑکنے لگی تو علی الصبح فرقان پر ڈاکہ مارا (فصجهم فیها واخذ منهم اموالا کثیرة ص ۴۷) اور کافی زیادہ مال لوٹ لیا''۔

پانچواں منظر

''درعیہ کے ساٹھ وہابی ریاض پر حملہ آور ہوئے تو ابن دواس علیہ الرحمہ نے ان کے شر سے اہل ریاض کو بچانے کے لیے مقابلہ کیا'' (وقتل منهم عدة رجال ص ۴۷) اور کئی وہابیوں کو خاک وخون میں غلطاں کر دیا۔

چھٹا منظر

''عبدالعزیز نے ریاض پر حملہ کرنے کی پھر انگڑائی لی (فقتل من اهلها ستّة رجال ص ۴۷) اور چھ سنی مسلمانوں کو قتل کر دیا''۔

۱۱۸۰ ہجری کی جنگیں

پہلی جنگ

امیر عبدالعزیز کی جنونی طبیعت نے اس سال بھی اس کی عقل کو خیرہ بنائے رکھا اور وہ طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکاتا رہا۔ حتیٰ کہ ثرمدا شہر پر دھاوا بول دیا جس میں (قتل منهم نحو من عشرین ص ۴۷) بیس ثرمدی شہید ہو گئے (وقتل من الغزو نحو ذلك ص ۴۷) اور اس مقدار میں ''مسلمانوں کو مشرک کہہ کر تلوار چلانے والے

ایٹم بم حدیث کے مطابق منافق'' مارے گئے۔

دوسری جنگ

عبدالعزیز ثرمدا میں بازار قتل و غارت گرم کر کے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں ابن دواس علیہ الرحمہ کے سپاہیوں پر چڑھ دوڑا (فقتل منھم رجالا ص ۴۷) تو ان کے کئی آدمی مار ڈالے۔

تیسری جنگ

اس سال شوال میں عبدالعزیز نے ریاض پر پھر زور آزمائی کی (فقتل من اھلھا رجالا ص ۴۷) اور کئی آدمیوں کی زندگیوں سے کھیل گیا۔

۱۱۸۱ ہجری کے فتنے

فتنہ اولیٰ

مذلول بن فیصل نے تمام وہابیوں کی کمان کرتے ہوئے (اس فتنہ میں سعود بن عبدالعزیز ابن محمد بن سعود پہلی بار شریک ہوا تھا) عودہ شہر پر وہابیت کا پرچم لہرایا۔ (۴۸)

فتنہ ثانیہ

عبداللہ بن محمد بن سعود نے مطیر پر حملہ کا پروگرام بنایا۔ اہل مطیر کو بھی بروقت اِطلاع ہو گئی اور وہ خارجیت کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئے (فقتلوا من الغزو رجالاً ص ۴۸) اور بہت سارے منافقوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

فتنہ ثالثہ

عبدالعزیز کو درعیہ سے بیس کلومیٹر فاصلہ پر واقع ریاض (موجودہ سعودی حکومت کا دارالحکومت) شہر کی آبادی کسی صورت گوارا نہ تھی اس لیے اس نے پھر ریاض پر وہابیت مسلط کرنے کی کوشش کی (وقتل من اھلھا ستة رجال ص ۴۸) اور چھ آدمیوں کا خون پی کر ڈکار بھی نہ مارا۔

فتنہ رابعہ

زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق قبولیت ایمان کی سند پانے والے خوش نصیب یمنیوں اور فرموداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق شیطان کے دوسینگوں کے پیروکاروں کا ایمانی لحاظ سے باہم مدمقابل ہونا ایک فطری بات تھی اس لیے عبدالعزیز نے (غزا عبد العزیز فرقان من اعراب الیمن ص ۴۸) یمن کے اعرابیوں پر بھی ان کی زندگی تلخ کر دی (فاخذھم ثم رجع ص ۴۸) ان یمنیوں کو گرفتار کر کے واپس چلا۔

فتنہ خامسہ

عبدالعزیز جب بھی ریاض کی پر رونق فضا دیکھتا تو اس کی آنکھیں چار ہو جاتیں۔ اس نے ایک بار پھر ریاض کو اپنی فتنہ گری کا نشانہ بنایا (فقتل من اھلھا خمسة رجال واربعا من الخیل ص ۴۹) تو پانچ مسلمانوں کو شہید کرنے کے علاوہ چار گھوڑوں کو بھی وہابی نہ ہونے کی سزا دی۔ (وقتل من الغزو عشرة رجال ص ۴۹) اور دس وہابیوں کی بیویاں رنڈی ہو گئیں۔

۱۱۸۲ ہجری کی تباہ کاریاں

پہلی تباہ کاری

سعود بن عبدالعزیز نے زُلفی مقام پر تباہی کا جال پھینکا جس نے تین مظلوموں کو نگل لیا۔

نوٹ: یہ پہلا معرکہ تھا جس میں ابن سعود اوّل کے پوتے سعود ثانی نے وہابیت کی نحوست پھیلانے کے لیے باقاعدہ لشکر وہابیہ کی کمان کی۔

دوسری تباہ کاری

عبدالعزیز نے سبیع کی طرف لشکر کشی کی، وہ لوگ ایک مقام حائر پر فروکش تھے۔ (فاخذعلیھم ابلا کثیرة واغنا ما وامتعة ص ۴۹) تو بہت سارے اونٹ بکریاں اور دیگر ساز و سامان کو توحید سکھانے کی غرض سے ابن عبدالوہاب کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔

تیسری تباہ کاری

سعود نے آل مرہ کے دیہاتیوں پر اپنی نامسعودی مسلط کی تو ان جوانمردوں کی جوابی کارروائی سے دس وہابی خاک کا ڈھیر بن گئے۔

چوتھی تباہ کاری

سعود بن عبد العزیز نے عنیزہ پر حملہ کیا (فقتل من اهل عنیزة ثمانیة رجال ص ۴۹) جس میں آٹھ عنیزیوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا (وقتل من الغزو رجال ص ۴۹) اور کئی حملہ آور مسلمانوں پر تلوار کشی کی سزا پانے اگلے جہاں کی طرف سدھار گئے۔

۱۱۸۳ ہجری کی ہلاکتیں

ہلاکتِ اولیٰ

امیر عبد العزیز مجمعہ شہر پر حملہ آور ہوتا ہے (فقتل من اهلها رجال ص ۵۴) جس میں کئی اہلِ مجمعہ شہید ہوتے ہیں پھر قصیم کی طرف قدم بڑھاتا ہوا اسے فتح کر لیتا ہے اور (قتل منهم عدة رجال ص ۵۴) متعدد آدمیوں کو قتل کر کے جوش ٹھنڈا کرتا ہے۔

ہلاکتِ ثانیہ

عبد العزیز ریاض کے باغات کو پھلتا پھولتا دیکھ کر پھر انگڑائی لیتا ہے راستے میں مردِ حر ابن دواس علیہ الرحمہ کے جانثاروں سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے جس میں ابن دواس علیہ الرحمہ کی قوم کے چار فدا کار اپنی ننگ و ناموس پر قربان ہو جاتے ہیں (وقتل من غزو المسلمین رجال ص ۵۴) اور اِسلام کی چادر اوڑھنے اور مسلمانوں پر تلوار چلانے والے کئی مردود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کے مطابق شریر ترین لوگ مقتول ہونے کی سزا پاتے ہیں۔

۱۱۸۴ ہجری کی تباہ سامانیاں

تباہِ سامانی اوّل

دیگر واقعات کے علاوہ عبد العزیز نے وادی محمرہ کا امن تباہ کیا اور ناحق خون سے زمین کو اسم با مسمیٰ کر دیا (فقتل منهم رجالا واخذ منهم غنائم ص ۵۵)

تباہِ سامانی ثانی

عبد العزیز نے خرج اور ریاض کے قریب حایر سبیع کو حیرت زدہ کر دیا اور ان کا محاصرہ کرنے کی حرکت قبیحہ کی اور اس کے علاوہ (وقطع بعض نخیله ص ۵۵) کھجوروں کے کئی درخت بھی وہابیت کا نشانہ بن کر زمین بوس ہو گئے۔

۱۱۸۵ ہجری اور وہابیانہ یلغار

پہلی یلغار

عبد العزیز نے آل ضویحی سے جنگ کی (وقتل علیهم عدة رجل ص ۵۵) ان کے کئی آدمیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں کامیاب ہو گیا۔

دوسری یلغار

ریاض پر قبضہ کی خواہش پھر بیدار ہوئی تو عبد العزیز نے حملہ آور ہو کر (قتل علیهم ستة رجال ص ۵۵) اپنے نامۂ اعمال میں مزید چھ بے گناہوں کے قتل کا اضافہ کر لیا۔

تیسری یلغار

سرزمین ریاض کی خوش نصیبی بھی تھی کہ قرن الشیطان کی مسلسل ٹکروں کے باوجود قائم و دائم رہا اور فتنہ منافقت کے سامنے کوہِ ہمالیہ ثابت ہوتا رہا اور جب تک یہ سد سکندری قائم رہی وہابیت کے یاجوج و ماجوج کی دیگر علاقوں سے توجہ ہٹی رہی۔ اس بار پھر وہابیت کے یاجوج اعظم عبد العزیز نے سد سکندری کو گرانے کی کوشش کی جس میں دھام کے دو صاحبزادے اور دیگر بیس اہلِ ریاض نے سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ رحمة الله علیهم اجمعین۔

۱۱۸۶ ہجری کے معرکے

معرکہ اوّل

عبدالعزیز نے وادی عجمان کے آل جیش پر زمین تنگ کر دی (فاخذ علیھم ابلا کثیرۃ وقتل منھم عدۃ رجال ص ۵۷) اور بہت زیادہ اونٹ لوٹنے کے علاوہ کئی مرد قتل کر دیئے۔

معرکہ دوم

وہابیت کے یاجوج وماجوج سد سکندری ریاض کی طرف پھر اچھل کود کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں (فاغار علی اغنامھم واخذھا ص ۵۷) پہلے ان کی بکریوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں پھر لڑائی ہوتی ہے (قتل من اھل الریاض عدۃ رجال ص ۵۷) تو سدِ سکندری کی سات اینٹیں زمین بوس ہو جاتی ہیں۔

معرکہ سوم

یاجوج اعظم پھر سد سکندری کو گرانے کے لیے آگے بڑھتا ہے (فقتل من اھلھا رجالا ص ۵۷) اس معرکہ میں بھی کئی جانیں لے کر واپس لوٹتا ہے اور ایک یاجوج زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

۱۱۸۶ ہجری اور وہابیہ کی شر افزونی

پہلی شر افزونی

نئے سال کے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی یاجوج اعظم نے سد سکندری میں سوراخ کرنے کے لیے پھر چڑھائی کی۔ کئی دِنوں کی لڑائی میں (قتل علی اھلھا رجالا کثیرۃ) میں ریاض کی بہت ساری بلبلیں خاموش ہوئیں اور بارہ بوم شکاری دھر لیے گئے۔

دوسری شر افزونی اور سدِ سکندری میں سوراخ

شیخ نجدی کے ذریعے مسلمانوں کی آزمائش کا دور مزید طویل اور وسیع ہونا تھا اور دُنیا نے

وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا کہ تعس عبد الدینار تعس عبد الدرھم (الحدیث) دینار کے بندے کو تباہی ہو درہم کے بندے کو ہلاکت ہو کے مطابق ریال کی چمک دمک اور ریل پیل پر منافقین کی دوڑیں لگنا تھیں اور اہلِ ایمان کو اس شدید ترین ابتلاء کے دور میں صبر واستقامت کا مظاہر کرتے ہوئے استقلال کا مجسمہ بن کر اِسلام واہلِ اِسلام کی حفاظت کا حق ادا کرنے پر بارگاہ ربّ العزت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تاج عزت وخلعت کرامت سے فائز المرام ہونا تھا یہ ابتلاء کا زمانہ اور طویل ہو گیا مرد حر دہام بن دواس علیہ الرحمہ والئی ریاض پورے تیس سال تک خوارج یعنی ابن سعود اور اس کے بیٹے عبدالعزیز کا مقابلہ کرتا رہا یہ اس کی طبیعت کے اِستحکام واستقلال کا نتیجہ تھا کہ محض اپنی محدود سلطنت کی آمدنی سے رعایا کا پیٹ بھی بھرتا اور وہابیہ کا مقابلہ بھی کرتا۔ جب کہ دوسری طرف وہابیہ کہیں سے اونٹ ہانک کر لے آتے، کسی کے گھوڑے چرالاتے، کسی کے تن کے کپڑے چھین لیتے، کسی کی دُکانوں پر اندھے ہو جاتے، کوئی راہ چلتا قافلہ ہاتھ لگتا تو اسے خالی ہاتھ گھر جانے پر مجبور کرتے اور ریاض پر قابض ہونے کے لیے اس قدر بے تاب رہتے کہ حملہ آور ہونے کے لیے دِن دیکھتے نہ رات، سردی دیکھتے نہ گرمی، جب بھی جوش وہابیت مجبور کرتا تو فوراً شمشیر بدست ہو کر درعیہ سے صرف بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ریاض شہر (موجودہ سعودی حکومت کا دارالحکومت) پر حملہ آور ہو جاتے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے پُرمسرت دِن عید کے موقع پر بھی ریاض شہر کو خون سے غسل دے کر آتش وہابیت کو ٹھنڈا کرتے۔ ابن دواس علیہ الرحمہ چونکہ صحیح العقیدہ مسلمان اور اَسلاف کی روایت کا پابند تھا اس لیے وہ مسلسل تیس سال تک لڑتا رہا۔ لیکن اس نے عقیدہ وعمل اور سلف صالحین کی روایت پر آنچ نہ آنے دی۔ حتیٰ کہ ۱۱۸۷ ہجری مطابق ۱۷۷۳ عیسوی کو وہ بقول وہابیہ ہزیمت اُٹھا کر صحرا کر طرف چلا گیا مگر شیخ نجدی اور شیطان کے ہر دو سینگ ربیعہ کے ابن سعود اور مضر کے شیخ نجدی کی اتباع ہرگز گوارہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام اہلسنّت کی طرف سے انہیں اور ان کے ساتھ جان کی بازی لگانے والوں کو بہتر جزائے خیر سے نوازے، ان کی قبور کو روشن ومنور فرمائے اور قیامت کے روز ان مبارک شہداء کی صف میں کھڑا کرے جو خارجیوں کے ہاتھوں قتل ہو کر درجہ عظمیٰ اور مرتبہ علیا پر متمکن ہوں گے اور بالخصوص

اسداللہ الغالب حلال المشکلات والنوائب خلیفہ راشد تاجدار ہل اتی داماد رسول اللہ مقبول حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ علیٰ نبینا وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے مقدس گروہ میں شامل فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اصحابہ و سلم۔

سیّد سردار محمد حسنی کے مطابق تیس سالہ اور پیشِ نظر کتاب عنوان المجد فی تاریخ النجد ص ۵۸ کے مطابق ستائیس سالہ (قبل از اسلام کی جنگوں کی سی) اس وہابیانہ جنگ میں۔ (ذکر ان القتل بینھم فی ھذہ المدۃ نحوار بعۃ الاف رجال الذین من اھل الریاض الفان وثلاثمائۃ ومن المسلمین الف وسبعمائۃ ص ۵۸) کل چار ہزار نفر قتل ہوئے جن میں تیئیس صد سواد اعظم اہلسنّت و جماعت کے پیروکار تھے اور سترہ سو ایٹم بم حدیث شریف کے مطابق اسلام کی چادر اوڑھ کر منافق بن جانے اور مسلمانوں پر تلوار چلانے والے گروہ کے افراد تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عن شھداء اھل السنۃ وخذل اللہ تعالیٰ مخالفیھم الان، الان، العجل، العجل، العجل، الساعۃ، الساعۃ، الساعۃ، الوحا، الوحا، الوحا۔

۱۱۸۸ ہجری میں وہابیہ کی فتنہ پردازیاں

پہلی فتنہ پردازی

سعود بن عبدالعزیز نے دلم پر فتنہ برپا کیا (اخذ علیھم غنما وقتل من اھلھا نحوا من عشرۃ رجال ص ۵۹) ان کی متاعِ حیات بکریاں پکڑلیں اور دس ناحق خون اس کے ذمہ لگ گئے اور دو وہابی شر القتلی تحت ادیم السماء (آسمان کے نیچے سب سے برے مقتول) کا مصداق ٹھہرے۔

دوسری فتنہ پردازی

سعود نے زلفی پر حملہ کرنے کے لیے ایک جتھہ روانہ کیا۔ ان کی لڑائی میں (قتل فیہ

رجال ص ۵۹) کئی آدمی مارے گئے۔

۱۱۸۹ ہجری اور وہابیت گزیدی

وہابیت گزیدی اوّل

عبدالعزیز نے صبیعہ نامی بستی پر لوٹی ڈالی (واخذ بعض سوارحھم وقتل من اھلھا اثنی عشر رجلا وقطع بعض نخیل البلد وبعض زروعھم ص ۶۰) ان کے مال مویشی چھین لیے بارہ آدمیوں کے قتل کی سعادت حاصل کی نیز شہر کے کچھ باغ کاٹ کر درندگی کا مظاہرہ فرمایا مزید برآں کچھ کھیتیاں تباہ کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

وہابیت گزیدی ثانی

سعود نے ''قصیم'' شہر کا محاصرہ کرلیا۔ بالآخر ستم رسیدہ وہابیت گزیدہ امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۱۱۹۰ء اور وہابیہ کی کارستانی

عبدالعزیز نے آل مرہ پر زور آزمائی کی (واخذ علیھم ابلا کثیرۃ ص ۶۲) ان کی کافی سارے اونٹ پکڑ کر ابرھہ نصرانی کی یاد تازہ کی۔ بالآخر ان جفاکشوں کے حملہ کی تاب نہ لا کر ذلت و رسوائی سے بھاگا اور اس دوران ساتھ وہابیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

۱۱۹۱ ہجری کی حروب

پہلی حرب

سعود نے وادی حنیفہ کے قرب و جوار کے لوگوں کا امن تباہ کرنے کے لیے صف آرائی کی فتقاتلوا اشد القتال وقتل عدۃ رجال وانصرف کل الی وطنہ ۶۲) ہر دو فریق بڑی بے جگری سے لڑے، متعدد افراد قتل ہو گئے، آخر کار دونوں گروہ اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

دوسری حرب

یہ وہابیہ کے دِل و دماغ پر شیطانی تسلط کا اثر تھا کہ وہ دُنیا بھر کے انسانوں میں سے صرف

اور صرف ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی اور اس کے متبعین ہی کو مسلمان سمجھتے تھے اور اب بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا جو عقائد وہابیہ کو تسلیم کر لیتا اور ان کے ساتھ مل کر مسلم کشی کی مہم میں شریک ہو جاتا وہ ان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ورنہ گردن زدنی کے لائق ٹھہرتا اور اگر آدمی ان کے دین جدید میں داخل ہو کر اندرون خانہ ان کی قباحتوں سے واقف ہو کر اہلسنّت و جماعت سے وابستگی اِختیار کرتا تو وہابیہ اسے مرتد کے لقب سے یاد کرتے اور واقعتاً اس پر مرتدین والا حکم جاری کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان المجد فی تاریخ نجد (پیشِ نظر کتاب) میں جگہ جگہ قدیم مسلمانوں کو مشرک اور دینِ وہابیہ کے متبعین کو مسلمانوں کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے اور ان کی اتباع سے نکلنے والے کو مرتد کہا گیا۔ اس سال عبدالعزیز نے بزعم خویش جہاں بھر کے مسلمانوں یعنی وہابیان نجد کو جمع کر کے الخرج پر خروج کا پروگرام بنالیا۔ حرمہ شہر کے وہابی امیر نے شیخ نجدی اور عبدالعزیز کو پیغام بھیجا۔ کیف تسیرون الی اهل الخرج وبلدنا حرمة قد ظهرت امارات الردة ونقض العهد۔ (عنوان المجد ص ۶۲)

تم اہل خرج پر حملہ آور کیسے ہو سکتے ہو جب کہ ہمارے شہر میں ارتداد اور عہد شکنی کی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔

اس پر وہابی لشکر حرمہ کی طرف متوجہ ہوا اور رات کے وقت حرمہ شہر کے اردگرد محاصرہ کر لیا جب کہ اہل حرمہ ان کے شر سے بے خبر سوئے ہوئے تھے تو اُنہوں نے علی الصبح مل کر فائر کھول دیا (فارتجت البلد باهلها والسقط بعض الحوامل ص ۶۲) جس سے شہر گونج اُٹھا حتیٰ کہ کئی عورتوں کے حمل گر گئے تاکہ قیامت کے روز جہاں عاقل بالغ مسلمان شیخ نجدی کا گریبان پکڑ کر اسے جہنم کی طرف دھکیلیں گے وہاں یہ بے گناہ نامولود کچے بچے بھی اس پر آتش افزونی کا باعث بنیں۔

تیسری حرب

عبدالعزیز کے بھائی عبداللہ نے حرمہ کی حمل اندازی کے فوراً بعد خرج پر حملہ کر دیا قتل منهم ستة رجال و عقر عليهم ابلا وغنما (ص ۶۳) جس میں چھ خرجیوں کو خارجی نہ بننے کی سزا میں قتل کرنے کے ساتھ ساتھ اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرتے ہوئے آتش خارجیت

کو تسکین دی۔

چوتھی حرب

حرمہ کی طویل شورش کے بعد سعود نے تمام خارجیوں کو اکھٹے ہو کر حرمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قصہ مختصر مجمعہ اور بلد جلاجل کے رؤسا کو اہل وعیال اور ساز وسامان سے محروم کر کے جلا وطن کر دیا تاکہ ان کے اہل وعیال پر نفوذ توحید میں کوئی رُکاوٹ باقی نہ رہے۔

پانچویں حرب

یاجوج وہابیت کے سپہ سالار اکبر عبدالعزیز نے خرج کے طرف خروج کیا۔ وہاں کے امیر زید بن زامل کے مقابلہ میں بیس وہابی جہنم رسید ہوئے اور کئی گرفتار ہو گئے۔ یہاں تک کہ عبدالعزیز کو مجبور ہو کر واپس آنا پڑا۔ چونکہ غیض وغضب کی ہنڈیا پوری طرح جوش زن تھی اس لیے راستے میں نعجان شہر کی فصلوں اور کھجوروں اور اُمتِ مسلمہ کے صاف دِل پر اسے دم دیا۔

(قطع فيه نخلا و مزروعا و قتلوا رجلا ص ۶۵)

۱۱۹۲ ہجری میں وہابیہ کی سرگرمی

سرگرمی

اِس سال ایک امیر سعدون بن عریعر نے عبدالعزیز سے صلح کی۔ جب اسے صلح پر یقین نہ رہا تو واپس جانے لگا۔ گرمی کی شدت اور نجد کے صحرا (الامان والحفیظ) میں بڑی مشقت اور تکلیف کا سامنا کرتے ہوئے جان خلاصی کرانے میں کامیاب تو ہو گیا (فهلك اكثر اغنامهم عطشا ص ۶۵) جب کہ ان بادیہ نشینوں کی اکثر بکریاں شیخ نجدی کی توحید کی بھینٹ چڑھ گئیں۔

۱۱۹۳ ہجری کی ہلاکت خیزی

اس سال سعود بن عبدالعزیز کی اہل حرمہ کے ساتھ شدید لڑائی ہوئی۔

امیر عبدالعزیز نے اپنے بھائی عبداللہ کو (جهز عبد العزيز اخاه عبد الله

بجمیع المسلمین ٦٦) دُنیا بھر کے مسلمانوں کی سپہ سالاری کا علم دے کر اہلِ حرمہ کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا تا کہ وہاں کی حرمت پامال کر سکے۔

نوٹ: وہابیہ (دیوبندیوں کی اصطلاح میں وہابیہ خبیثہ) کے نزدیک چونکہ صرف اور صرف وہابی ہی مسلمان ہیں باقی سب کافر و مشرک ہیں اس لیے لکھا ہے بجمیع المسلمین کہ تمام کے تمام مسلمان صف آراء ہوئے)

جس میں (قتل من اھلھا عدۃ رجال ص٦٦) کافی آدمیوں کو تہہ تیغ کر دیا پھر سعود بن عبدالعزیز اس لشکر میں شامل ہو گیا (حاصر ھا اشد الحصار و ملکوا اکثر نخیلھا وقطعو اشیئا منھا ص٦٦) اب اہل حرمہ کا محاصرہ سخت کر دیا گیا اور کھجوروں کے اکثر باغات پر قبضہ جمالیا اور کچھ کھجوروں کو کاٹ کر بھی وہابیت کا ڈنکا بجایا گیا۔ کئی روز کی مسلسل لڑائی کے بعد وہابی قابض ہو گئے (ان یکون نخیلھا بیت مال ص٦٦) اور خرما کے تمام باغات وہابیہ کے بیت المال میں شامل کر لیے گئے اور چند بزعم وہابیہ خطرناک سنیوں کو نکال دیا گیا۔ صلح کے بعد سعود نے اپنے والد عبدالعزیز کو مصالحت کی اطلاح دی تو عبدالعزیز نے بد عہدی کرتے ہوئے شہر کی دیوار اور چیدہ چیدہ مکانات گرا دینے کا حکم دیا اور مزید کئی افراد کو جلاوطن کرتے ہوئے اپنے بیٹے کے منہ پر غداری کا سیاہ داغ لگا دیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں منافق کے بارہ میں آتا ہے۔ اذا عاھد غدر کہ منافق جب عہد کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔

۱۱۹۴ ہجری میں وہابیوں کی شرانگیزی

پہلی شرانگیزی

سعود نے زلفی شہر پر وہابیہ کی شورش برپا کی جس میں (قتل فیہ من الفریقین رجال ص٦٦) دونوں طرف سے کافی آدمی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

دوسری شرانگیزی

وہابیہ نے زلفی پھر حملہ کر دیا۔ تھوڑی بہت لڑائی کے بعد واپس چلے آئے۔ لشکر میں شامل

اہل سدیر اور اہل رشم کے وہابی اپنے اپنے علاقے کو جا رہے تھے تو ایک سعادت مند سردار سعدون بن عریعر نے ان کو گھیرے میں لے کر خوب ناکوں چنے چبائے ولم ینج منھم الا القلیل ص٦٦) چند وہابی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے جب کہ باقی سب وہابی اپنے کیے کی سزا پانے اگلے جہان کی طرف کوچ کر گئے۔

تیسری شرانگیزی

پہلے وہابیہ کو ریاض شہر کھٹکتا تھا اب زلفی شہر پر اندھے ہو رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر (اشعلو النار فی زدوعہ ص٤٧) وہاں کے کھیتوں کو آگ لگا کر اخنس بن شریق منافق کی سنت پر عمل پیرا ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ پھر وہابی جتھہ دلم کی طرف متوجہ ہوا۔ (واغار و علی الدلم ص٦٧) اور وہاں ڈاکہ مارا۔ اس سال سقوط زلفی کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

چوتھی شرانگیزی

سعود ثانی نے حوطہ بنی تمیم پر تیغ آزمائی وقتل من اھلھا خمسۃ عشرۃ رجلا ص ٦٧) جو پندرہ مظلوموں کا خون پی گئی (وقتل من المسلمین رجال ص٦٧) اور کئی لبادہ اسلام کے ملبوس منافق رگڑے میں آ گئے۔



۱۱۹۵ہجری کے تاسفات

(افسوسناک واقعات)

تاسف اوّل

سعود بن عبدالعزیز بن .... بن سعود ملعون ابن ملعون ابن ملعون نے دُنیا بھر کے مسلمانوں (بجمیع المسلمین الی ناحیة الخرج ص ۷) کو لے کر خرج کی طرف خارجیانہ کارروائی کرتے ہوئے دلم شہر کا محاصرہ کرلیا (وقطع فیھا نخل ابن عشیان المسمی بخضرا نحو الفی نخلة ص ۷۶) ابن عشبان کے اسم بامسمّی کھجورستان خضراء کے دو ہزار کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے (ایسے خبثاء پر اللہ تعالیٰ کی کم از کم دو ہزار لعنت ہو) (قتل بینھم عدة رجال ص ۶۷) اور دونوں طرف سے کئی آدمی مارے گئے۔

تاسف ثانی

لشکر وہابیہ نے یمامہ کے رئیس فرحان بن راشد کی فرحت چھین کر اپنے محروم الرشد ہونے کا ثبوت دیا۔

تاسف ثالث

عبداللہ اور عبدالعزیز نے اہل خرج پر ایک بار پھر خروج کیا اور اہل یمامہ کے خلاف صف آرائی کرتے ہوئے (قتل من اھلھا نحو عشرین رجلا ص ۶۸) بیس یمامیوں کو قتل کردیا جب کہ کئی وہابی بھی اپنے انجام کو جا پہنچے۔

تاسف رابع

عبد اللہ کا کلیجہ بیس مسلمانوں کو قتل کر کے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو اہل حریق کے (نحو

عشرین رجلا ص ۶۸) تقریباً بیس چرواہوں کی زِندگی سے کھیل گیا۔

تاسف خامس

خرج میں ایک رات لڑائی میں کئی آدمی مارے گئے۔

تاسف سادس

امیر الیواجیج والمواجیج اخبث الخوارج عبدالعزیز نے بذات خود حوطة الجنوب پر حملہ کیا (وقطع النخیل المسمّٰی بالرحیل من اکبر نخیلھا واعظمھا وقتل علیھم خمسة عشرة رجلا ص ۶۸) تو وہاں کا سب سے عظیم و کبیر کھجوروں کا باغ مسمی بہ رحیل کاٹ کر تنور کا ایندھن بنا دیا اور پندرہ آباد آدمی وہابیت کی نذر ہوگئے۔

تاسف سابع

عبدالعزیز نے حوطہ جنوب سے فارغ ہو کر دلم پر حملہ کیا۔ وقطع فیھا نخیلا بالفرقع ونتیقه ص ۶۸) اور اس کے بالمقابل کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالے۔

تاسف ثامن

عبدالعزیز نے نعجان شہر پر حملہ کر کے (وقطع فیه نخیلا) وہاں کے کھجوروں کے باغات بھی کاٹ دیئے۔

تاسف تاسع

پھر یمامہ کا اِرادہ فاسد کیا (وھدم فیھا بروجا و غیرھا ص ۲۸) وہاں کے برج وغیرہ گرا کر رگ وہابیت کو اطمینان و تسلی دی۔

تاسف عاشر

سعود کی ظہیر وصدہ و دیگر قبائل کے اجتماعی لشکر سے جنگ ہوئی جس میں وہابیوں کا پلہ بھاری رہا (فغنم المسلمون منھم غنائم عظیمة) ان نام نہاد مسلمانوں نے بہت زیادہ مالِ غنیمت پایا (واستاصل سعود اکثر اموالھم وحازھا) اور سعود نے اکثر مال چھین کر اپنے قبضے میں لے لیا سترہ ہزار نقدی، پانچ ہزار اونٹ، پندرہ ہزار گھوڑوں کے علاوہ (حاز

جمیع ما فی الحلة الاثاث والامتاع ص۶۹) مدمقابل کی ہزیمت میں جس قدر کپڑے اور گھریلو سامان ملا سب کا سب وہابیہ کی بندر بانٹ کی نذر ہو گیا۔

۱۱۹۶ ہجری میں وہابیہ کا ظلم

اس سال سعود نامی وہابی نے الروضہ شہر پر شیطانی سینگ گاڑ دیا (فاشتد علیهم القتال والمواقعات واستولی علی النخیل الا ما حمته بروج القلعة ص۷۰) شدید حملہ اور لڑائی کے بعد ان کے باغات پر قبضہ کرلیا۔ ہاں وہ باغات ان کی دست برد سے بچے جن کی حفاظت قلعے کے برج پر بیٹھ کر بذریعہ تیر اندازی ہو سکتی تھی (وجعل یقطع فی نخیلها وقطع فیها نخیل الحویطة والرفیعة وغیر هما ص۷۱) کھجوروں کے بلند قامت درخت ان خوارج کے ہاتھوں سرنگوں ہو گئے۔ حویطہ اور رفیعہ و دیگر مقامات میں عمة الناس (الحدیث) انسانوں کی پھوپھی کھجوروں کے باغات اپنے نمک حرام بھتیجوں کے ہاتھوں اجڑ گئے۔ لعنة الله علی شرورهم بالآخر بہت سارا مال وزر اور ساز و سامان لے کر اور کڑی شرائط کے ساتھ ان مظلوموں کی جان بخشی کی۔

۱۱۹۷ ہجری کے وہابی مظالم

پہلا مظلمہ

سعود بن عبدالعزیز (بجمیع المسلمین غازیا الی عالیة نجد ص۷۱) جہاں بھر کے مسلمانوں کو لے کر نجد کے بالائی علاقوں کا رخ کیا اور یہ آندھی مطیر کے کھیتوں پر پہنچ گئی۔ صبح صادق کے وقت ان کذابوں نے ان پر تیغ رانی شروع کر دی وقتل رجالا من رؤسائهم وفرسانهم ص۷۱) ان کے رؤساء اور شہسواروں کی ایک جماعت کو ابدی نیند سلا دیا۔ (واخذابلهم واغنامهم وحلتهم وعشرا من الخیل ص۷۱) ان کے اونٹ بکریاں، دس گھوڑے اور بوڑھے فرتوت شیخ نجدی کے کفن لیے ان کے پارچات چھین کر واپس چلے آئے۔

دوسرا مظلمہ

ایک اور وہابی زید بن زامل کو اشاعت شیطانی توحید کا ذوق مجبور کرتا ہے تو وہ دو سو ڈاکوؤں کو لے کر وادی سبیع پر درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے (فاخذمنهم ابلاثم قفل راجعا ص۷۱) ان کے اونٹوں کو لوٹ کر واپس چلا آتا ہے۔

تیسرا مظلمہ

عبدالعزیز کی طرف سے سلیمان بن عفیصان تیس سواروں کے ساتھ لوٹ مار پر مامور تھا تو زید نامی رئیس کے ساتھ مقابلہ ہو گیا جس میں ان ڈاکوؤں نے دس آدمی شہید کر دیئے (واخذوا رکابهم) اور ان کی سواریاں قبضہ میں لے لیں۔ ان وہابی مظالم اور اندھیر نگری کی شامت میں اس سال شدید قحط پڑا جو ۱۲۰۰ء تک جاری رہا جس میں اشیاء خورونوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرتی رہیں اور لوگ فاقوں مرتے رہے اور وہابی بدستور ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کا بازار گرم کرتے رہے۔ العیاذ باللہ

۱۱۹۸ ہجری میں وہابیانہ شورشیں

پہلی شورش

سعود نے ان نام نہاد مسلمانوں کو لے کر احساء کا رخ کیا (فصبح اهل العیون وهجم علیهم ولم یاتهم خبرعنه ص۷۲) وہ ان دہشت گردوں سے بے خبر ہی تھے کہ ان کذابوں نے صبح صادق کے وقت حملہ کر دیا۔ واخذ کثیرا من الحیوانات ونهب من بیوتها ازواد او امتعة ص۷۲) اور ان ڈاکوؤں نے قحط سالی کے زخم خوردہ مساکین کے بہت سارے چوپائے پکڑ لیے اور ان کے گھروں میں گھس کر سامان خورونوش اور مال و متاع لوٹ لیا۔ (وقتل من المسلمین رجال ص۷) اور کئی وہابی ڈاکو مارے گئے۔

دوسری شورش

سعود مع لشکر واپس آ رہا تھا کہ اس میں اہل یمامہ پر حملہ آور ہونے کی خواہش نے جنم لیا (فوجدهم قدخرج جمیعهم الی النزهة والتفرج فی البریة فاغار علیهم

المسلمون ص۷۲) اس ہزیمت میں اسی یمامی وہابیہ کے لیے ابدی دوزخ کا سبب بن گئے۔

تیسری شورش

سعود نے عنیزہ پر لڑائی مسلط کی (قتل منھم عدۃ رجال ص۷۲) جس میں کئی بے گناہ شہید ہوئے اور (قتل من الغزو رجال ص۷۲) کئی وہابی فی النار ہوئے۔

۱۱۹۹ ہجری کی ہلاکت خیزیاں

ہلاکت خیزی نمبر۱

قحط سالی کا دور جاری تھا کہ سعود ثانی نے خرج کا رُخ کیا۔ اسے اطلاع ملی کہ خرج اور فرع ودیگر علاقوں کا پیاسا قافلہ ثلیماء چشمہ پر سیرابی کے لیے آرہا ہے۔ (فرصد لھم سعود ص۷۳) تو سعود نے قحط سالی کے ستائے ہوئے بھوکوں کو پیاس تک بجھانے کا موقع نہ دیا۔ لوٹ مار شروع کر دی اور انہیں تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا اس لڑائی میں (قتل بینھم قتلی کثیرۃ ص۷۲) بہت زیادہ لوگ مارے گئے۔ اس قافلے میں تقریباً تین صد افراد تھے تو وہابیہ نے حملہ کر کے (اخذوا جمیع ما معھم من الاموال والقماش (الی) قتل قریب من تسعین رجلا ص۷۲) ان کے پاس ہر قسم کا مال واسباب اور گندم وغیرہ چھین لیا اور مقتولین کی تعداد ۹۰ تک پہنچ گئی۔

ہلاکت خیزی نمبر۲

اِسی قحط میں آسمانی آفت کیساتھ ساتھ وہابیہ کی آفت اپنا رنگ دکھاتی رہی اور ان کی بے رحم تلوار مسلمانوں کے سینوں کو چیرتی اور گھائل کرتی رہی سعود ثانی وہابی لشکر لے کر خرج پر پھر چڑھائی کرتا ہے جس میں امیر خرج ترکی بن زید (ومعہ عدۃ رجال ص۷۳) متعدد ساتھیوں سمیت شہید ہو جاتا ہے۔ اس سال قحط سالی اور عذاب وہابیہ کے علاوہ مسلمانوں کو ایک اور آزمائش سے دوچار ہونا پڑا کہ اونٹوں کو وبائی مرض نے آگھیرا حتیٰ کہ مسافر اپنے اونٹ پر ہی سوار ہوتا اور اونٹ راہ چلتا دم توڑ جاتا۔

۱۲۰۰ ہجری کی جنگیں

پہلی جنگ

سعود بن عبدالعزیز نے جنوب کی طرف لشکر رانی کی تو قحطان کی بستیاں اجاڑنا شروع کر دیں (فاخذ غالب ابلھم واستولی علی محلتھم وقتل من قحطان قتلی کثیرۃ ص۷) ان کے اکثر وبیشتر اونٹ پکڑ لیے ان کے علاقہ پر غلبہ پانے کے بعد بہت سارے قحطانی قتل کر دیئے۔

دوسری جنگ

امیر الوہابیہ جحیلان بن حمد نے جبل شمر کا رخ کیا۔ ایک پہاڑی قافلے کو (فاخذھا وقتل من الحدرۃ قتلی کثیرۃ ص۷) وہابیوں نے لوٹ لیا اور پہاڑ سے اُترنے والے متعدد حضرات کو لحد میں اُتار کر دم لیا۔

۱۲۰۱ ہجری اور وہابیت کا شکنجہ

پہلا شکنجہ

امیر عبدالعزیز نے جحیلان بن حمد کو ایک بار پھر جبل شمر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا (وضیق علیھم ص۷۴) اس نے اہل جبل شمر پر عرصہ حیات تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ ان کی اطاعت پر مجبور ہو گئے۔

دوسرا شکنجہ

جحیلان بن حمد نے جبل شمر سے فارغ ہو کر اہل قصیم پر شکنجہ جا کسا (واخذ علیھم ابلا کثیرۃ واثاثا وامتعۃ قتل علیھم قریب مائۃ رجل ص۷۵) بہت سارے اونٹ، گھریلو ساز وسامان اور مال ومتاع بھی لوٹ لیا اور ایک صد مسلمانوں کا ناحق خون بھی اپنی گردن پر اُٹھالیا۔

۱۲۰۲ھ ہجری میں وہابیانہ روش

الاولی

سعود بن عبدالعزیز نے القصیم پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر آلودہ کیا تو عنیزہ شہر پر یلغار کی (واجلی منها رؤسائها آل رشید ص ۷۵) وہاں کے رؤسا آل رشید کو وہابیت کے سامنے سر نہ جھکانے اور رشد وہدایت پر قائم رہنے کی سزا میں جلاوطن کر دیا۔

الثانیہ

عبدالعزیز کے حکم سے سلیمان بن عفیصان نے قطر پر حملہ کر کے (فقتل منهم قتلی کثیرة ص ۷۵) بہت سارے لوگ مار ڈالے (واخذ اموالهم) اور ان کے مال لوٹ لیے۔

الثالثہ

سلیمان بن عفیصان نے اهل الجشة پر تلوار رانی شروع کر دی' فقتل منهم رجالا ص ۶۵ اور کئی ناحق خون اپنے ذمہ لے کر سکون پایا۔

الرابعہ

امیر سعود سرکش وہابیہ کو لے کر ایک بار پھر عنیزہ کے دیہاتیوں پر ہلہ بولتا ہے (فاخذهم وقتل منهم رجالا ص ۷) پہلے ان کو گرفتار کرتا ہے پھر اپنے دادا ابن سعود کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے کئی آدمیوں کو قتل کر دیتا ہے۔

نوٹ: اس سال شیخ نجدی نے امیر عبدالعزیز کے حکم سے اعلان کیا کہ سعود بن عبدالعزیز کی ولی عہدی کی بیعت کی جائے جس کی تمام وہابیوں نے تعمیل کی۔

الخامسہ

محروم السلامة سلیمان بن عفیصان نے احساء کی بندرگاہ العقیر کا پروگرام بنایا۔ راستے میں اسے عیسیٰ بن عفیصان مشہور شاعر اپنے قافلے سمیت مل گیا پھر اس بے چارے کی شامت آ گئی۔ (واخذهم وقتل اکثرهم ص ۷۶) تو انہیں گرفتار کر کے اکثریت کو قتل کر کے دم لیا۔ (انا لله وانا الیه راجعون)

۱۲۰۳ھ ہجری اور وہابیہ کی بغاوتیں

پہلی بغاوت

سعود بن عبدالعزیز نے آس پاس کے تمام شہریوں اور دیہاتیوں کو لے کر شمالی نجد کی طرف بغاوت کا علم بلند کیا۔ ایک مقام پر ثوینی سے مڈبھیڑ ہو گئی (فاغار علیهم سعود ونازلهم فاخذ محلتهم واثاثهم ص ۷۶) سعود نے ان پر لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہوئے ان کا ساز وسامان چھین لیا۔

دوسری بغاوت

سعود بن عبدالعزیز نے (بجمیع المسلمین ص ۷۶) ساری دُنیا کے ان مٹھی بھر مسلمانوں (جب کہ باقی تمام کلمہ گو ان کے نزدیک کافر اور مشرک ہیں) کو لے کر بنو خالد پر لشکر کشی کی۔ سعود کو اپنے بعض ساتھیوں سے خیانت کا خطرہ لاحق ہوا تو بغیر کسی کارروائی کے واپس چلا آیا۔ واپسی پر طف کے علاقہ کی بستیوں پر ٹوٹ پڑے۔ (فاخذ ذخائرهم التی فیها من طعام وغیرہ ص ۷۶) تو ان کے کھانے کی مٹی کے صندوق (بھڑولے) خالی کر کے قرن الشیطان کی خدمت میں نذر گزار ہو گئے۔

تیسری بغاوت

امیر سعود نے المنتفق کی طرف پیش قدمی کی وہاں کے باشندے الروضتین کے مقام پر قیام پذیر تھے واخذ من محلتهم خیاما وامتعة ص ۷۶) تو وہابیہ نے ان کے پڑاؤ کے خیموں اور ساز وسامان پر ہاتھ صاف کر دیا۔

چوتھی بغاوت

یہی منحوس جا رہا تھا کہ اسے آل سحبان کے کچھ لوگ نظر پڑ گئے۔ (قتلهم کانو تسعین رجلا ص ۷۶) وہ نوافراد تھے اس ظالم نے سب کے سب تہ تیغ کر دیئے۔

پانچویں بغاوت

یہی سعود نامی وہابی اہل مبرز کے ساتھ بے سود پنجہ آزمائی کرتا ہے مگر ناکام واپس چلا آتا ہے۔

چھٹی بغاوت

سعودی لشکر احساء کے مشرقی علاقہ الفضول پر حملہ آور ہو کر (وقتل من اهلها نحو ثلاثمائة رجل ص ۷۷) تقریباً تین صد مسلمانوں کے معصوم خون سے ہاتھ رنگنے کی ناپاک جسارت کرتا ہے۔

۱۲۰۴ ہجری میں خروج وہابیہ

خروج وہابیہ

صرف اور صرف مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے والے وہابی لشکر کی کمان سعود کے ہاتھ میں تھی کہ اس نے غریمیل پہاڑ کے قریب عبدالمحسن بن سرواح کے خلاف جنگ کی۔ جنگ کے تین دن کی لڑائی کے بعد عبدالمحسن شکست سے دوچار ہو گیا اور وہابیہ کی عید ہو گئی۔ (حاز سعود من الابل والغنم والامتعة مالا تعدو لا تحصی ص ۷۷) سعود نے ان گنت اونٹ، بکریاں اور ساز و سامان لوٹ کر خمس خود رکھ لیا اور باقی دیگر وہابیہ میں تقسیم کر دیا (وقتل علیهم قتلی کثیرة ص ۷۷) اور اولادِ آدم علیہ السلام کے بہت زیادہ افراد کا خون ناحق اس کی گردن کا طوق بن گیا۔

۱۲۰۵ ہجری میں وہابیہ کے اندوہناک مناظر

اس سال شریفِ مکہ غالب بن مساعد نے وہابیہ کی سرکشی روکنے کی کوشش کی مگر وہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔

قبیلہ مطیر و قبیلہ شمر کے کچھ لوگ العدوہ چشمے پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے کہ سعود بن عبدالعزیز کی خونخواری کا شکار ہو گئے۔ (قتل منهم قتلی کثیرة من فرسانهم ورؤسائهم ص ۱۸۰) جس میں ان کے بہت سارے شہسوار اور رؤسا شہید ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ لوگ سعود کے پاس آ رہے تھے تو وہابیوں نے ان کے سردار کو قتل کر دیا، باقی سارے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس دوران وہابیوں کو گیارہ ہزار اونٹ (ومن الغنم اکثر من مائة الف ص ۸۰) اور ایک لاکھ سے زائد بکریاں ہاتھ لگیں، دوسرا سامان اس کے علاوہ ہے اور مقتولین بے گناہ اس سے جدا ہیں۔

۱۲۰۶ ہجری دوسرے قرن الشیطان کے زمین بوس ہونے کا سال

شیخ نجدی کے امیر ابن سعود کی خدمت میں اپنی بیٹی پیش کرتے ہوئے اشاعت وہابیت کے آغاز سے لے کر ۱۲۰۶ ہجری تک نجد میں مسلسل قتل و غارت اور طوائف الملوکی کا بازار گرم رہا۔ ابن سعود کے بعد اس کے بیٹے عبدالعزیز نے اور پھر اس کے بیٹے سعود نے شیخ نجدی کے کلیجے کو مسلمانوں کی خونریزی سے خوب تسکین پہنچائی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ سعود نے سیہات شہر کو قبضہ میں لے کر (نهبها) لوٹ لیا (واخذ عنك عنوة نهبها ص ۸۰) اس طرح عنک شہر کو محض دبدبے سے فتح کرتے ہوئے اسے بھی لوٹ لیا (وقتل منهم عددا کثیرا) اور بہت ساروں کو تہہ تیغ بھی کر دیا۔ قتل من الرجال اکثر من اربعمائة ص ۸۰) چار سو سے زیادہ وہابیت قبول نہ کرنے میں شہید ہو گئے اور ان کی زندگی کا لازم و ملزوم بے شمار اونٹ ہانک لیے گئے۔ نیز سلامتی کش سلیمان بن عفیصان نے عبدالعزیز کی انگیخت پر قطر پر ڈاکہ ڈالا (قتلهم الا القلیل واخذ رکابهم ص ۸۰) جو آدمی نظر آئے چند کے سوا سب قتل کر دیئے گئے اور ان کی سواریاں ہتھیالی گئیں۔

شیخ نجدی کی پُرفتن زندگی کا آخری ڈاکہ

ان خبثاء کو پتہ چلا کہ جبل شمر کے قریب چشمے پر بہت سارے قبائل اپنی بدویانہ زندگی کے مطابق پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور ان کے پاس بہت سارا مال و متاع ہے تو سعود بن عبدالعزیز نے انتہائی درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے (اخذهم جملة ص ۸۱) تمام لوگوں کو یرغمال بنا لیا۔

وحاز منهم اموالا عظیمة الابل اکثر من ثمانیة آلاف بعیر واخذ جمیع اغنامهم و محلتهم وامتعتهم واکثر من عشرین فرسا وقتل علیهم عدة رجال۔ (عنوان المجد فی تاریخ نجد مطبوعہ سعودی حکومت ص ۸۱)

اوران کے عظیم وکثیر مالوں پر قبضہ جمالیا۔اونٹ آٹھ ہزار سے زیادہ تھے۔ان کی ساری کی ساری بکریں چھین لیں (ان کے بچوں کو دودھ تک سے محروم کر دیا) پڑاؤ کا سارا سامان خیمے اور پارچات وغیرہ سب کچھ پکڑ لیا۔ بیس گھوڑے بھی لے گئے اور اپنی خارجیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے بے گناہوں کو دہشت گردی کا نشانہ بناتے ہوئے من قتل مومنا متعمداً فجزائه جهنم (کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے) کے مطابق اپنے لیے دوزخ کے سارے دروازے کھول لیے۔

۱۱۵۸ ہجری میں شیخ نجدی درعیہ میں وارد ہوتا ہے اور ۱۲۰۶ ہجری تک مسلسل اس کی سرپرستی میں جنگ وجدال کا بازار گرم رہا اور اس نے اتنی شدید قتل و غارت کی کہ کبھی بھی مظلوموں کے ساتھ حسن خلق یا مروت کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی قرن الشیطان سے اس کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جس نے ایک گھڑی پل آگے پیچھے نہیں ہونا اور اللہ تعالی کی طرف سے دراز کردہ پھندا تیار تھا:

- ہزاروں مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر قتل کرنے والا
- نجد اور اس کے مضافات میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے والا مسلمانوں کے اموال لوٹ کر مال غنیمت کا نام دیتے ہوئے ہضم کر جانے والا
- کھڑے اونٹوں کی کونچیں کاٹ کر حضرت سیّدنا صالح علیہ السلام کے دور کے مشہور کافر قذار بن سالف کی حقیقی جانشینی کا حق ادا کرنے والا
- مشہور منافق اخنس بن شریق کی کامل اتباع کرتے ہوئے کھڑی فصلوں کو جلا کر راکھ بنا دینے والا
- راہ چلتے مسافروں کے تن کے کپڑے چھیننے والا
- قحط سالی کے ستائے ہوئے پانی کی تلاش میں نکلنے والے بدوؤں کا قاتل
- خطۂ عرب کا مشہور ومبارک درخت کھجور جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمة الناس لوگوں کی پھوپھی قرار دیا ہے کے باغات تباہ وبرباد کر دینے والا
- ایٹم بم حدیث شریف کے مطابق خوفناک منافق

- اور زیر بحث حدیث نجد کے مطابق قرن الشیطان
- اور حدیث ابو سعود رضی اللہ عنہ کے مطابق شیطان کے دو ربیعی ومضری سینگوں میں سے مضری سینگ
- ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی مضری وہبی ۱۲۰۶ میں لقمہ اجل بن گیا۔

لیکن چونکہ یہ قرن الشیطان تھا اور زلازل وفتن کے مرکز نجد کی پیداوار تھا اور مسلمانوں کے لیے ابتلاء وآزمائش کا دور طویل تر ہونا تھا اس لیے اس کی لگائی ہوئی آگ شعلہ فشاں رہی اور اہل اسلام کا مقدس خون اس میں جلتا رہا حتی کہ سلطان المسلمین شاہ ترک سلطان محمود خاں غازی علیہ الرحمہ کے حکم سے محمد علی پاشا علیہ الرحمہ والئی مصر نے وہابیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ۱۲۳۳ ہجری میں انہیں شکست فاش دے کر فتنہ خارجیت کو ایک بار صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی جس کے راوی بھی حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ

قال يحقر احد كم عمله مع عملهم يقتلون اهل الاسلام فاذا خرجوا فاقتلوهم فطوبى لمن قتلهم وطوبى لمن قتلوه كلما طلع منهم قرن قطعه الله كلما طلع منهم قرن قطعه الله كلما طلع منهم قرن قطعه الله فردد ذالك رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عشرين مرة او اكثر وانا اسمع. (البدایۃ والنہایۃ ص۳۱۴ ☆۷)

کہ خارجیوں کے عمل کے سامنے تم اپنے عمل کو حقیر جانو گے۔ خارجی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ جب وہ خروج کریں تو انہیں قتل کرنا انہیں قتل کرنے والے کو مبارک ہو اور ان کے ہاتھوں شہادت پانے والے کو (بھی) مبارک ہو۔ جب بھی خارجیوں کا کوئی گروہ ظاہر ہوگا اللہ تعالی اسے تباہ کر دے گا' جب بھی کوئی خارجی ٹولہ نکلے گا اللہ وحدہ لاشریک اسے ہلاک فرما دے گا' جب بھی کوئی گروہ نکلے گا' تو اللہ تعالی اُسے تباہ کر دے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سن رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس بار یا اس سے زائد

باراسے دہرایا۔

حق ثابت ہوا کہ خارجیت نے اپنا زور دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ فرمادیا۔

اب آیئے خاتم المحققین عمدۃ الفقہاء زینت السادات حضرت علامہ سیّد ابن عابد شامی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کا اِرشادِ گرامی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

كما وقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد و غلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذالك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالىٰ شوكتهم وخرب بلادهم و ظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلاثين و مائتين والف۔ (فتاویٰ شامی شریف ص ۳۰۹/ ج ۳)

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں فتنہ خارجیت برپا ہوا (ابن) عبدالوہاب کے متبعین نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر زبردستی غلبہ پالیا۔ وہ خود کو حنبلی مذہب سے منسوب کرتے تھے جب کہ ان کا عقیدہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور ان کے عقیدہ کے برخلاف اعتقاد رکھنے والے مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہلسنّت اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان وشوکت کو توڑ دیا' ان کے شہروں کو برباد فرمادیا اور مسلمانوں کے لشکر کی مدد فرمائی یہ ۱۲۳۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

نوٹ: عنوان المجد فی تاریخ نجد میں مظالم وہابیہ کی داستان بڑی طویل ہے۔ ہم نے صرف شیخ نجدی کی زِندگی کے واقعات کا خلاصہ پیش کیا ہے کیونکہ ان کا تعلق براہِ راست قرن الشیطان کے ساتھ ہے۔ جب کہ بعد کے مظالم بھی اسی کے کھاتے میں جاتے ہیں کیونکہ حدیث شریف ہے۔

من سن فى الاسلام سنة سيئة فله وزرها ووزر من عمل بها۔

جو شخص اسلام میں براطریقہ جاری کرے گا اسے اس کا گناہ بھی ملے گا اور اس پر

عمل کرنے والوں (کے برابر) کا گناہ بھی ملے گا۔

جیسا کہ ہابیل وقابیل کے واقعہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

لا يقتل نفس ظلما الا كان على ابن آدم الاوّل كف من دمها لانه اوّل من سن القتل رواه البخارى۔ (تفسیر مظہری ص ۲/۸۳)

جو آدمی بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس کا گناہ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کو پہنچتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کی بنیاد رکھی تھی۔

حرف آخر اور دعوت انصاف

فقیر نے جہاد وہابیہ کی حقیقت واضح کردی ہے۔ اب دو آیات کریمہ بلاتبصرہ عرض کرتے ہوئے قارئین سے گزارش کروں گا کہ وہ سوچیں اور فیصلہ فرمائیں کہ تحریک وہابیہ ایک مصلحانہ تحریک تھی یا کہ ڈاکہ زنی' ملک گیری' قتل وغارت اور دہشت گردی کو اشاعت توحید وسنت کا نام دے کر اپنی خارجیت پر پردہ ڈالنے کی ایک چال تھی۔ (فاعتبروا يا اولى الالباب)

آیاتِ کریمہ:

ومن الناس من يعجبك قوله فى الحيوة الدنيا ويشهد الله على ما فى قلبهٖ وهو الد الخصام ○ واذا تولى سعى فى الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد۔ (۲۰۴/البقرہ)

بعض آدمی وہ ہے (اخنس بن شریق منافق) کہ دُنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور وہ اپنے دِل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

نیز ایک اور آیۂ کریمہ بغور پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ ایسے شخص کی عقیدت آپ کو کہیں جہنم کا ایندھن نہ بنادے وہ یہ ہے:

ان الذين فتنوا المؤمنين والمؤمنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق۔

حدیثِ نجد کے بارہ میں وہابیہ کے مغالطے اور ان کے جواب

ایک اہم اصول

ابن عبدالوہاب نجدی کے مداح حدیثِ نجد کی تشریح میں مغالطہ دہی کے لیے نجد کے لفظی معنی کو بنیاد بناتے ہیں۔ جب کہ جزیرہ عرب کی جغرافیائی حیثیت کو مدِ نظر رکھا جائے (جیسا کہ گزر چکا ہے) تو یہ بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ خطہ عرب کو چند حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصہ کو کسی معنوی مناسبت سے ایک خاص نام دے دیا گیا۔ ابتداءً نام رکھنے میں لفظی و معنوی خصوصیت کا اِعتبار کیا گیا جب علم (خاص نام) بن گیا تو وہ بول کر اس کا علمی معنی ہی مراد لیں گے جو کہ مشہور ومتداول ہے نہ کہ لفظی ومعنوی پیچ وتاب کرتے ہوئے کوئی اور معنی۔

ہمارے اس مدعیٰ کی تصدیق کے لیے تفہیم القرآن کا ایک اقتباس ہی کافی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی دجال نے مسیح موعود بننے کے لیے طرح طرح کی تاویلیں تراشیں ابوالاعلیٰ مودودی ان تاویلات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی پہلے مریم بنے، پھر خود ہی حاملہ ہوئے، پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابن مریم بن کر تولد ہو گئے! اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول تو احادیث کی رو سے دمشق میں ہونا تھا جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور ومعروف مقام ہے اور آج بھی دُنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے یہ مشکل ایک دوسری پرلطف تاویل سے یوں رفع کی گئی۔

''واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجاب اللہ یہ ظاہر کیا گیا کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں...... یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس

میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔

(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۶۳ تا ۷۳) (سیّد ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن ص ۴/۱۴۹)

اس میں مولانا مودودی صاحب کے الفاظ (دمشق) ''جو کہ کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور ومعروف مقام ہے اور آج بھی دُنیا کے نقشے پر اس نام سے موجود ہے''۔ قابل غور ہیں۔ جو مجنونانِ لیلیٰ نجد کی عقل پر ماتم کر رہے ہیں بالفاظ دیگر کہہ رہے ہیں مشہور ومعروف نام چھوڑ کر اس میں بے جا تاویلات کرنا قادیانی کذاب کی مکروہ چال ہے جو ہر گمراہ اپنے مدعا کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اگر خاتم النبیین کے متفق علیہ معنی آخری نبی سے ہٹ کر بے جا اور فاسد تاویلیں نہ کرتے تو قادیانی کذاب کو دعوائے نبوت نہ سوجھتا اور نہ وہ صحیح وصریح احادیث میں من پسند غلط تاویلات کا سہارا لیتا۔

اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ نجد (دمشق کی طرح) ایک مشہور ومعروف خطہ کا نام ہے جو ہزاروں برس سے نجد کے نام سے ہی یاد کیا جاتا ہے اور سعودی حکومت کے قیام سے قبل تک اس نام سے دُنیا کے نقشے میں موجود رہا ہے اور آج بھی یہاں کے باشندے خود کو بڑے فخر سے نجدی کہتے ہیں اور پس پردہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ کسی عام فہم آدمی کو اُلجھن میں مبتلا کرنے کا آسان طریقہ میدان تاویل ہی ہے۔

اس بارہ میں جن حضرات نے حدیثِ نجد پر طبع آزمائی کی ہے ہم ان کی تحقیق وتنقیح عرض کرتے ہیں۔

مرزا زاہد سومناتی اور حدیث نجد

پروفیسر مرزا زاہد حسین سومناتی پرنسپل افضل پور گورنمنٹ کالج میر پور آزاد کشمیر نے فاضل ریاض یونیورسٹی اور فاضل مکہ یونیورسٹی کی قلمی معاونت سے حدیثِ نجد پر بڑا زور صرف فرمایا ہے۔ ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ انہوں نے بے جا تاویلات تراشنے میں کذب بیانی سے خوب فائدہ اُٹھانے کی لاحاصل سعی فرمائی ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ انہوں نے پروفیسر اور پرنسپل ہونے کے ناتے انگلش کتاب اور بین الاقوامی ایجنسی کو اپنے جھوٹ سے آلودہ کرنے کی

بھی کوشش فرمائی اور ذرّہ برابر جھجک محسوس بھی نہ فرمائی۔ ان کی تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ انا خیر منه کے قائل کے پورا آئینہ دار بن کر اپنے دروغ ہائے بے فروغ کو بایں الفاظ سراہتے ہیں۔ لکھتے ہیں ان کا (فقیر ظہور احمد جلالی'' مؤلف نمبر۱: ''مکالمہ جلالی وسومناتی'' نمبر۲: ''سومناتی صاحب کے دس جھوٹ'' نمبر۳: ''محنت ازم کے کمالات'' وغیرہ) کا اِحسان مند ہوں کہ اس بہانے نجد کا مفہوم' جغرافیائی محل وقوع اور خوبصورت تشریح جس سے کم ہی لوگ واقف تھے' سامنے آگئی۔ اُمید ہے کہ اس سے قارئین بھی مستفید ہوں گے اور صحیح صورت حال نکھر کر سامنے آجائے گی جس سے جہالت کے کچھ مزید جال کٹ جائیں گے۔ (انشاءاللہ)

(پروفیسر مرزا زاہد حسین سومناتی اٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۵۶)

ان کی چوتھی خوبی کا پتہ اس وقت چلا جب اکتوبر ۱۹۹۴ء کو رویس الخوارج مفتی محمد رویس ایوبی دیوبندی فاضل مکہ یونیورسٹی ضلع مفتی میر پور کے روبرو فقیر کی ان سے تقریباً دو اڑھائی گھنٹے گفتگو ہوئی جہاں ان کی علمی بددیانتی ظاہر ہوئی وہاں ان کی عملی زندگی کا بگاڑ بھی سامنے آ گیا کہ کہ فقیر پر الزام تراشی کرنے لگے تو فقیر نے کہا سومناتی صاحب آؤ مباہلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے جو بدکار ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تو وہاں پر موجود ان کے دوست اور قلمی سرپرست ضلع مفتی صاحب سمیت تمام لوگ حیران وششدر رہ گئے کہ مباہلہ کے جواب میں سومناتی صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ الحمد لله علی ذلك۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مکالمہ جلالی وسومناتی (مطبوعہ عبداللہ بن مسعود اکیڈمی اِسلام گڑھ میر پور اے-کے)

اِس محفل کے اِختتام پر ضلع مفتی صاحب نے فرمایا (خواجہ پیر طریقت) سائیں رکن الدین صاحب[1] F/1 میر پور کے دارالعلوم میں تم دونوں کی حدیثِ نجد پر گفتگو ہوگی تو فقیر نے فوراً کہہ دیا کہ میں ان سے گفتگو کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت سائیں صاحب مدظلہ کا دارالعلوم ہو یا سومناتی ہاؤس آپ تاریخ کا تعین کریں اور وقت بتائیں فقیر آجائے گا۔

مگر یہ سومناتی صاحب کی خوبی اور کمال ہٹ دھرمی ہے کہ فرمانے لگے:

---

[1] حضرت سائیں صاحب ۱۴۲۲ء کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے صحیح جانشین بننے اور دین متین کی بھرپور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین جلالی

''یہ مردہ ہے میں اس سے بات نہیں کرتا''

جس پر حاضرین محفل خوب محظوظ ہوئے اور فقیر نے کہا اڑھائی گھنٹے مردے سے گفتگو کرتے رہے ہو؟ سوچو کیا کہہ رہے ہو؟ اب حق و باطل کی پہچان ہو کر رہے گی تمہیں بات کرنا ہوگی اور فقیر نے دفتر کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے کم از کم پانچ بار کہا کہ مفتی صاحب آپ انہیں گفتگو پر آمادہ کریں فقیر حاضر ہے یا کوئی اور صالح سکالر آجائے تاکہ صحیح صورت حال نکھر کر سامنے آجائے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کاملہ کے طفیل آج بوقت تحریر ۲۰ اگست ۱۹۹۶ء تک سومناتی صاحب کے کسی ہمنوا کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔[1]

سچ ہے الحق يعلو ولا يعلى عليه حق غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ فقیر سومناتی صاحب کے متعلق زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا اور آخری بات کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''اٹھتے ہیں حجاب آخر'' میں شیخ نجدی کے مولد و مسکن کے بارے میں جو نقشہ دیا ہے اگر وہ اسے ضلع قاضی صاحب میر پور یا ضلع مفتی صاحب میر پور کے سامنے جغرافیہ کے دو پروفیسروں کی موجودگی میں ثابت کر دیں تو فقیر انہیں پچیس (۲۵۰۰۰) ہزار روپے نقد پیش کرے گا۔

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ

نوٹ: نیز مفتی رویس خاں ایوبی کی شرانگیزی میں مبتلا ہو کر سومناتی صاحب تو چار سال سے دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت جیل میں ہے۔ اب رویس الخوارج کو اس کی جگہ چیلنج قبول کرتے ہوئے مرد میدان بننا چاہیے۔

---

[1] ''مکالمہ جلالی وسومناتی'' کے آخر میں باقاعدہ دعوتِ گفتگو دی یہاں تک لکھ دیا کہ ان کا اجازت نامہ لے کر ذریتِ مودودیت کا کوئی سکالر آجائے مگر وہ نہ آسکے۔ مزید برآں اب بوقت اشاعت ثانی ربیع الاول ۱۴۲۴ ہجری بمطابق ۲۰۰۳ تک کسی کی جرأت نہ ہوئی۔ مزید برآں اب بوقت اشاعت ثالث ربیع الثانی ۱۴۲۵ ہجری تک کوئی جرأت نہیں کرسکا۔

فاضل مکہ یونیورسٹی کی خودفریبی

خودفریبی ایک بہت بڑی آفت ہے جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو جائے اس کا علاج صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو جاتا ہے۔ سومناتی صاحب کی حدیثِ نجد کے بارہ میں ہرزہ سرائی رویس الخوارج مفتی رویس خاں ایوبی دیوبندی فاضل مکہ یونیورسٹی کی مرہون منت ہے ورنہ وہ بے چارے فتح الباری اور عمدۃ القاری کو کیا جانیں؟

سومناتی صاحب کے ساتھ گفتگو کے دوران یہ فاضل فرمانے لگے کہ میں ثابت کروں گا کہ حدیثِ نجد ہے ہی موضوع۔

بندہ یہ دعویٰ سن کر ششدر رہ گیا کہ درجنوں احادیث کا خلاصہ بخاری شریف میں ۲ بار وارد حدیثِ نجد بھلا موضوع ہو سکتی ہے؟ ایسا ثابت کرنا ان کے لیے ممکن نہیں ہے اور میں اب تک منتظر رہا ہوں کہ وہ حدیث پر طبع آزمائی فرمائیں گے مگر ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ محض ان کا دعوائے خودفریبی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔



حدیثِ نجد کے بارے میں وہابیہ کے مغالطے ملاحظہ ہوں

پہلا مغالطہ

یہ مغالطہ ہر ایک وہابی بڑے فخر سے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ قاضی قطر احمد بن حجر آل بوطامی حدیثِ نجد پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ نجدی کی وکالت میں لکھتے ہیں:

نجد کے بارے میں جو حدیث بیان کی گئی اگر اس سے مراد نجد کا مخصوص ومشہور ومعروف حصہ ہے تو یہ ساری بحث (کہ شیخ نجدی ہی شیطان کا سینگ ہے۔ جلالی) کھڑی ہو سکتی ہے ورنہ نجد کے بارہ میں لوگ جو کچھ سمجھ رہے ہیں حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ اس قسم کی دوسری حدیثوں میں نجد سے مراد عراق ہے اس لیے کہ مشرقی سمت میں مدینہ طیبہ کے بالمقابل عراق ہی ہے۔ (احمد بن حجر: حیات محمد بن عبدالوہاب نجدی ص ۱۱۰ ترجمہ مختار احمد ندوی مطبوعہ کراچی)

اسی طرح جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک فاضل رضاء اللہ عبدالکریم اپنے کتابچے 'فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق' میں رقم طراز ہیں:

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفتن قبل المشرق کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے۔

عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللّٰھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللّٰھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان۔ (بخاری کتاب الفتن)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو الفتن قبل المشرق کے تحت لا کر حدیث میں موجود لفظ ''وفی نجدنا'' کی شرح کرنا چاہتے ہیں کہ نجد سے مراد اس جگہ عراق ہے کیونکہ مدینہ طیبہ سے ٹھیک جانب مشرق عراق ہی ہے۔

(رضاء اللہ عبدالکریم: فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق ص ۱۳ مطبوعہ گوالمنڈی راولپنڈی)

شیخ نجدی کے پیروکار بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ کو من پسند معنی دینے کے لیے جس قدر چاہیں تاویلیں گھڑ لیں مگر جب تک یہ زمین بعینہٖ قائم ہے اور نقشہ جات موجود ہیں تو وہ ان کی تکذیب کرتے ہی رہیں گے اور بزبان حال لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ پکارتے ہی رہیں گے۔

ان مذکورہ اقتباسات پر تبصرہ سے قبل سعودی عرب و عراق کا نقشہ دیکھنا ضروری ہے اور اس کے لیے چند باتیں قابل غور ہیں۔

نمبرا: مشرق سے مغرب کی طرف جانے والے خط کو عرض بلد کہتے ہیں اس خط پر جتنے شہر واقع ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کا مشرق و مغرب قرار پاتے ہیں۔

نمبر۲: شمالاً جنوباً نظر آنے والے خط طول بلد کہلاتے ہیں اور اس خط پر جتنے شہر آباد ہیں وہ ایک دوسرے کا شمال و جنوب قرار پاتے ہیں مثلاً ریاض اور مدینہ طیبہ عرض بلد 25 پر واقع ہیں تو ریاض مدینہ طیبہ کا عین مشرق اور مدینہ طیبہ ریاض کا عین مغرب ہوگا اور مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ ایک ہی طول بلد پر واقع ہیں تو مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ کا عین شمال اور مکہ مکرمہ کو مدینہ طیبہ کا عین جنوب کہیں گے۔

نمبر۳: پیش نظر نقشہ المملكة العربية السعودية سے لیا گیا ہے اس کے مرتبین کے اسماء گرامی یہ ہیں:

نمبرا: ڈاکٹر محمد صبحی عبدالکریم

نمبر۲: ڈاکٹر یوسف خلیل یوسف

نمبر۳: اجلال السباعی

یہ نقشہ مکتبہ لبنان ساحۃ ریاض الصلح بیروت لبنان کا مطبوعہ ہے۔ یہ نقشہ ۲۵۴ پر ملاحظہ

عیینہ کا محل وقوع

عیینہ مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش ہے۔ خلافتِ صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو فیصلہ کن جنگ میں شکست دے کر اسے فی النار کیا۔ اس جنگ میں حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی جلیل القدر صحابی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے۔ ان کا مقبرہ زیارت گاہ خواص وعوام تھا اور لوگ ایصالِ ثواب اور حصولِ فیض کے لیے حاضری دیتے جسے شیخ نجدی نے حاکم عیینہ کی مدد سے زمین بوس کر دیا۔

یہی عیینہ ابن عبدالوہاب نجدی کی جائے پیدائش بھی ہے جو کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے کتاب التوحید کے مقدمہ میں درج ہے کہ:

ولد الشيخ الامام محمدبن عبد الوهاب بن سليمان بن على بن محمدبن احمد بن راشد التميمى ۱۱۱۵هجرية الموافق ۱۷۰۳ فى بلدة العيينة الواقعة شمال الرياض ونشاء الامام فى حجرابيه عبد الوهاب فى تلك البلدة (كتاب التوحيد (مقدمه) ص۳

شیخ امام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد تمیمی ۱۱۱۵ بمطابق ۱۷۰۳ء کو عیینہ شہر میں پیدا ہوئے جو کہ ریاض کے شمال میں واقع ہے اور اس شہر میں اپنے والد عبدالوہاب کی گود میں پرورش پائی۔

المنجد میں ہے:

العيينة بلدة فى نجد خرج منها محمد بن عبد الوهاب منشئ المذهب الوهابى۔ (المنجد حصہ تاریخ ص ۴۹۹)

عیینہ نجد کا ایک شہر ہے جہاں وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے۔

سومناتی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

عیینہ شیخ نجدی کا آبائی شہر ہے۔ (اٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۳۶)

شیخ احمد بن حجر قاضی قطر لکھتے ہیں:

ہو۔

اس نقشہ کے مطابق مدینہ طیبہ کا عرض بلد ۲۵ قرار پاتا ہے۔ اور اس کے مشرق میں سعودی دارالحکومت ریاض واقع ہے جس کا عرض بلد ۲۵ اور ۲۶ کے درمیان ہے اور عراق کا جنوبی شہر بصرہ ہے جہاں عراق کی جنوبی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا عرض بلد ۳۰ اور ۳۱ کے درمیان ہے۔ باقی سارا عراق بصرہ کے شمال میں واقع ہے۔ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں بصرہ کم از کم چھ صد کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ اگر عراق مدینہ طیبہ کا ٹھیک مشرق ہوتو اس کا کوئی نہ کوئی حصہ تو عرض بلد ۲۵ یا اس کے قریب قریب واقع ہونا چاہیے تھا جب کہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں۔ ان حقائق سے واضح ہو جاتا ہے کہ عراق کو مدینہ طیبہ کا مشرقی علاقہ قرار دینا محض دروغ بے فروغ اور فن جغرافیہ سے بوجھلی ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشادِ گرامی کی سراسر غلط تعبیر و تشریح ہے۔

مدینہ طیبہ کا عین مشرق کیا ہے؟

گزشتہ صفحات میں ہم احادیث طیبہ کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں دیگر قبائل کے علاوہ قبیلہ بنوتمیم، بنوحنیفہ اور قبیلہ بنو ربیعہ کی شاخ عنزہ آباد ہے۔ بنوتمیم ذوالخویصرہ تمیمی اور ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی وجہ سے اور بنوحنیفہ مسیلمہ کذاب کی وجہ سے اور عنزہ سعودی خاندان کی خونریز داستان کی بناء پر تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں جو کہ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع ہیں۔

نقشہ دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ ریاض سے متصل جانب شمال درعیہ ہے جہاں کے امیر ابن سعود نے شیخ نجدی کو پناہ دی اور اس کی بیٹی کو حبالہ عقد میں لاکر بزعم خویش فتنہ شرک کی بیخ کنی کے لیے تلوار آزمائی کی۔ درعیہ کے متعلق منجد میں لکھا ہے:

درعیہ نجد (سعودیہ) میں العارض کی سرزمین پر ایک شہر کا نام ہے جو اپنے گھوڑوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نے اسے وہابیہ کا مرکز و دارالحکومت بنایا۔ یہاں تک کہ ابراہیم پاشا نے اس کا محاصرہ کر کے ۱۸۱۸ء میں تباہ و برباد کر دیا تو وہابیوں نے اپنا دارالحکومت ریاض منتقل کر لیا۔ (المنجد حصہ تاریخ ۲۸۵)

ولادت: - آپ ۱۱۱۵ء بمطابق ۱۷۰۳ء میں شہر عیینہ میں پیدا ہوئے۔ عیینہ مملکت سعودی عربیہ کے موجودہ دارالسلطنت ریاض کے شمال میں واقع ہے۔ (حیات محمد بن عبدالوہاب ص ۲۴)

عیینہ کا محل وقوع جان لینے اور نقشہ ملاحظہ کرنے کے بعد خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع عیینہ وہ منحوس بستی ہے جس نے مسیلمہ کذاب اور ابن عبدالوہاب جیسے گمراہوں کو جنم دیا۔

اس مشرقی جہت کی طرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرۂ انور فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

انه قام الى جنب المنبر فقال الفتنة ههنا الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان اوقال قرن الشمس۔ (بخاری شریف ص ۱۰۵۰/۲)

کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر شریف کے پہلو میں کھڑے ہو کر اِرشاد فرمایا کہ فتنہ اس طرف ہے، فتنہ اس طرف ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا یا فرمایا قرن الشمس نکلے گا۔

دوسری روایت میں ہے:

انه سمع رسول الله صلى الله وسلم وهو مستقبل المشرق يقول الا ان الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان۔ (بخاری شریف ۱۰۵۰/۲)

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف چہرۂ انور کرتے ہوئے یہ فرماتے سنا کہ خبردار فتنہ اس طرف ہے جہاں شیطان کا سینگ نکلے گا۔

ان دو حدیثوں کے بعد امام بخاری عبداللہ نے وہ حدیث شریف نقل فرمائی جسے عرف عام میں حدیثِ نجد کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نجد کے لیے دُعائے خیر و برکت کی تین بار مسلسل گزارش کے جواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان۔

کہ یہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں اور یہیں شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اِمام بخاری علیہ الرحمۃ اور احادیثِ نجد

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سیّدنا اِمام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریفؒ میں ابواب اور تراجم قائم فرما کر جس قدر دقت نظر کا ثبوت دیا ہے اور فقہ فی الحدیث کے جواہر بکھیرے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے اور حدیث شریف کے فن میں قدرت و مہارت کی دلیل ہے۔ آپ نے حدیثِ نجد کو الفتن قبل المشرق کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا اور حدیثِ نجد سے قبل مذکورہ دو حدیثیں بیان فرمائی ہیں جس سے واضح ہو گیا کہ وفی نجد سے مراد وہی علاقہ ہے جو مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے اور یقیناً بنوتمیم' بنوحنیفہ او بنوعنزہ کا علاقہ نجد کا وہ حصہ ہے جس میں عیینہ' درعیہ اور ریاض وغیرہ علاقے شامل ہیں۔

عبدالکریم وہابی کی حدیث شریف میں جسارت و دروغ گوئی

جناب عبدالکریم صاحب نے فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق میں نجد کے مفہوم و مصداق کو تبدیل کرنے میں کافی زور صرف کیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

نجد سے مراد اس جگہ سرزمین عراق ہے کیونکہ مدینہ طیبہ کے ٹھیک جانب مشرق عراق ہی ہے۔ (فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق ص ۱۳)

آگے لکھتے ہیں:

اور سب جانتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے جانب مشرق عراق ہے جس میں بصرہ وکوفہ آباد ہیں

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

یعنی عراق سے فتنے نکلیں گے کیونکہ وہ مدینہ سے ٹھیک مشرق میں ہے۔

یہ بات تو ان کی اپنی حد تک تھی وصریح کذب بیانی اور خلافِ حقیقت ہے۔ لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دروغ کو فروغ دینے کے لیے اِمام بخاری علیہ الرحمہ پر تہمت لگائی اور لکھا کہ:

گویا اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نجد سے مراد عراق لیتے ہیں۔ (فتنوں کی سرزمین نجد ص ۱۳)

پھر محدث سے حدیث تک جا پہنچے لیکن کچھ گنجائش رکھ کر اور قوسین کا سہارا لے کر بات

آگے بڑھائی اور عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قال یخرج ناس من قبل المشرق کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جانب مشرق (عراق) سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے۔ (فتنوں کی سرزمین نجد ص ۲۳)

اور جب جھوٹ کی لذت سے بخوبی آشنا ہو گئے اور کذب بیانی کے وقتی فوائد سے نفس امارہ کی تسکین کا سامان مہیا ہونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرف غلط بات کی نسبت کر دی اور یہ یاد نہ رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلط بات کی نسبت کرنے والا جہنمی ہوتا ہے۔ افسوس یہاں تو شیخ نجدی کی ستائش اور سعودی حکومت کی نوازش مقصود ہے آخرت میں ٹھکانہ جہنم بنتا ہے تو بنتا رہے۔ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا

ہم رضاء اللہ عبدالکریم کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں تا کہ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء پر اس کے افتراء کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

چوتھی دلیل

عن نافع و سالم عن ابن عمران رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قال الفتنۃ من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان واشار بیدہ المشرق۔ (البخاری ۱۰۵۶ ج ۲ (البدایۃ والنھایۃ ج ۷)

حضرت نافع وسالم دونوں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا فتنے یہاں سے نکلیں گے اور یہیں سے شیطانی گروہ ظاہر ہوں گے۔ (فتنوں کی سرزمین نجد عراق ص ۱۹)

راقم الحروف یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہے کہ

نمبر ۱: ترجمہ میں موجود لفظ عراق حدیث شریف کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یا کہ یہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ والا انعام حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے؟

نمبر۲: ترجمہ کیا ہے اور یہیں شیطانی گروہ ظاہر ہوں گے یہ حدیث شریف کس جملہ کا ترجمہ ہے؟

نمبر۳: گروہ ظاہر ہوں گے میں جمع والا مفہوم کہاں سے نکل رہا ہے؟ کیا حدیث شریف میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو جمع پر دلالت کر رہے ہوں؟

ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ یہ محض حدیث شریف میں من مانی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر افتراء کے متعلق حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

قال الجوینی ان المفتری علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدا کافر۔ (مرقات ص۳۲۳/۱۱)

اِمام جوینی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دانستہ افتراء باندھنے والا کافر ہے۔

درخواست

فقیر! اِنصاف پسند حضرات سے درخواست کرتا ہے کہ آپ شیخ نجدی کے متبعین سے اِتنا تو دریافت فرما دیں کہ:

۱: وہابیانِ محترم! اگر حدیثِ نجد کا معنی ومفہوم اور مراد ومقصود وہی ہے جو تم بیان کرتے ہو تو پھر دروغ گوئی سے کام لینے کی ضرورت کیوں محسوس کرتے ہو؟

۲: کیا حق اور کذب بیانی دو متضاد چیزیں نہیں ہیں؟

۳: کیا حق اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے جھوٹ کا محتاج ہو سکتا ہے؟

شیخ احمد بن حجر نجدی کی دروغ گوئی

قارئینِ کرام کو اس بات پر تعجب ہوگا کہ حامیانِ شیخ نجدی حدیثِ نجد میں تحریف کرنے میں اس قدر کذاب واقع ہوئے ہیں کہ انہوں نے دیگر کذابوں کے کان کتر کر رکھ دیئے ہیں حتیٰ کہ شیطان بھی ان کو داد دینے کے بجائے شرمندہ ہو گیا۔ شیخ احمد بن حجر لکھتے ہیں:

بلکہ ان (عراقیوں- جلالی) کی شناخت کیلئے یہی کافی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا وجود ان کے شہر میں ہے۔ (شیخ احمد حجر آل بوطامی- حیات محمد بن عبدالوہاب ص۱۰۹)

اسے افتح الکذبات کا نام ہی دیا جا سکتا ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب کو عراقیوں کی طرف منسوب کرنا سراسر غلط ہے۔ اس کا تعلق نجد یمامہ سے تھا۔ یہیں پیدا ہوا یہیں تہ تیغ اور بارہویں صدی ہجری میں یہیں سے شیخ نجدی نے مشرک سازی کی مہم چلائی اور مسلمانوں پر تیغ آزمائی کی ہاں اگر یہ کہہ لیا جائے کہ حدیثِ نجد میں واقع نجد سے مراد وہ نجد ہے جہاں مسیلمہ کذاب جیسا ملعون پیدا ہوا تو پھر بات یہیں مکمل ہو جاتی ہے اِتنی طویل گفتگو کی گنجائش ہی نہیں رہتی کیونکہ وہ تو نجد یمامہ ہی ہے نہ کہ عراق۔

دوسرا مغالطہ

حدیثِ نجد کی خود ساختہ تعبیر کے سلسلہ میں دوسرا بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ نجد کے معنی بلندی کے ہیں جیسا کہ فتح الباری، عمدۃ القاری و دیگر کتب میں مرقوم ہے نجد (بلندی) ڈھلوان اور نشیب کے بالمقابل ہے۔

تحلیل

لیکن یہ بات انہیں کسی طرح بھی مفید مطلب نہیں ہو سکتی کیونکہ سطح سمندر سے نجد کی بلندی ۳۰۰۰ فٹ سے ۷۰۰۰ فٹ تک ہے (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۳) جب کہ عراق کی بالخصوص بصرہ وکوفہ۔۔۔ علاقوں کی سطح سمندر سے بلندی صرف ایک ہزار فٹ ہے۔ ملاحظہ ہوا اٹلس آف اِسلامک ہسٹری ص:۳۰۔ نیز پاکستان میں پانی کا بہاؤ شمال سے جنوب کی طرف ہے اور سعودی عرب میں پانی کا بہاؤ مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ منجد میں ہے۔

یحدھا غربا البحر الاحمر، شرقا الخلیج العربی شمالا العراق والاردن وجنوبا الیمن وعمان ینحدر سطحھا من الغرب الی الشرق۔ (المنجد حصہ تاریخ ص۳۵۶)

سعودی عرب کے مغرب میں بحر احمر، مشرق میں خلیج عربی، شمال میں عراق واُردن اور جنوب میں یمن وعمان واقع ہیں اور اس کی سطح مغرب سے مشرق کی طرف گرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ پانی جس طرف گرے وہ نشیبی علاقہ ہوگا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عراق سعودی عرب کے شمال مشرقی علاقہ سے متصل ہے لہٰذا

یہ بھی نشیبی علاقہ ہی ہوگا بلکہ عراق کو عراق کہنے کی وجہ ہی اس علاقہ کا نشیب و ڈھلوان میں واقع ہونا ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی آدمی پاکستان کے بالائی علاقے گلگت، بلتستان وغیرہ بول کر کراچی مراد لے لے؟ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

کیا ۳۰۰۰ فٹ سے ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی والا یہ کہہ سکتا ہے کہ نجد کے معنی بلندی ہیں اور اس سے مراد وہ بلند و بالا مقام ہے جس کی بلندی صرف ایک ہزار فٹ تک ہے۔ ہمارے مؤقف کی تائید اس حوالہ سے بھی ہوجاتی ہے کہ علامہ یاقوت حموی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اَلرُّمَّۃُ - اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے مکہ مکرمہ آنا ہے تو جہاں پہنچ کر ان کا راستہ ایک ہوجاتا ہے اس جگہ کو الرمہ کہتے ہیں۔ (معجم البلدان ۳/۷۲)

اس کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

فما ارتفع من بطن الرمة فهو نجد الى ثنا يا ذات عرق۔

بطن رمہ سے بلند علاقہ نجد ہے جو (مکہ مکرمہ کے قریب) ذاتِ عرق کی پہاڑیوں تک چلا جارہا ہے۔ (معجم البلدان ۵/۲۶۲)

یہ بھی لکھا ہے:

الرمة هى اوّل حدود نجد کہ وادی رمہ نجد کی حدود کا آغاز ہے۔

(معجم البلدان ۳/۷۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نجد کے متعلق طویل گفتگو کے بعد حاصل کلام اور اپنا مختار ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

بل كل شيءٍ ارتفع بالنسبة الى ما يليه يسمى المرتفع نجدا والمنخفض غورا۔

بلکہ ہر وہ علاقہ جو اپنے پاس والے علاقہ کی نسبت بلند ہو تو اس بلند جگہ کو نجد کہتے ہیں اور ڈھلوان کو غور (یعنی گہرا)

ان حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ الرمہ کا بالائی علاقہ حدود نجد میں داخل ہے اور نشیبی

جانب میں عراق کی حدود کا آغاز ہوتا ہے لہٰذا نجد بول کو عراق مراد لینا کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ:

نمبر۱: نہ تو عراق مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے

نمبر۲: نہ ہی بلندی پر

نمبر۳: نہ جغرافیہ کی کسی کتاب میں بصرہ و کوفہ یا عراق کے لیے لفظ نجد استعمال ہوا ہے۔

نہ ہی حدیث و سیرت کی کسی کتاب میں نجد بول کو عراق مراد لیا گیا ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ دور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اور نہ ہی قرن الشیطان کے نجد میں پیدا ہونے سے قبل کسی زمانہ میں مثلاً البداية والنهاية لابن کثیر میں لفظ نجد ۲۸ بار بالتکرار آیا ہے لیکن کسی جگہ بھی اس سے مراد عراق نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ

حدیثِ نجد کے بارہ میں مغالطہ دہی کے لیے ان حضرات نے اس بات کا بھی سہارا لیا ہے کہ نجد نام کے متعدد مقامات ہیں اور اس سلسلہ میں بڑا زور صرف کیا ہے۔

تحلیل

حقیقت یہ ہے کہ صوبہ نجد ایک وسیع و عریض علاقہ ہے جس کا حدود اربعہ (۱۳۹۰۰۰۰) تیرہ لاکھ نوے ہزار کلومیٹر کو محیط ہے۔ اس سارے علاقہ کا اجتماعی نام نجد ہے۔ جس طرح پنجاب ایک وسیع علاقے کا نام ہے۔ اس کے مختلف حصوں میں اِمتیاز پیدا کرنے کے لیے لفظ نجد کے ساتھ بعض الفاظ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جیسے ہم پنجاب کے مختلف حصوں کے لئے مشرقی پنجاب، مغربی، پنجاب بلائی، پنجاب نشیبی وغیرہ بولتے ہیں۔ اس طرح حجاز مقدس سے متصل نجد کو نجد حجاز کہہ لیتے ہیں، بنو طے کی سرزمین کو نجد طے کا نام دے لیتے ہیں کسی کو نجد اجا اور یمامہ میں واقع وادی کو نجد برق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ سارے نجاد ۱۳۹۰۰۰۰ مربع کلومیٹر کے اندر ہی ہیں جن کا مجموعی نام نجد ہے۔ معجم البلدان میں نجد نام کے جس قدر مقامات مذکور ہیں وہ سب اس کے اجزاء ہیں۔ البتہ ایک نام عقاب جو ملک شام کا علاقہ ہے وہ اس حدیث شریف میں مراد نہیں کیونکہ وہ تو ملکِ شام کے متعلق دُعائے خیر و برکت کی وجہ سے متبرک بن چکا ہے۔ نیز

نجد کے انتہائی جنوبی حصے کو نجد یمن کا نام دے دیا جاتا ہے وہ بھی اس حدیث میں مراد نہیں کیونکہ اگر وہ یمن میں شامل ہو تو وہ بھی یمن کے ضمن میں خیر و برکت کا حقدار ہے۔ لہٰذا حدیثِ نجد میں واقع نجد سے مراد مدینہ طیبہ کا مشرقی علاقہ معروف و مشہور نجد ہی ہے جہاں سے مسیلمہ کذاب و شیخ نجدی وغیرہ نے جنم لیا۔

سومناتی صاحب کا کھلا جھوٹ

دجال میر پور سومناتی صاحب نے یاقوت حموی کی معجم البلدان کے حوالہ سے ۹ نجد گنوائے ہیں۔

۱- نجد خال اور نجد مربع
۲- نجد الود
۳- نجد الاجاء
۴- نجد برق
۵- نجد العقاب
۶- نجد حجاز
۷- نجد کب کب
۸- نجد یمن
۹- نجد عراق یا نجد بادیہ

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۳)

اس کی تفصیل میں سومناتی صاحب نے کئی جھوٹ گھڑے ہیں۔ سب سے بڑا جھوٹ نجد عراق یا نجد بادیہ ہے۔ فقیر کے پاس معجم البلدان پانچ جلدوں میں موجود ہے اس میں نجد عراق یا نجد بادیہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر فقیر صرف اور صرف اِعلان و اِنعام خداوندی سے آگاہ کرنا مناسب سمجھتا ہے:

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

ان کا بار بار جھوٹ بولنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حدیثِ نجد کا مفہوم وہ نہیں ہے جو

یہ بتانا چاہتے ہیں۔

چوتھا مغالطہ

عراق کے شہروں میں بصرہ و کوفہ میں فلاں فتنہ رونما ہوا' فلاں ہنگامہ ہوا' فلاں شورش ہوئی' فلاں بغاوت ہوئی۔

تحلیل

یہ مغالطہ بادی النظر میں بڑا دلفریب ہے مگر حقیقت حال تک رسائی کے بعد ''ھباءً منثورا'' ہو جاتا ہے کیونکہ

نمبر۱: عراق مدینہ طیبہ سے مشرق میں واقع نہیں ہے۔

نمبر۲: فتنہ خوارج' جو کہ دراصل فتنہ نجد ہی تھا جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے' کے سوا عراق میں پیدا ہونے والے فتنوں میں وہ علامتیں موجود نہیں ہیں جن کی نشاندہی احادیث خوارج نے کی ہے۔

نمبر۳: عراق میں فتنوں کے جنم لینے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر قسم کے فتنے اس کی طرف منسوب کر دیے جائیں حتیٰ کہ دوسرے نامزد علاقوں کے فتنوں کو بھی اس کے سر تھونپ دیا جائے۔

نمبر۴: حدیثِ نجد میں واقع نجد سے عراق مراد لینا اس لیے بھی غلط ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وفی نجدنا عرض کرنے سے ان کی مراد معروف صوبہ نجد ہی تھا اس لیے کہ اس دور میں بصرہ و کوفہ نام کا کوئی شہر دُنیا کے نقشے میں موجود نہ تھا یہ تو حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں آباد ہوئے تھے۔

☆ سرزمین کوفہ کو اس کی آباد کاری سے پہلے سورستان کا نام دیا جاتا تھا۔ (معجم البلدان ۴۹۱/۴)
☆ اسے دور فاروقی میں بسایا گیا۔ (مولوی اکبر شاہ نجیب آبادی - تاریخ اسلام ۱/۳۵۴)
☆ بصرہ کو اس کی آباد کاری سے قبل ارض الھند کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۴۹/ ۷)

عہدی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باشندگان عراق کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ وآلہ وسلم میں

حاضری کا موقع نہیں ملا تھا جب کہ نجدی باشندے اور نجدی قبائل کے وفد بکثرت حاضر ہوتے رہے اور شرف یابی پاتے رہے۔ اس لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ان کے بارے میں دلچسپی کا اظہار کرنا اور دُعا کی درخواست کرنا اظہر من الشمس ہے جب کہ اہل عراق کے ساتھ تو کوئی دلچسپی ہی نہ تھی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان تو دِلی خیر خواہی اور جذبہ واخوت دینی کے پیشِ نظر دُعا کی اِلتجا کرتے رہے لیکن وہ ابھی تک فتنہ مسیلمہ کذاب، فتنہ سجاح تمیمیہ، فتنہ طلیحہ اسدی، فتنہ ارتداد قبائل نجد، فتنہ ارتداد بنوتمیم، فتنہ مانعین زکوٰۃ و دیگر فتنوں بالخصوص دور آخر کے فتنہ خوارج یعنی فتنہ وہابیت سے آگاہ نہ تھے اور جب اِرشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان سن چکے تو دوبارہ دُعا کی درخواست نہ کی۔

فتنہ خوارج فتنہ نجد ہی ہے

قلیل المطالعہ قارئین کو مذکورہ عنوان دیکھ کر تعجب تو ضرور ہوگا کہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عراق کے ایک شہر نہروان پر جمع ہو کر شورش برپا کرنے والوں اور مسلمانوں کو نشانہ ستم بنا کر شہید کرنے والوں کو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لشکر نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا، تقریباً دس آدمی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے جسے مؤرخین نے فتنہ خوارج کے عنوان سے بیان کیا، انہیں ملحد و بے دِین کا نام دیا اور پچیس صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات کا انہیں مصداق ٹھہرایا ہے۔ یہ فتنہ خوارج درحقیقت فتنہ نجد ہی ہے۔

جب نجد کے شمال میں دو ہزار فٹ سے چھ ہزار فٹ تک کی گہرائی میں واقع علاقہ ارض الھند کو آباد کرتے ہوئے اسے بصرہ کا نام دیا گیا تو اسے سات حصوں میں تقسیم کیا گیا (سات زون بنائے گئے) اور نجد سے اسی قدر گہرائی میں واقع علاقہ سورستان کو آباد کرتے وقت جب اسے کوفہ کا نام دیا گیا تو نجد کے مشہور قبائل بنوربیعہ اور بنوتمیم بکثرت بصرہ کوفہ میں آکر آباد ہو گئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب مسیلمہ کذاب اور مرتدین نجد کی سرکوبی سے فارغ ہوئے تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بقیۃ السیف نجدیوں کو لے کر عراق پر حملہ آور ہوئے جن میں بنوتمیم بکثرت شامل تھے اور فتوحات عراق میں ان کو کافی خدمات انجام دینے کا موقع بھی ملا اور دورِ فاروقی میں بصرہ کے سات حصوں میں

سے دو حصوں میں بنوتمیم آباد ہوگئے۔ علامہ حموی لکھتے ہیں:

منها فی الخريبة وفی الزابوقة واحدة وفی بنی تميم اثنتان

(معجم البلدان ۱/۴۳۲)

ان بڑے محلوں میں دو خریبہ میں تھے ایک زابوقہ میں اور دو بنوتمیم میں۔

کوفہ کی آبادی کے متعلق لکھتے ہیں:

خمسين الف دار للعرب من ربيعة و مضر وار بعة وعشرين الف دارٍ لسائر العرب وستة الاف دار لليمن۔ (معجم البلدان ۴/۴۹۲)

کوفہ کی آبادی میں پچاس ہزار گھر عرب کے ربیعہ ومضر قبیلوں کے تھے اور چوبیس ہزار باقی سارے عرب کے اور یمن والوں کے چھ ہزار..

اس حساب سے بصرہ کی کل آبادی کا ۲۸ فیصد تمیمی تھے اور کوفہ کی کل آبادی کا ۶۲ فیصد ربیعہ ومضر کے نجدی تھے۔ پھر ان میں بھی اکثریت بنوتمیم کی تھی کیونکہ بنوربیعہ کی اکثریت تو مسیلمہ کذاب کے ساتھ قتل ہو چکی تھی اور جو باقی بچ گئے تھے ان کے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ جو لوگ مرتد ہوگئے تھے وہ اگرچہ تائب ہو چکے ہوں انہیں لشکر اسلام میں شامل نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا جائے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۶/۳۴۷)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ سے سیدھے عراق روانہ ہوگئے تھے اور بعض فرماتے ہیں کہ وہ پہلے یمامہ سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے پھر عراق کی طرف کوچ فرمایا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

فقائل يقول مضى فی وجه ذلك فی اليمامة الى العراق وقائل يقول رجع من اليمامة الى المدينة ثم سار الى العراق من المدينة

(البدایہ والنہایہ ۶/۳۴۷)

شیخ نجدی کے ریزہ خوار نجد یمامہ کو بچانے اور بصرہ و کوفہ کو فتنوں کی آماجگاہ بتانے میں تو بڑی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے شرماتے ہیں کہ قدیمی خوارج ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی کے ہم قبیلہ ہی تھے۔

اس حقیقت سے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پردہ اُٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

هولاء القوم خرجوا من نجد موضع التميمين۔ (عمدۃ القاری ۹۰ ج ۲۴)

یہ خارجی نجد کے اس علاقہ کی پیداوار ہیں جہاں بنوتمیم آباد ہیں۔

(نیز بین السطور بخاری شریف بحوالہ کرمانی ۲/۱۰۵۰)

گزشتہ صفحات میں مذکور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین اور حیدر کردار حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کے سلسلہ میں ایسے متعدد حضرات کے نام آچکے ہیں جن کے ساتھ تمیمی کا لاحقہ ضرور تھا البدایہ والنہایہ میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کا خلاصہ علامہ عینی علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا عبارت میں بیان کردیا۔

مگرمچھ کے آنسو

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ دَور کے خارجی خواہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی مقلد' مودودی ہوں یا کسی اور خارجی شاخ تبلیغی جماعت وغیرہ سے تعلق رکھنے والے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت سیّدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید پلید کو خلیفہ برحق تسلیم کرتے ہیں گزشتہ سالوں میں ان تمام خارجیوں نے پورازورصرف کرتے ہوئے ایک رسوائے زمانہ کتاب لکھی۔ جس کا نام ہے۔

''خلافت رشید ابن رشید امیر المؤمنین سیّدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ''

اور بزعم خویش یزید کی وکالت کا حق ادا کردیا اور اس پر درج ذیل علماء خوارج کے تصدیق وتوثیق اور تقریظ کے سلسلہ میں تاثرات ومکتوبات شامل اشاعت ہیں:

۱: مولوی اظہار الحق شاہ ٹوبہ

۲: مولوی غلام محمد صاحب ڈیرہ غازی خاں

۳: مولوی حمید الرحمٰن صاحب لاہور

۴: مولانا عبدالجلیل صاحب ساہیوال

۵: مولوی غلام مرشد شاہی مسجد لاہور

۶: مولانا ملک عطا محمد صاحب لاہور

۷: مولانا ظہیر الدین صاحب (لائل پور) فیصل آباد

۸: مولانا عبدالحئی صاحب ڈیرہ غازی خاں

۹: مولانا عبدالحمید صاحب شیخوپورہ

۱۰: مولانا عبدالغنی صاحب چونیاں

۱۱: مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ

۱۲: مولانا بشیر احمد صاحب سیالکوٹ

۱۳: محمد سلیمان صاحب لاہور

۱۴: نورالحسن صاحب بخاری ملتان

۱۵: ملک عبدالعزیز ملتان عبدالحمید لدھیانوی

۱۶: مفتی محمد شفیع صاحب کراچی

۱۷: مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھا

۱۸: ابوحفص صاحب خوشاب

۱۹: مولانا محی الدین صاحب لکھنوی

۲۰: مولانا عبدالستار صاحب فیصل آباد

۲۱: مولانا محمد علی کاندھلوی

۲۲: مولانا مودودی صاحب اچھرہ لاہور

۲۳: شمس الحق افغانی بہاولپور

۲۴: مولانا بہاؤالحق لاہور

۲۵: مولوی فقیر محمد ملتان

''خلافتِ رشید ابن رشید امیر المؤمنین سیّدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' بحوالہ ''بھیڑنما بھیڑیئے'' ص ۲۹ از مناظر اسلام حضرت مولانا صوفی محمد اللہ دتا وسن پوری قدس سرہ لاہور متوفی ۱۹۸۵ء)

اور یہ لوگ آئے دِن کسی نہ کسی صورت میں اپنی خارجیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے دِل کی بھڑاس نکالتے ہی رہتے ہیں لیکن جب حدیثِ نجد کا مرحلہ آتا ہے تو بڑی معصومیت کے

ساتھ رقم طرازی کرتے ہیں:

''بلکہ ان کی شناخت کے لیے یہی کافی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا وجود ان کے شہر میں ہے۔ یہی نہیں بلکہ واقعہ جمل و جنگ صفین حضرت علی، مسلم بن عقیل، حسین بن علی اور ان کی اولاد کی شہادت اور مختار بن ابو عبیدہ کا دعوائے نبوت کرنا جیسے بے شمار جرائم سے یہ سرزمین بھری ہے۔ (شیخ احمد حجر آل بوطامی۔ حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۰۹)

دوسرے صاحب لکھتے ہیں:

اِسلامی تاریخ کا ہولناک، شرمناک اور عبرت ناک واقعہ میدانِ کربلا میں پیش آیا جس میں نواسۂ رسول حضرت اِمام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معہ اہل وعیال شہادت پائی۔

(پیروفیسر مرزا زاہد حسین سومناتی - اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۹)

تیسرے صاحب گوہر افشانی فرماتے ہیں:

خاندان نبوت کی شہادت وتباہی خصوصاً جگر گوشہ بتول اور نواسہ رسول رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت جس کو دُنیا ہمیشہ یاد رکھے گی عراق اور عراقیوں کے ہاتھوں پیش آئی۔

(رضاء اللہ عبدالکریم ۔ فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق ص ۲۱)

جب ان کی رگ خارجیت پھڑکتی ہے تو نواسہ رسول رضی اللہ عنہ پر رکیک سے رکیک حملوں سے باز نہیں آتے باغی تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے اور جب ملمع کاری پر آتے ہیں تو انہیں شہید بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے اسمِ گرامی پر رضی اللہ عنہ کے بجائے علیہ السلام کا مخفف لکھتے ہیں جیسا کہ حیاتِ محمد بن عبدالوہاب کے مذکورہ اقتباس میں موجود ہے۔ حدیث شریف میں اسی کے متعلق وارد ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان من شر الناس ذاالوجهين الذى ياتى هولاء بوجه وهولاء بوجه۔ (مسلم شریف ص ۳۲۵/۲)

ترجمہ: یقیناً دو چہروں والا بہت برا آدمی ہے جو ان سے ملتا ہے تو ایک چہرے سے اور ان سے ملتا ہے تو دوسرے چہرے سے۔

اور محدثین نے اس حدیث شریف کو باب صفات المنافقین میں ذکر کیا ہے۔

مگر ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت میں جس طرح دوسرے گمراہوں کا عمل دخل ہے وہاں بنو تمیم بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

قال حصين حدثنى عد بن عبيدة قال انا لمستنقعون فى الماء مع عمرو بن سعد اذا اتاه رجل فساره فقال له قدبعث اليك ابن زياد جويرية بن بدر التميمى وامره ان لم تقاتل القوم ان يضرب عنقك قال فوثب الى فرسه الخ۔ (حوالہ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۰)

حصین کہتے ہیں کہ مجھے سعد بن عبیدہ نے بتایا کہ ہم (یزیدی لشکر کے امیر) عمرو بن سعد کے ساتھ پانی کے بارہ میں زور زور سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آ کر ابن سعد سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ ابن زیادہ نے جویریہ بن بدر تمیمی کو تیرے پاس بھیجا ہے کہ اگر تو نے ان (خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ نہ کی تو یہ تمیمی تجھے قتل کر دے۔ یہ سن کر ابنِ سعد اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

اسی طرح جب حضرت سیّدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش فرما چکے تو آپ رضی اللہ عنہ میدان میں اکیلے رہ گئے تو شمر ملعون اور اس کے ساتھیوں نے آپ پر حملہ کیا اس کے جواب میں آپ نے جب تلوار چلائی تو یزیدی لشکر دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تمہیں میرا قتل کرنا پسند ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم تم میرے بعد ایسا کوئی بندہ نہیں پاؤ گے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے قتل سے زیادہ غضب خداوندی کا باعث ہو۔ قسم بخدا مجھے اُمید ہے کہ تمہارے اس توہین آمیز رویے سے اللہ تعالیٰ مجھے عزت سے نوازے گا پھر تم سے ایسا اِنتقام لے گا جس کا تمہیں شعور تک نہیں۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم نے مجھے شہید کر دیا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کروں گا کہ تمہاری جنگ سامنے ہو گی اور خونریزی درمیان میں پھر اللہ تعالیٰ کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہو گا' جب تک تمہارا عذاب الیم

بڑھانہ دے"۔

راوی کہتا ہے شیرِ خدا کے لختِ جگر رضی اللہ عنہما کافی دیر ٹھہرے رہے اگر لوگ آپ کو شہید کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔

ولکن کان یتقی بعضهم ببعض دمه ویحب هولاء ان یکفیهم هولاء مؤنة قتله حتی نادی شمر بن ذی الجوشن ماذا تنظرون بقتله فتقدم الیه زرعة بن شریك التمیمی فضر به بالسیف علی عاتقه۔ (البدایہ والنھایۃ لابن کثیر ص ۸/۱۷۸)

اور لیکن وہ ایک دوسرے کے ذریعے قتل کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے بچتے تھے ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ کام دوسرا گروہ کرے۔ حتیٰ کہ شمر بن ذوالجوشن نے پکارا کہ تم ان کے قتل کے معاملہ میں کس کا انتظار کرتے ہو تو بنو تمیم کے ایک فرد زرعہ بن شریک نے آگے بڑھ کر آپ کے کندھے پر تلوار مار کر بنو تمیم کے اعزاز خذلان میں ابدی اضافہ کر دیا۔

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ اہلِ بیت اطہار کی دُشمنی میں سارے یزیدی شریک تھے مگر جس قدر جوش و خروش اور شقاوت و بدبختی' بے باکی و حیا سوزی بنو تمیم میں پائی جاتی تھی دوسرے بدنصیب اس سے محروم ہی تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خالص نجد کی پیداوار تھی جس کے متعلق رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

هناك الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان۔

اور قساوت قلبی ربیعہ و مضر کی پہچان بتائی۔

ان تمام امور سے قطع نظر دیکھنا یہ ہے کہ احادیثِ طیبہ میں مذکور علامات خوارج ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں میں موجود ہیں یا نہیں؟ شیخ نجدی کا بڑے سے بڑا مداح شیخ نجدی کی شمشیرزنی' فتویٰ کفر و شرک' سر منڈانے' کافروں کے معاملہ میں درگزر کرنے مسلمانوں کے معاملہ میں سخت گیری' کثرت صوم و صلوٰۃ اور دعوت قرآن و حدیث کے سلسلہ میں من پسند افکار کی اشاعت سے انکار نہیں کر سکتا۔ جب یہ تمام علامات اس میں بہ تمام و کمال موجود ہیں تو انہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ عراق ہو یا غیر عراق جہاں کہیں جس قدر چاہے فتنے برپا

ہوں لیکن نجد سے مراد شیخ نجدی والا نجدی ہے اور قرن الشیطان سے مراد شیخ نجدی ہی ہے۔ ایٹم بم حدیث کا مصداق یہی شخص ہے اور کتب لغات میں شیخ نجدی لقب شیطان است (غیاث اللغات ۸۱' نسیم اللغات' قائد اللغات وفیروز اللغات) انہیں خصوصیات کی وجہ سے درج ہے۔

حال ہی میں ایک اسلامی ملک عراق کے خلاف پوری دُنیائے کفر جمع ہو گئی۔ ایک طرف سر زمین عراق ہے اور دوسری طرف خطہ نجد جہاں دَس لاکھ یہودی عیسائی فوج موجود ہے اور چالیس ہزار بدکار عورتیں حاضر باش دعوت نظارہ دے رہی ہیں اور ساری دُنیائے کفر نجدی خرچے پر پل رہی ہے۔۔

☆ یہ خطہ نجدی ہے جہاں تاریخِ انسانیت میں پہلی بار اس قدر طاغوتی طاقت جمع ہوئی۔

☆ یہ خطہ نجدی ہے جو زناکاری کا سب سے بڑا اڈا بن گیا۔

☆ یہ خطہ نجدی ہے جہاں یہودیوں کے قومی تہوار کے موقع پر ان کی رَبّی خصوصی طور پر یہودیانہ رسوم ادا کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔

☆ یہ خطہ نجدی ہے جہاں بیٹھ کر اِسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی سازش کی گئی۔

☆ یہ خطہ نجدی تو ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا هناك الزلازل والفتن۔

اگر کوئی صاحب آنکھیں مونده کر ان برائیوں کو عراق کے سر جڑنے کی کوشش کرے اور کہے کہ یہ عراق کا ہی فتنہ ہے۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر فتنوں کی سرزمین ص ۲۱)

تو ہم اسے صرف اور صرف مگرمچھ کے آنسو کا نام ہی دے سکتے ہیں۔

پانچواں مغالطہ

فتح الباری اور عمدۃ القاری میں ایک عبارت ہے:

وهی قبیلةٌ کبیرةٌ مشهورةٌ ینزلون الیمامة بین مکة والیمن۔

(فتح الباری ۸/۸۷' عمدۃ القاری ۱۸/۶۱)

اس عبارت کو بنیاد بنا کر سومناتی صاحب نے خیانتوں کا جال بچھایا ہے کہ یمامہ شیخ نجدی کی جائے پیدائش تو مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے جو کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں نہیں ہے۔

تحلیل

سومناتی صاحب کوکسی صاحب نے مذکورہ عبارت تولکھوادی مگر یہ نہ بتایا کہ شیخ نجدی کی جائے پیدائش ہے کہاں؟ تو فقیر کے ایک خط کے جواب میں انہوں نے ربع الخالی کے وسط میں نجد یمامہ بنوتمیم کا علاقہ ظاہر کیا جب کہ ربع الخالی کی حقیقت یہ ہے کہ وہاں کسی قسم کی آبادی ممکن ہی نہیں۔اس کے معنی ہیں عرب کا وہ چوتھائی حصہ جو آبادکاری سے خالی ہے آج تک بے آب وگیاہ کھلا صحراء ہے۔معجم البلدان میں اسے۔

"بریّة ممتنعة" وہ صحرا جہاں رہنا ممکن ہی نہیں کے نام سے یاد کیا گیا۔

سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

بلاد الاحقاف- یمامۂ عمان، بحرین، حضر موت اور مغربی یمن کے بیچ جو صحرائے اعظم الدھناء یا ربع الخالی کے نام سے واقع ہے گو وہ آبادی کے قابل نہیں لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں۔

(سیّد سلیمان ندوی تاریخ ارض القرآن ص ۱/۷۹)

اس ربع الخالی کے وسط میں بنوتمیم کا علاقہ بتانا سومناتی صاحب کا دجل قبیح اور مکر فصیح ہے۔

جب کہ شیخ نجدی کے سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ نجدی کی جائے پیدائش ریاض شہر کے شمال میں ہے جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔اس کذب بیانی میں سومناتی صاحب سے بڑھ کر اس کے قلمی معاون رویس الخوارج مفتی رویس خان ایوبی جو خود کو فاضل مکہ یونیورسٹی اور ایل ایل بی وغیرہ ظاہر کرتے ہیں مجرم ٹھہرتے ہیں کہ انہوں نے اصل صورت حال کو دانستہ چھپائے رکھا۔اصل صورت حال یہ ہے کہ یمامہ ایک وسیع عریض علاقہ ہے جس کا ایک حصہ بحرین سے جاملتا ہے اور دوسرا حجاز مقدس سے۔

علامہ محمد فرید وجدی رقم طراز ہیں۔

نقول بلاد ليمامة بين نجد واليمن وهى تتصل بالبحرين شرقا

والحجاز غربا۔

ہم کہتے ہیں کہ یمامہ کے شہر نجد اور یمن کے درمیان واقع ہیں۔یہ مشرق میں بحرین اور مغرب میں حجاز مقدس سے جاملتے ہیں۔

(محمد فرید وجدی دائرہ معارف العشرین مطبوعہ بیروت ص ۱۰/۹۵۴) نیز بحرین کے خوش نصیب وفد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مقدس سے خیر اہل المشرق کا لقب عطا ہوا تھا اس سے واضح ہو گیا کہ یمامہ کا ایک معتد بہ حصہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں واقع ہے۔

بنوتمیم کا محل وقوع

اس سلسلہ میں اُردو دائرہ معارف اِسلامیہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

تمیم: چھٹی صدی میلادی سے ہمیں بنوتمیم کی تاریخ کچھ بہتر طریق پر معلوم ہونے لگتی ہے۔اس زمانے میں ہم تمیم کو ایک عظیم قبیلہ پاتے ہیں جس کا وسیع علاقہ عرب کے مشرقی ساحل کے بہت بڑے حصے میں پھیلا ہوا ہے۔نجد کا تقریباً سارا علاقہ، بحرین کا ایک حصہ اور الیمامہ کا ایک حصہ، جنوب میں بلاد تمیم الدھناء کے بے درخت میدانوں تک پھیلے ہوئے تھے اور شمال مشرق میں دریائے فرات کے کنارے تک چلے جاتے تھے۔

(اُردو دائرہ معارف اِسلامیہ دانش گاہ پنجاب ۶/۶۳۸)

اس اقتباس سے بنوتمیم کی آبادی اور محل وقوع کا پتہ چل جاتا ہے کہ کس قدر وسیع ہے۔

اب سومناتی صاحب اور اس کے معاون فضلہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کو بنیاد بنا کر دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان میں یمامہ کا مکمل حدود اربعہ درج نہیں ہے بلکہ صرف ایک جانب کا ذکر ہے۔معجم البلدان ودیگر کتب جغرافیہ ودائرہ معارف اِسلامیہ کی روشنی میں جو بات قرین قیاس ہے وہ یہ ہے کہ اصل عبارت یوں تھی۔

ينزلون اليمامة بين مكة والبحرين

مگر کتابت کی غلطی سے البحرین کی جگہ الیمن درج ہو گیا۔

چھٹا مغالطہ

شیخ نجدی کی حمایت میں سرگردانی کرتے ہوئے انہیں بخاری شریف کی ایک حدیث

سوجھ گئی جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوتمیم کے متعلق فرمایا: ھذا صدقات قومی کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔

الحمدللہ یہ بہت بڑا شرف ہے لیکن اس شرف سے مشرف و فیضیاب ہونے کے لیے ایمان اور اِخلاص کی شرط لازم ہے کیونکہ جب ابولہب اور دیگر کفارِ مکہ قریب ترین نسبی تعلق ہونے کے باوجود محروم ہی ٹھہرتے ہیں تو بنوتمیم کے منافق کس کھاتے میں شمار ہوں گے؟

ذوالخویصرہ بھی تو تمیمی ہی تھا مگر گستاخی کرتے ہوئے منافق قرار پایا اور اس شرف سے محروم ہوگیا۔ سجاح تمیمیہ اس شرف سے لاتعلق ٹھہری، فتنہ ارتداد میں مبتلا ہونے والوں کو اس شرف کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے اور ان پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگانے والے حتیٰ کہ ان کے وصال کے بعد ان کے رُخ زیبا کی توہین کرنے والے تمیمیوں کو اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے لاحکم الا اللہ کا نعرہ لگانے والے تمیمیوں کو اور خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ پر فتویٰ شرک لگانے والوں، ابنِ ملجم نجدی کو ان کے قتل پر اکسانے والے تمیمیوں کو لعنت کے سوا کیا فائدہ حاصل ہوا تھا؟

اسی طرح لایزالون یخرجون کے مطابق بنوتمیم کے خارجیوں اور بالخصوص بارہویں صدی ہجری میں مسلمانوں پر فتویٰ شرک لگا کر پچاس سال تک مسلسل ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں اور کھلے بت پرستوں کے خلاف ادنیٰ ترین کارروائی سے محروم یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان کی مجسم تصویر اور سعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک کا مصداق اتم شیخ نجدی اور اس کے متبعین اس عظیم شرف وسعادت سے محروم و بے بہرہ ہی قرار پاتے ہیں کیونکہ منافقت اور شرف وسعادت دو متضاد چیزیں ہیں۔

اس حدیث شریف کا ایک جملہ ہے:

اشد امتی علی الدجال کہ بنوتمیم میری اُمت میں دجال پر بہت سخت ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ جن خوش نصیب تمیمیوں کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہوگی ہم ان کی عظمت کو جھک کر سلام پیش کرتے ہیں اور فقیر تو جب بھی یہود و نصاریٰ کی آئے دن نئی نئی سازشیں دیکھتا اور

بالخصوص نجد میں یہود و نصاریٰ کے اجتماع کا تصور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے یا اللہ اگر یہ دجال کے خروج کا وقت آن پہنچا ہے تو ایک طرف حدیث متواتر کے مطابق تمیمی دجال کے ساتھی ہوں گے۔

حتّٰی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال۔ (بخاری شریف)

ترجمہ:

کہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے خارجی نکلتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری ٹولہ مسیح دجال کے ساتھ مل کر نکلے گا۔

اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ دجال کے حامی تمیمیوں پر حجت تمام کرنے کے لیے ملک رے سے بنوتمیم کے مردِ آہن حضرت شعیب بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیّدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خدمت کیلئے کھڑا کردے گا۔ حضرت شعیب بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار کا لشکر جرار لے کر حضرت سیّدنا اِمام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش کی قیادت فرما رہے ہوں گے اور جس طرف بڑھیں گے دجال کے حامیوں کو نیست و نابود کرتے چلے جائیں گے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ۶۸/۶)

اے ربّ العزت اس سیاہ کار حقیر پر تقصیر کو حضرت سیّدنا شعیب بن صالح رضی اللہ عنہ کے فدا کاروں میں شامل فرمادے تاکہ دجال اور اس کے حامی تمیمیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرسکوں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ فقیر کے حق میں مذکورہ دعا فرماتے ہوئے ذرّہ نوازی فرمائیں۔

حدیث بخاری کا تیسرا حصہ:

کہ ایک تمیمیہ لونڈی کے بارہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت سیّدنا اِسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

ثم الحمد للہ اس شرف کا منکر کون ہے؟ نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے کسی بھی فرد کو غلام بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے۔ بات تو یہ ہے کہ منافقت ترک کرتے ہوئے ذوالخویصرہ تمیمی کی صفات ذمیمہ سے توبہ کرلی جائے تاکہ یہ عظیم نسبت اپنا رنگ دکھائے اور

سعادت دارین حاصل ہو۔

ساتواں مغالطہ

ایک روایت میں ہے کہ شیطان عراق میں داخل ہوا تو وہاں انڈے دیئے۔

تحلیل

اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ مدینہ طیبہ کے شمال میں واقع عراق کو اُٹھا کر مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع نجد کی جگہ لے آئیں اور نجد کی تباہ کارنحوستیں عراق کے کھاتے میں ڈال دی جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شیطان تو عراق میں انڈے دے کر الگ ہو گیا مگر اسے فرائی کر کے کھانے کے لیے تمیمی و ربیعی نجد سے ترک وطن کرتے ہوئے عراق میں جا بسے اور جب ان انڈوں کی حرارت نے قلب وجگر کو بے قرار کر دیا تو حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بدعت کا اور حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر شرک کا فتویٰ لگا کر اپنے قلب وجگر کو تسکین پہنچائی۔

آٹھواں مغالطہ

حدیثِ نجد کا مفہوم بگاڑنے اور من پسند معنی دینے کے لیے ایک مغالطہ یہ دیا جاتا ہے:

اراد عمران لا یدع مصرا من الامصار الا اتاہ فقال کعب لا تاتی العراق فان فیہ تسعۃ اعشار الشر۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مملکت اِسلامیہ کے ہر بڑے شہر میں جانے کا پروگرام بنایا تو حضرت کعب نے ان سے کہا سب جگہ جائیں مگر عراق نہ جائیں کیوں کہ اس میں نو حصہ شر ہے۔ (رضاء اللہ عبدالکریم-فتنوں کی سرزمین نجد ص ۲۴)

یہ حضرت کعب تابعی کا قول ہے اس کے برعکس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا جسے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ذکر فرمایا ہے۔

عن نافع عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اللھم بارك لنا فی شامنا ویمننا مرتین فقال رجل وفی مشرقنا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من

ھناك یطلع قرن الشیطان ولھا تسعۃ اعشار الشر۔

(مسند احمد ص ۲/۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار یہ دُعا کی اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما تو ایک صاحب نے عرض کیا اور ہمارے مشرق میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا اور وہاں دس میں سے نو حصے شر ہے۔

اِس حدیث مرفوع میں ''وفی مشرقنا'' کے الفاظ ہیں۔ نقشہ دیکھنے سے واضع ہو رہا ہے کہ مشرق مدینہ نجد ہی ہے عراق نہیں ہے۔ نیز اس کے ساتھ ہی قرن الشیطان کا ذکر ہے جو کہ نجد کے ربیعہ ومضر کی پیداوار ہے۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ ایک طرف حضرت کعب تابعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے جن کی اکثر روایات اسرائیلیات کے زمرے میں آتی ہیں اور خود نجدی علماء حضرت کعب کے متعلق اپنے بغض وعناد کا اِظہار کرتے ہی رہتے ہیں اور دوسری طرف حدیث مرفوع ہے۔

اس بات کا فیصلہ قارئین خود کریں گے کہ حدیث مرفوع کو مانیں یا کعب تابعی رضی اللہ عنہ کا قول۔ اہلِ حق یقیناً حدیث مرفوع کو ہی تسلیم کریں گے۔

وہابیہ کی حدیثِ نجد کے سلسلہ میں خیانتیں

الحمدللہ! فقیر پر تقصیر نے جس دِن سے ہوش سنبھالا ہے اور کتب بینی کا شغف اختیار کیا ہے اس دِن سے کتب میں وہی کچھ پایا ہے جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے اس کو بعینہ کتب میں موجود پایا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ مناظر اِسلام عاشق رسول مقبول (ﷺ) حضرت مولانا صوفی اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۵ ہجری وسن پورہ لاہور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ باطل پرست جب تک ملمع کاری سے کام نہیں لیں گے اور تحریف وخیانت کا سہارا نہیں پکڑیں گے ان کا کام نہیں چلے گا اور نہ ہی ان کی مطلب برآری ہوگی۔ لہٰذا فقیر نے ان کے مذکورہ ارشاد کی روشنی میں ان حضرات کی چیدہ چیدہ خیانتیں بیان کی ہیں۔ ان کی تمام خیانتیں ذکر کرنا ایک آدمی کے

بس کی بات نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے جلد دوم کی تیاری جاری ہے)

العاقل تکفیه الاشارة ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره۔

سومناتی صاحب کی علمی خیانتیں

یہ سلسلہ بڑا طویل ہے مگر ہم اِختصار کے پیشِ نظر چند باتیں عرض کریں گے۔ سومناتی صاحب کے قلمی معاون مفتی رولیس خاں ایوبی دیوبندی جو ایک اعلیٰ سرکاری منصب پر فائز اور فاضل مکہ یونیورسٹی کے دعویدار ہونے کے باوجود وادی تعصب سے باہر نہیں نکل سکے ایک مرتبہ سومناتی صاحب کی موجودگی میں راقم سے کہنے لگے کہ حدیثِ نجد ہے ہی موضوع لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ انہیں کی انگیخت پر سومناتی صاحب فتح الباری وعمدة القاری وغیرہ کے حوالہ جات میں دھوکہ دہی کا جال بچھاتے ہیں۔ ہمارے مخاطب درحقیقت وہ فاضل مکہ یونیورسٹی ہیں نہ کہ ان کی کٹھ پتلی۔ ان کی خیانتیں ملاحظہ ہوں:

خیانت نمبر۱:

ربع الخالی کے درمیان ریاض سے جنوب میں شیخ نجدی کا مولد ومسکن ہے۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۱)

اصل حقیقت

یہ عقل اور نقل کے خلاف ہے اس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

خیانت نمبر۲:

پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نجد کے متعلق کافی گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وعرف بهذا وهاء ماقاله الداودي ان نجدا من ناحية العراق فانه توهم ان نجدا موضع مخصوص وليس كذالك بل كل شيءٍ ارتفع بالنسبة الى مايليه يسمى المرتفع نجدا والمنخفض غورا۔

(فتح الباری ص ۴۷ ج ۱۳)

سابقہ تحقیق سے علامہ داؤدی کی اس بات ''کہ نجد عراق کی طرف ہے'' کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے انہوں نے سمجھا کہ نجد کوئی مخصوص جگہ ہے جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر قریب والی جگہ کی نسبت بلند جگہ کو نجد کہتے ہیں اور نشیبی جگہ کو غور۔

یہ اصل عبارت ہے جس میں محرّف سومناتی نے بددیانتی کا قبیح ترین مظاہرہ فرمایا ہے۔ اس عبارت میں علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ علامہ داؤدی کی اس بات ''ان نجداً من ناحیه العراق'' کا رد کر رہے ہیں اور پھر اس کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے ان ریال کے بندوں پر کہ کس قدر ڈھٹائی سے مذکورہ عبارت کے چار حصے بخرے کیے ہیں۔

پہلا حصہ: عرف بهذا وهاء ماقاله الداودی

دوسرا حصہ: ان نجد من ناحية العراق

تیسرا حصہ: فانه توهم ان نجدا موضع مخصوص وليس كذالك بل كل شیءٍ ارتفع بالنسبة الى مايليه يسمى المرتفع نجدا.

چوتھا حصہ: والمنخفض غورا.

پہلا حصہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے لیکن یہ انہیں ہضم نہ ہو سکا۔ ان کی بددیانتی پکڑی گئی اور یہ شیر مادر کی بجائے شیر زقوم ثابت ہوا اب انہیں ڈی سی آفس کے طواف اور ''غنڈہ گردی کے جلاب تنگ کر رہے ہیں'' اللهم زد فزد۔

دوسرا حصہ مفید مطلب بنانے کے لیے یہ سرخی جمادی علامہ داؤدی اور حدیثِ نجد اس میں بددیانتی کرتے ہوئے ترجمہ غلط کیا ''ان نجدا من ناحية العراق'' کا اصل ترجمہ ہے کہ ''نجد عراق کی جانب ہے'' ناحیۃ کے معنی ہیں جانب اور طرف انہوں نے ترجمہ کیا ہے:

''کہ زیر بحث حدیث والانجد عراق ہی ہے''۔

یہ حصر (ہی ہے) کہاں سے نکل آیا؟ زیر بحث والانجد کس عبارت کا ترجمہ ہے؟ ناحیہ کا ترجمہ کرتے وقت شرما کیوں گے؟ ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

تیسرا حصہ دوسرے حصے سے چار صفحات قبل ص ۴۳ پر درج کر دیا اور لکھا:

فانه توهم ان نجدا موضع مخصوص وليس كذالك بل كل شیء

ارتفع بالنسبة الی یلیه یسمی المرتفع نجدا یعنی یہ کہنا غلط فہمی ہے کہ نجد کوئی مخصوص جگہ ہے بلکہ ہر بلند و بالا جگہ نجد کہلاتی ہے۔ (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۲)

اس عبارت کا سیاق و سباق کاٹ دیا اور توہم کا فاعل علامہ داؤدی ہیں۔ لہٰذا کہنا یوں چاہیے تھا علامہ داؤدی نے یہ سمجھا جب کہ سومناتی صاحب کو کسی نے اس کا ترجمہ یہ بتا دیا یہ کہنا غلط فہمی ہے۔

سومناتی اور ان کے محرک پر آفرین کہ ص ۲۲ پر علامہ داؤدی کی مذکورہ بات کو غلط فہمی قرار دے رہے ہیں اور ص ۲۶ پر اسی کو دلیل بنا رہے ہیں۔

خود سمجھتے نہیں ہم انہیں سمجھائیں گے کیا

اور آخری جملہ کا ترجمہ کرتے وقت یہودیانہ روش کا پورا مظاہرہ بھی فرما دیا۔

عربی عبارت بل کل شئ ارتفع بالنسبة الی ما یلیه یسمی المرتفع نجد کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بلکہ ہر بلند و بالا جگہ نجد کہلاتی ہے۔

جب کہ اصل ترجمہ یہ ہے:

ہر وہ جگہ جو قریب والی جگہ کی نسبت بلند ہو اس بلند جگہ کو نجد کہا جاتا ہے اس میں بالنسبة الی ما یلیه کا ترجمہ کھا پی گئے۔

ایسا کرنا ان کی مجبوری ہے کیونکہ عراق کی نسبت نجد دو ہزار فٹ سے چھ ہزار فٹ تک بلند ہے بلند جگہ کو نجد کہیں گے اور نشیبی جگہ کو غور (گہری) لہٰذا عراق کو اگر کوئی اور نام دینا ہو تو وہ غور کا دیا جا سکتا ہے نہ کہ نجد کا۔ اگر محرک و سومناتی صاحبان اس کا ترجمہ کر دیتے تو ان کی ساری کی ساری مصنوعی عمارت خوبصورت شرح زمین بوس ہو جاتی یہی وجہ ہے کہ چوتھا اور آخری حصہ حذف کر گئے جس کے معنی ہیں نشیب و پست علاقہ کا نام غور رکھا جاتا ہے۔

ہاں ہاں یہ بیان ہو چکا ہے کہ عراق کے معنی میں ہی نشیب و گہرائی والا مفہوم موجود ہے جس کی بناء پر اسے عراق کا نام دیا گیا ہے۔

یہ فن جغرافیہ کے ماہر پروفیسر حضرات اور محکمہ تعلیم کے ارباب بست و کشاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ سومناتی صاحب کی خیانتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے اِستفسار فرمائیں اور

ضرورت ہو تو فقیر کو بھی دعوت دیں اور ان سے پوچھیں کہ تم نے علمی بددیانتی کرتے ہوئے پرنسپل ایسے عہدہ کی توہین کیوں کی ہے؟ اور وہ بھی حدیث شریف کے حوالہ سے۔ تمہیں پرنسپل کے بجائے پرائمری سکول کا چپڑاسی لگا دینا مناسب کیوں نہیں؟ اور حکام بالا کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ان کی کذب بیانی و خیانتوں کا جائزہ لے کر ان کی ڈگریاں منسوخ کر دیں تاکہ آئندہ کسی بدقماش کو ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

نوٹ: ان کی کذب بیانی کے متعلق فقیر سے رابطہ فرمائیں۔

خیانت نمبر ۳

محرک سومناتی لکھواتے ہیں:

پس شارحین حدیث، اہل لغت اور جغرافیہ دانوں کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ:

نمبر ۱ نجد خاص علاقہ کا نام نہیں۔ (اٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۲)

توضیح

شراح حدیث کے امام اور سیرت نگاروں کے سرخیل حضرت سیّدی علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والنجد ما ارتفع من الارض اسم خاص لما دون الحجاز علی ما فی النهایة۔ (حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۱/۱)

ترجمہ: نجد کے معنی بلند زمین کے ہیں یہ نام حجاز کے علاوہ دوسرے علاقہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ نہایہ میں ہے۔

محشی بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری بخاری شریف کے بین السطور بحوالہ کرمانی لکھتے ہیں:

کل ما ارتفع من تهامة الی ارض العراق فهو نجد۔

تہامہ سے عراق تک ساری بلند زمین نجد ہے۔

نوٹ: جس طرح تہامہ نجد سے خارج ہے اسی طرح عراق بھی۔

اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۲۲ ص ۱۲۶ میں نجد کی حد بندی کرتے ہوئے مختلف

اقوال لکھتے ہیں جن کا مرجع ایک ہی چیز ہے۔

پہلا قول: وہ علاقہ جو ساحلی میدان سے بلند تر ہو۔

دوسرا قول: وہ وسیع رقبہ جس میں تہامہ اور یمن کا اگلا حصہ اور عراق وشام کا پچھلا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔

تیسرا قول: وہ علاقہ جو حدود یمامہ سے لے کر مدینہ منورہ تک اور وہاں سے صحرا کے پرے بصرہ سے لے کر بحرین خلیج فارس تک پھیلا ہوا ہے۔

چوتھا قول: وہ علاقہ جو عراق العذیب اور ذات عرق کے درمیان ہے۔

پانچواں قول: وہ علاقہ جو عراق سے کر تہامہ تک ہے۔

چھٹا قول: وہ علاقہ جو خندق کسریٰ (خسرو) سے لے کر حرہ تک ممتد ہے۔

ساتواں قول: وہ علاقہ جو وادی الرمہ کے نشیبی حصے اور ذاتِ عرق کے ذیلی سلسلہ کوہ کے مابین ہے۔

نوٹ: اصل وضع کے لحاظ سے نجد کے معنی بلندی ہی کے ہیں مگر جب یہ ایک خاص صوبے کا نام بن گیا تو اس کی حد بندی لازمی ہوگئی جس کے متعلق سات اقوال ذکر ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ کے لحاظ سے مختلف ہیں جب کہ حقیقت اور انجام کے لحاظ سے ایک ہی ہیں جن سے مقصود نجد کے حدود اربعہ کا بیان ہے۔

علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قلت النجد الناحية التى بين الحجاز والعراق۔ (عمدة القاری ص ۱/۲۶۶)

میں کہتا ہوں کہ حجاز وعراق کے درمیان کے علاقہ کا نام نجد ہے۔

اس کے بعد بھی سومناتی صاحب فرمائیں کہ:

شارحین حدیث، اہلِ لغت اور جغرافیہ دانوں کا اس پر مکمل اِتفاق ہے کہ نجد خاص علاقے کا نام نہیں۔ (حجاب سومناتی ص ۲۲)

تو ان کی مرضی ہے ہمارا فرض تھا انکی آگاہی جو ہم نے ادا کر دیا ہے۔ اگر ان کے قلمی سرپرست فاضل مکہ خود فریبی کے گھمنڈ میں زیادہ ہی مبتلا ہیں تو خود میدانِ نجد میں اتریں۔

خیانت نمبر۴:

سومناتی صاحب نے علامہ حموی کی معجم البلدان کے حوالہ سے نجد کی تفصیل دیتے ہوئے آخر میں لکھا:

نجد عراق یا نجد بادیہ (وہ تمام بالائی علاقے جو حجاز سے شروع ہو کر کوفہ تک جاتے ہیں۔)

(حجاب سومناتی ص ۲۳)

توضیح

مجھے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ یہ معیار اِنسانیت سے اس قدر گرے ہوئے ہیں کہ انہیں جعلسازی کرتے وقت ذرّہ برابر دقت محسوس نہیں ہوتی معجم البلدان میں یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ فقیر کے پاس ان کی خاطر داری کے لیے صرف اور صرف انعام الٰہیہ (لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ) ہی ہے۔

ان الكذوب قد يصدق

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تین دِن تک کھجوروں کی نگرانی کرتے رہے۔ ہر رات شیطان چوری کی غرض سے آتا آپ اسے گرفتار کر لیتے وہ منت سماجت کر کے چھوٹ جاتا۔ ہر روز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود فرماتے ہیں اے ابوہریرہ رات والے چور کا سناؤ۔ آخری رات شیطان نے کہا کہ آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو چور نہیں آئے گا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح خود ہی پوچھا کہ رات والے چور کا حال بتاؤ۔ صورتِ حال عرض کی گئی تو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الكذوب قد يصدق (عامہ کتب تفسیر) کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی صحیح بات کہہ دیتا ہے۔

یہی حال سومناتی صاحب اور ان کے محرک کا ہے کہ مسلسل جھوٹ بولتے چلے جا رہے تھے مگر ان کی زبان سے سچ نکل گیا کہ لکھ دیا:

وہ تمام علاقے جو حجاز سے شروع ہو کر کوفہ تک جاتے ہیں۔ (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۳)

اس میں حجاز مقدس سے حدود نجد کا آغاز اور کوفہ تک اِنتہا مانتے ہیں۔ پہلے لکھا کہ نجد کوئی خاص علاقہ نہیں اب کہتے ہیں کہ حجاز سے کوفہ تک نجد ہے۔ اس میں لفظ "تک" جس کا عربی

میں ترجمہ ''الی'' ہے جو غایت کے لیے آتا ہے اس میں نجد مغیا ہے اور کوفہ غایت اور قانون ہے کہ غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی۔ جس طرح حجاز نجد سے خارج ہے اسی طرح کوفہ بھی نجد سے خارج ہے تو حدیث شریف میں نجد سے کوفہ مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خیانت نمبر ۵:

سومناتی صاحب لکھتے ہیں:

اِمام مظلوم (ہزاروں مسلمانوں کے قاتل ابن عبدالوہاب- جلالی) کا تعلق اس نجد سے تھا جسے نجد برق کہتے ہیں جو وادی یمامہ کا حصہ ہے اور مدینہ طیبہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ (حجاب سومناتی ص ۲۴)

توضیح

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ عیینہ (شیخ نجدی کی جائے پیدائش) ریاض سے شمال کی طرف ہے اور ریاض مدینہ شریف سے عین مشرق میں ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

خیانت نمبر ۶

ہماری کتاب ''سومناتی صاحب کی بے بصیرتی اور احادیثِ طیبہ'' کا جواب دیتے ہوئے سومناتی صاحب لکھتے ہیں:

قارئین محترم یہ ہیں وہ روایات (نجد اور اس کے فتنوں کے متعلق- جلالی) جن کی بنیاد پر ایک عظیم سکالر نے ان تمام فتنوں کو امام محمد بن عبدالوہاب کے سر تھونپ دیا گویا کہ آپ (ہم نے محض نقل بمطابق اصل کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھ دیا ہے ورنہ ایسا لکھنا بہت بڑی بدنصیبی اور بدبختی ہے۔ پورا درود شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا چاہیے- جلالی) نے جن فتنوں کی پیشین گوئی کی تھی کہ بارش کے قطروں کی طرح وہ اہل عرب کو گھیرے ہوئے ہیں وہ آپ کے وصال کے ۱۱۵۰ سال کے بعد اِمام محمد بن عبدالوہاب کی شکل میں ظاہر ہوئے اس دوران عرب میں کوئی فتنہ یا خرابی پیدا نہیں ہوئی۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر (مختصراً حجاب سومناتی) ص ۲۲)

توضیح

فتنوں کی طویل داستان گزشتہ صفحات پر درج ہو چکی ہے جن میں اکثر و بیشتر ذوالخویصرہ کی نسل کے تمیمی ہی پیش پیش تھے اور دورِ آخر میں شیخ نجدی تمیمی کا فتنہ ان سب سے بڑا ہو کر برپا ہوا ہے اور شیطان کے دو سینگ بیک وقت پیدا ہو گئے تو نجد اس کے مضافات حتیٰ کہ حرمین شریفین بھی قتل و غارت اور فسادات کا مرکز بن گئے اور حال ہی میں نجد کی منحوس زمین پر یہود و نصاریٰ (چالیس ہزار فاحشہ عورتوں سمیت) کا اِجتماع دراصل فتنہ ہائے شیخ نجدی کا ایک حصہ ہے کہ وہابیانِ نجد کی انگیخت پر وہ جمع ہوئے۔

خیانت نمبر ۷:

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے علامہ خطابی کا ایک قول نقل فرمایا جو درج ذیل ہے:

وقال الخطابی نجد من جهة المشرق ومن كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها وهي مشرق اهل المدينة واصل النجد ما ارتفع من الارض وهو خلاف الغور فانه ما انخفض منها وتهامة كلها من الغور ومكة من تهامة انتهى-

(علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ص ۴۷/ ج ۱۳)

اِس عبارت کے ساتھ بھی کٹھ پتلی سومناتی کے محرک نے اپنی روایتی بددیانتی کا خوب خوب مظاہرہ فرمایا اور اِس کے چار حصے کیے ہیں:

پہلا حصہ: قال الخطابی

دوسرا حصہ: نجد من جهة العراق ومن كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها وهي مشرق اهل المدينة۔

تیسرا حصہ: واصل النجد ما ارتفع من الارض وهو خلاف الغور۔

چوتھا حصہ: فانه ما انخفض منها وتهامة كلهامن الغور ومكة من تهامة انتهى۔

یہ ساری عبارت علامہ خطابی کی ہے علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ اس کے ناقل ہیں آغاز میں

فرمایا: وقال الخطابی اور اختتام پر فرمایا: انتھی۔

توضیح

محرک سومناتی نے اسے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرار دیا اور اُس کے حصے بخرے کرتے ہوئے مختلف عنوانوں سے اسے بیان کیا۔

نمبر۱: علامہ ابن حجر عسقلانی حجاب سومناتی ص ۲۲

نمبر۲: علامہ ابن حجر عسقلانی اور حدیثِ نجد حجاب سومناتی ص نمبر ۲۵

پہلا حصہ قربانی کی کھال سمجھ کر کھا گئے۔ دوسرا حصہ ص ۲۵ پر لے گئے اور ترجمہ میں یہودیانہ روش اپنائی کان نجده بادية العراق ونواحيها کا ترجمہ کیا کہ اور جو مدینہ میں ہو تو اس کے لیے نجد عراق اور اس کے اِردگرد کے علاقے ہیں۔ اس میں لفظ بادية کا ترجمہ کسی صاحب کو نظر آتا ہو تو فقیر کو بھی مطلع فرمادے، شکریہ۔ اصل ترجمہ یہ ہے جو شخص مدینہ طیبہ میں ہو تو اس کے لیے نجد عراق کا صحراء اور صحراء کے آس پاس کے علاقے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ صحراء عراق کے جنوب میں وادی رمہ سے شروع ہو کر مدینہ طیبہ کے عین مشرق تک چلا آتا ہے۔

تیسرا حصہ: دوسرے حصے سے تین صفحات قبل ص۲۲ پر درج ہے۔

چوتھا حصہ: جہاد کشمیر کے نام پر چندہ خوری کے دفتر میں جمع کروا دیا تا کہ بوقت الیکشن اِنتخابی مہم چلائی جاسکے۔

خیانت نمبر۸:

سومناتی صاحب نے علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بڑے زور و شور سے لیا ہے اور ان کی شخصیت واہمیت کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اس لئے ہم پہلے نجد کے متعلق علامہ عینی علیہ الرحمہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں اور بعد میں خیانت سومناتی معہ محرک ذکر کریں گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

(بيان اللغات) قوله من اهل نجد بفتح النون سكون الجيم قال الجوهري نجد من بلاد العرب وكل ما ارتفع من تهامة الى ارض العراق فهو نجد ومذكر- قلت النجد الناحية التي بين

الحجاز والعراق' يقال ما بين العراق وبين وجرة وغمرة الطائف نجد ويقال ما بين جرش وسواد الكوفة وحده من الغرب الحجاز وفي العباب نجد من بلاد العرب خلاف الغور والغور هو تهامة وكل ما ارتفع من تهامة الى ارض العراق فهو نجد وهو في الاصل ما ارتفع من الارض والجمع نجادٌ و نجود وانجد۔

(امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری ۱/۲۶۶)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے:

نمبر۱: نجد کو نون کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ نجد پڑھا جائے۔

نمبر۲: جوہری نے نجد کی تعریف یہ کی ہے کہ نجد عرب کا ایک علاقہ ہے۔ تھامہ سے شروع ہو کر عراق کی سرزمین تک سارا علاقہ نجد ہے اور یہ لفظ مذکر ہے۔

نمبر۳: اِمام عینی کا اپنا مختار یہ ہے کہ نجد عرب کا وہ حصہ ہے جو حجاز اور عراق کے درمیان واقع ہے۔

نمبر۴: ایک قول یہ ہے کہ عراق، وجرہ اور غمرۃ الطائف (طائف کے ٹیلے) کے درمیان میں واقع علاقہ نجد ہے۔

نمبر۵: بعض لوگوں نے یوں کہا کہ جرش اور صحراء کوفہ کا درمیانی علاقہ نجد ہے اور اس کی مغربی حد حجاز ہے۔

نمبر۶: عباب میں ہے کہ نجد عرب کا ایک علاقہ ہے غور کے بالمقابل اور غور (ڈھلوان ونشیبی علاقہ) تھامہ ہے تھامہ سے لے کر عراق کی سرزمین تک سارا علاقہ نجد ہے۔

نمبر۷: لغوی اِعتبار سے ہر بلند زمین کو نجد کہتے ہیں جس کی جمع نجاد اور نجود اور انجد ہے۔

نوٹ: لغوی اِعتبار سے نجد بلند زمین کو ہی کہتے ہیں لیکن اب یہ خاص نام عَلَم بن چکا ہے۔ لہٰذا نجد بول کر اس کے عَلَمی معنی ہی مراد ہوں گے۔

اس عبارت میں ایک حصہ ہے:

قلت النجد الناحية التي بين الحجاز والعراق میں کہتا ہوں کہ نجد وہ ناحیہ

(حصہ اور علاقہ) ہے جو حجاز اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ اسی طرح دوسرے چار اقوال کا خلاصہ اور نتیجہ یہی ہے کہ نجد عراق اور حجاز کے درمیان یا عراق اور جرش کے درمیان یا عراق اور وجرہ کے درمیان یا تھامہ سے لیکر سرزمین عراق تک علاقہ ہے۔ ان اقوال سے واضح ہو رہا ہے کہ عراق کا کوئی علاقہ نجد میں شامل نہیں ہے، عراق کے مرکزی شہر بصرہ و کوفہ نجد کی حدود سے باہر ہیں۔ اب اگر کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کہہ دے کہ اِمام عینی کے نزدیک نجد سے مراد عراق ہے تو وہ یقیناً کذاب وملعون ہوگا۔ جب کہ اِمام عینی علیہ الرحمہ کا یہ فرمان بھی تو موجود ہے۔ هولاء القوم خرجوا من نجد موضع التميميين۔

خیانتِ سومناتی

سومناتی صاحب عنوان قائم فرماتے ہیں:

علامہ بدرالدین عینی اور حدیثِ نجد آگے لکھتے ہیں:

واشار بقوله هناك الى نجد و نجد المشرق قال الخطابى نجد من جهة المشرق و من كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها وهى مشرق اهل مدينة۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِشارہ مشرق کی جانب نجد کی طرف تھا اور بقول خطابی نجد مشرق ہی کی جانب ہے اور جو مدینہ میں ہو تو اس کے لیے نجد عراق اور اس کے اِردگرد کے علاقے ہیں اور یہی اہلِ مدینہ کا مشرق ہے۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۶)

اس عبارت میں الفاظ ہیں ونجد المشرق جب کہ اصل کتاب میں ہے ونجد من المشرق۔ (عمدۃ القاری ص ۲۰۰/۲۴)

سومناتی صاحب نے پہلے جملہ کا معنی کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مشرق کی جانب نجد کی طرف تھا جب کہ اصل ترجمہ یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''ھناک'' (بمعنی ''اس طرف'') سے نجد کی طرف اشارہ فرمایا اور نجد (مدینہ طیبہ کے) مشرق میں ہے۔

آگے علامہ خطابی کا قول نقل کیا ہے جسے سومناتی صاحب نے علامہ بدرالدین عینی کی

طرف منسوب کر کے علمی بے مائیگی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ علامہ عینی اس قول کے ناقل ہیں یہ ان کا اپنا قول نہیں۔ اپنا قول وہ عمدۃ القاری ص ۲۶۶ جلد اوّل میں ذکر کر چکے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ نجد حجاز اور عراق کے درمیان والا علاقہ ہے۔

پھر سومناتی صاحب نے من كان بالمدينة كان نجده بادية العراق نواحيها کے معنی کیے ہیں اور جو مدینہ میں ہو تو اس کے لیے نجد عراق اور اس کے اِردگرد کے علاقے ہیں۔

یہاں بادیۃ العراق کا ترجمہ صرف عراق کرنا ان کی ذہنی پسماندگی پر ماتم کر رہا ہے۔ آج کے دور میں کسی جہت کا تعین کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ دُنیا میں بڑی بڑی ایجنسیوں نے نقشے شائع کیے ہیں۔ کسی ایجنسی کا نقشہ سامنے رکھ لو اور دیکھ لو کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں نجد ہے یا عراق۔

باقی رہا مسئلہ کہ عراق میں فتنے ہوئے اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہاں نجد بول کر مراد عراق لینا یا ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل کے فتنہ سے اہلِ نجد کو خارج قرار دینا اور شیخ نجدی میں خوارج کی تمام علامات کے ہوتے ہوئے اسے حدیث کا مصداق نہ ماننا اور بالخصوص ایٹم بم حدیث نے جو نقشہ کشی کی ہے شیخ نجدی کو اس سے مراد نہ سمجھنا غلط ہے۔

خیانت نمبر ۹:

سومناتی صاحب کافی بھڑکنے کے بعد لکھتے ہیں:

اب کوئی ہے جو فتح الباری، عمدۃ القاری اور کتب البلدان اور معجم البلدان کو چیلنج کر سکے۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۷)

توضیح

کاش کوئی سنجیدہ فکر صاحب ذی مطالعہ شخص تمہیں ان کتب کے حوالہ جات کا ماله وما عليه سمجھا دیتا یا جب تمہیں ضلع مفتی صاحب میر پور نے فرمایا تھا کہ تم حدیثِ نجد پر مل بیٹھ کر گفتگو کر لو تو تمہارے اندر تلاشِ حق کا جذبہ کارفرما ہو جاتا یا ہمارا دس ہزار روپے انعام والا اشتہار دیکھ کر تمہاری رگِ غیرت پھڑکتی تو آج دُنیا یہ تماشا نہ دیکھتی۔

خیانت نمبر۱۰:

سومناتی صاحب لکھتے ہیں:

شارحین حدیث نے بے شمار مستند حوالہ جات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ نجد عراق ہی میں ہے۔

توضیح

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کسی شارح نے یہ نہیں لکھا کہ وہ نجد عراق ہی میں ہے۔ شارحین نے تو یہ لکھا ہے کہ نجد کی حدود سرزمین عراق تک جاتی ہے اور تم نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ

نجد عراق یا نجد بادیہ (جو کہ بجائے خود ایک جھوٹ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ جلالی) وہ تمام بالائی علاقے جو حجاز سے شروع ہو کر کوفہ تک جاتے ہیں۔ (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۲۳)

غیر ارادی طور پر حق تمہارے قلم سے ظاہر ہو گیا کہ حجاز سے شروع ہو کر کوفہ تک نجد ہے کوفہ نجد میں شامل نہیں کیونکہ وہ تو عراق کا ایک شہر ہے تو عراق ہی میں نجد کیسے درست ہو گیا۔ یہ کوئی سومناتی ہاؤس میں رکھی ہوئی ردی کی ٹوکری تو نہیں کہ سومناتی صاحب چاہیں اسے سرہانے رکھ لیں یا پائنتی کی جانب۔

خیانت نمبر ۱۱:

فقیر راقم الحروف ''اُٹھتے ہیں حجاب آخر'' میں موجود کل خیانتوں کو بیان کرنے کے درپے نہیں ہے صرف ان خیانات سومناتی کے متعلق گفتگو کر رہا ہے جن کا ارتکاب بقول سومناتی ''حدیثِ نجد کی خوبصورت تشریح جس سے کم ہی لوگ واقف تھے'' میں کیا گیا ہے۔ اگر مکمل کتاب کا تجزیہ کیا جائے تو قارئین یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ سومناتی صاحب تو خیانت سازی کے انجینئر ہیں اور سومناتی ہاؤس میں خیانت کاری کی فیکٹری لگی ہوئی ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ جو شخص خیانت کاری میں ابلیس کو شرما رہا ہے تم اس کا معاملہ داورِ محشر کے سپرد کر کے لاتعلق کیوں نہیں ہو جاتے؟ تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے اور انہیں حق بات سے آگاہ کر دیا ہے یہی تمہارا فرض منصبی ہے۔

لیکن بصد معذرت سومناتی صاحب کی آخری اور گیارہویں خیانت پر اظہارِ خیال ضرور کروں گا تا کہ سومناتی صاحب کے مداح اور تلامذہ یہ نہ سمجھیں کہ دراصل حدیث وشرح حدیث ان کا خاص سبجیکٹ نہیں تھا اس لیے ان سے غلطیاں سرزد ہو گئیں اور ہر انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن بندہ ناچیز عرض گزار ہے کہ سومناتی صاحب نے جس موضوع پر بھی گفتگو فرمائی ہے دانستہ جھوٹ کا ارتکاب ضرور کیا ہے چنانچہ فنون عربیہ وعلوم حدیث سے ہٹ کر ان کی کاری گری ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

''شاہ اسماعیل اپنے اُستاد سیّد احمد شہید کے ہمراہ میدان عمل میں کود گیا (الی) (شاہ افغانستان نے شاہ اسماعیل کو۔ جلالی) ہر قسم کی فوجی اِمداد مہیا کی اور پھر پشاور پر حملہ کیا سکھوں کو شکست ہوئی''۔ (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۵۰)

توضیح

سیّد احمد بریلوی وہ ذہین وفطین شخصیت ہیں جن کی علمی معراج کی سیر مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب حیاتِ طیبہ میں اس طرح کراتے ہیں:

بزرگ سیّد بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔ میں ذہن کی بابت کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ سیّد کی بچپن میں کیا پوری عنفوانِ جوانی میں بھی لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت مائل نہ ہوتی۔

(مرزا حیرت دہلوی حیاتِ طیبہ ص ۳۸۷ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۶)

سیّد صاحب نے فارسی ادب کی پہلی کتاب ''کریما'' جو کہ ابتدائی طور پر پڑھائی جاتی ہے کا آغاز فرمایا تو کیفیت یہ تھی کریما کا پہلا مصرع (کریما بہ بخشائے برحال ما) خاصا دُعائیہ ہے۔ مگر یہ بزرگ سیّد کو تین دِن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی ''کریما'' بھول گئے اور کبھی ''برحال ما'' کو دِل سے محو کر دیا۔

(مرزا حیرت دہلوی حیاتِ طیبہ ص ۳۸۹ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۲)

والدین کی اِنتہائی کوشش کے باوجود سیّد احمد بریلوی کی کیفیت یہ رہی مرزا حیرت دہلوی

لکھتے ہیں:

جب وہ (سیّد احمد) ایک ایک جملہ کو گھنٹوں چبائے جاتا تھا تب کہیں کسی قدر یاد آتا تھا اور دوسرے دِن تماشا یہ تھا کہ وہ بھی چوپٹ۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہہ بڑھنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کر مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل (تالہ) لگ گیا اور یہ کسی طرح کی تنبیہہ پر بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہوکر پڑھنے سے اُٹھالیا۔

مرزا حیرت دہلوی۔ حیاتِ طیبہ ص ۳۹۱ (بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۱۲ از شاہ حسین گردیزی مطبوعہ لاہور)

(تحریک بالاکوٹ کا پس منظر اور اس کی اندرونی کہانی اور فوائد و ثمرات جاننے کے لیے شاہ حسین گردیزی کی تالیف ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' مطبوعہ ادارہ غوثیہ رضویہ مصری شاہ لاہور کا مطالعہ از حد ضروری ہے)

سیّد احمد بریلوی کے علم و عرفان کی کیفیت تو یہ تھی جو سومناتی صاحب کی تحقیق کے مطابق مولوی اسماعیل دہلوی کے اُستاد ہیں اور سومناتی صاحب مولوی اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

برصغیر کے سب سے بڑے علمی گھرانے کے ایک عظیم اور جید عالم دین۔

(اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۵۰)

شاگرد عظیم اور جید عالم دین ہو اور اُستاد کریما بھی نہ پڑھ سکا۔ سومناتی صاحب بھی جانتے ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی سے قلبی لگاؤ رکھنے والے دیگر حضرات بھی لیکن کیا کریں یہاں تو ایک مخصوص فکر کے مطابق حقائق کو ڈھالنا مقصود ہے خواہ نامۂ اعمال پورے کا پورا ہی سیاہ کیوں نہ ہو جائے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

سومناتی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

اور پھر پشاور پر حملہ کیا سکھوں کو شکست ہوئی۔ (اُٹھتے ہیں حجاب آخر ص ۵۰)

توضیح

حدیثِ نجد کی شرح کے متعلق تو فقیر سمجھتا تھا کہ سومناتی صاحب محض سومنات کے بت کی طرح ہیں جس کی رسی پردہ نشین برہمن کے ہاتھ میں ہے جب وہ ڈور ہلاتا ہے تو سومناتی بت کے ہاتھ دُعا کے لیے بلند ہو جاتے ہیں اور دعا کے لیے متحرک ہو جاتے ہیں' لیکن مذکورہ جملہ ''پشاور پر حملہ کیا سکھوں کو شکست ہوئی'' پڑھ کر دو دِن سے سوچ رہا ہوں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ سومناتی صاحب کس خمیر کے بنے ہوئے ہیں؟ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علوم دینیہ کے متعلق تو انہیں حوالہ جات فراہم کنندہ اور قلم کو جنبش دہندہ کی ضرورت ہے البتہ تاریخی معاملات میں خود ہی قدم اُٹھانا اور دیگر مؤرخین سے آگے بڑھنا جانتے ہیں۔

کیا سومناتی صاحب یہ فرما سکتے ہیں کہ پشاور پر سکھوں کی حکومت تھی جن پر حملہ کر کے انہوں نے توحید کا پرچم بلند کیا یا وہاں غیرت مند پٹھان مسلمانوں کی حکومت تھی جن کے خلاف انہوں نے جنگ کرتے ہوئے یقتلون اهل الاسلام کہ خارجی مسلمانوں کو قتل کریں گے کے مطابق اپنی خارجیت کا ثبوت فراہم کیا۔

سومناتی صاحب کی بدحواسی

یہ بات محض تفنن طبع کے لیے عرض خدمت ہے (کیونکہ جملہ دروغ ہائے سومناتی کو یکجا کرنا کم از کم میرے لیے ناممکن ہے) کہ سومناتی صاحب نے عنوان دِیا:

وادی عراق اور فتنوں کی داستان

آگے فتنہ ارتداد کا ذکر کیا ہے اور عنوان دیا ''فتنہ ارتداد''

اس کی تفصیل میں متعدد جھوٹ سمائے ہوئے ہیں مگر ان کی بدحواسی کا عالم یہ ہے کہ ثابت کرنا چاہتے ہیں عراق کا فتنہ اور بیان کر رہے ہیں نجد کا فتنہ اور وہ بھی جو مدینہ طیبہ کے بالکل قریبی قبائل میں برپا ہوا۔ یہ محض ان کی مخبوط الحواسی ہے ورنہ کجا عراق کی سرزمین کجا مدینہ طیبہ سے متصل نجد کے مغربی کنارے پر آباد نجدیوں کا فتنہ ارتداد۔

ایک اور شارح حدیثِ نجد

۱۹۹۱ء میں تنظیم الدعوۃ الی القرآن گوالمنڈی روالپنڈی نے رضاء اللہ عبدالکریم صاحب

کی ایک کتاب ''فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق'' شائع کی جس کے چند اقتباسات گزشتہ صفحات پر ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مؤلف سومناتی صاحب کی طرح محض پرنسپل کے عہدہ فاخرہ کی بناء پر خوبصورت شارح ہی نہیں بلکہ وہ درس نظامی وغیرہ سے بھی کچھ لگاؤ رکھتے ہیں۔

رضاء اللہ عبدالکریم صاحب کا تعارف

مؤلف کا تعارف اس کتاب کی تقدیم میں اس طرح کرایا گیا ہے: جامع سلفیہ ہی کے ایک فاضل رضاء اللہ عبدالکریم کی ایک علمی کاوش کا مختصر تعارف ان سطور کی تحریر کا محرک ہے۔ عزیز موصوف نے جامعہ سلفیہ کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت حاصل کی ہے اور اب المعہد الاسلامی (سلفی بریلی) میں تدریس دعوت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کا علمی ادبی ذوق ستھرا اور طبیعت تحقیق طلب ہے۔

(مقتدی حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا۔ تقدیم فتنوں کی سرزمین ص ۹)

یہ حضرت جامعہ سلفیہ کے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ فاضل مدینہ یونیورسٹی بھی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ کذب بیانی اور دھوکہ دہی میں یہ بھی مانند سومناتی بلکہ بدتر از سومناتی واقع ہوئے ہیں۔ حدیثِ نجد کی مکمل و مفصل شرح تو آپ گزشتہ صفحات پر پڑھ چکے ہیں اور انہوں نے کتاب میں جو کچھ گوہر افشانی فرمائی اس کا مدلل جواب بھی آچکا ہے اب صرف ان کی دروغ گوئی اور اصل صورت حال کا تذکرہ کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ حدیثِ نجد کا مفہوم وہی ہے جو بزرگانِ دین اساطین اسلام نے مراد لیا ہے ورنہ انہیں اس قدر غلط بیانی کی ضرورت پیش نہ آتی۔

نوٹ: اس سلسلہ میں ہم صرف حدیثِ نجد کے متعلق ان کی کذب بیانی کا ذکر کریں گے ساری کتاب کی نہیں۔ رضاء اللہ عبدالکریم لکھتے ہیں:

کذب بیانی نمبر۱:

کیونکہ مدینہ طیبہ سے ٹھیک جانب مشرق عراق ہی ہے۔ (فتنوں کی سرزمین ص ۱۳)

اظہارِ حق

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ نقشہ ملاحظہ ہو اگر عراق مدینہ سے ٹھیک مشرق میں نظر آ

جائے تو فقیر دس ہزار روپے نقد انعام پیش کرے گا۔

کذب بیانی نمبر۲:

گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''نجد'' سے عراق مراد لیتے ہیں۔ (فتنوں کی سرزمین ص ۱۳)

اظہارِ حق

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب تو باندھا ہے الفتن قبل المشرق اور حدیث لائے ہیں ''وفی نجدنا'' والی تو عراق نہ جانب مشرق ہے اور نہ نجد کو ''لغۃ اصطلاحاً'' عراق کا نام دیا جاسکتا ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

کذب بیانی نمبر۳:

جب سے سرزمین نجد میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے خالص کتاب وسنت کی بنیاد پر اپنی دعوت کی عمارت کو استوار کیا۔ (فتنوں کی سرزمین ص ۱۴)

اظہارِ حق

حدیث شریف میں خارجیوں کی یہی علامتیں ہیں کہ کتاب وسنت کا دعویٰ کریں گے، اسلام اسلام پکاریں گے آخر الامر اسلام کی چادر سے صاف نکل جائیں گے اور اپنے پڑوسی پر شرک کا فتویٰ لگا کر اسے قتل کریں گے جو کہ پناہ بخدا شیخ منسلخ عن الاسلام ابن عبدالوہاب نجدی کی صورت میں منصۂ شھود پر آگئے۔

کذب بیانی نمبر۴:

لکھتے ہیں حالانکہ جغرافیہ عرب کی قدیم کتب نیز معاجم عرب میں نجد نام کے بہت سے مقامات مذکور ہیں معجم البلدان، تاج العروس ج ۲ میں بھی نجد خال، نجد کبکب، نجد مربع، نجد سری، نجد الوذ، نجد حجاز، نجد عقاب، نجد عراق یا نجد بادیہ عراق وغیرہ متعدد نام موجود ہیں۔

اظہارِ حق

ان نجاد کے متعلق تفصیلی گفتگو تو گزر چکی ہے لیکن ان کی کذب بیانی کے حوالہ سے عرض ہے کہ معجم البلدان للیاقوت الحموی میں نجد عراق یا نجد بادیہ عراق کے الفاظ ہرگز ہرگز نہیں

ہیں یہ محض دروغ بے فروغ اور تلبیس ابلیس ہے۔

کذب بیانی نمبر۵

فرماتے ہیں جب نجد نام کے متعدد مقامات ہیں اور عراق و یمن دونوں علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ (فتنوں کی سرزمین ص۱۵)

اظہارِ حق

عراق میں نجد نام کا کوئی مقام نہیں ہے۔ الکذب یھلك جھوٹ آدمی کو ہلاک کر دیتا ہے۔

کذب بیانی نمبر۶

اس کے ساتھ متقدمین محدثین اور فقہائے اسلام اور اکابرین کی رائے بھی یہی ہے۔
(فتنوں کی سرزمین ص۱۵)

اظہارِ حق

یہ محض اغماض حق ہے۔ ہاں فقہائے اسلام نجدیہ اور محدثین اہلِ نجد کی متفقہ رائے یہی ہو سکتی ہے جن کو ملمع کاری کی بنیادوں اور دروغ گوئی کے ستونوں کی ضرورت ہے۔

کذب بیانی نمبر۷

لکھتے ہیں نجد یمن جس کو آج کل نجد سعودیہ کہتے ہیں۔ (فتنوں کی سرزمین ص۱۷)

اظہارِ حق

کاش کہ نجد سعودیہ کا محل وقوع بیان کر دیتے تاکہ ان الکذوب قد یصدق کی جھلک پھر نظر آ جاتی۔ نجد سعودیہ کا دارالحکومت ریاض ہے جو کہ مدینہ طیبہ کے عین مشرق میں واقع ہے اور ان کا عرض بلد بھی ایک ہے جب کہ یمن (ان کے بقول اس میں واقع نجد) مدینہ طیبہ کے جنوب میں واقع ہے مدینہ طیبہ کا طول بلد ۴۰ اور یمن کا ۴۳ ہے اور مدینہ طیبہ کا عرض بلد ۳۵ ہے اور یمن کا ۱۵۔ بہ بین تفاوت راہ بکجا و تو بکجا۔

کذب بیانی نمبر۸:

لکھتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ مدینہ سے جانب مشرق عراق ہے جس میں بصرہ کوفہ

آباد ہیں (دوبار) فتنوں کی سرزمین ص۱۷

اظہارِ حق

ہزار بار لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ایک جھوٹ کو بار بار چبائے جا رہے ہیں۔ ذرا نقشہ دیکھنے کی زحمت تو گوارا کریں تاکہ ان کی جملہ تلبیسات آشکارا ہو جائیں۔

کذب بیانی نمبر۹

حدیث شریف کے ترجمہ میں غلط بیانی: لکھتے ہیں:

دوسری دلیل

۲: عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما انه سمع النبی صلی الله علیه وآله وسلم وهو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنة هٰهنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول کو مشرق کی جانب منہ کر کے کہتے ہوئے سنا خبردار فتنہ یہاں سے نکلے گا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ (فتنوں کی سرزمین ص۱۷)

اظہارِ حق

اس حدیث میں دو جملے ہیں:

نمبر۱: الا ان الفتنة هٰهنا اس جملہ کے معنیٰ ہیں خبردار فتنہ یہاں ہے جب کہ فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اس کے معنی کئے ہیں خبردار فتنہ یہاں سے نکلے گا: "فتنہ یہاں ہے" اور 'فتنہ یہاں سے نکلے گا' میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

نجدی چونکہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اور طرح طرح کی سازشوں میں شریک ہوتے تھے اور مسیلمہ کذاب بھی اس وقت اپنی جھوٹی نبوت کا دعویدار بن چکا تھا اس لیے فرمایا فتنہ یہاں ہے مگر انہوں نے تو نجد کو بچانے کے لیے من پسند معنی نکالنا ہے۔ اس لیے حدیث شریف کا ترجمہ کر دیا فتنہ یہاں سے نکلے گا۔ (یعنی اب نہیں

ہے) حالانکہ نجد اس وقت بھی فتنوں کی آماجگاہ تھا۔

نمبر۲: من حیث یطلع قرن الشیطان اس میں ''یطلع'' فعل مضارع ہے جس میں زمانہ حال واستقبال پایا جاتا ہے تو سیاق وسباق کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا معنی کرتے وقت زمانہ مستقبل مراد لیا جائے گا ترجمہ یہ ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

یعنی اس دور میں قرن الشیطان موجود نہیں بعد میں نکلے گا اور دوسری حدیث کے مطابق ربیعہ اور مضر میں شیطان کے دو سینگ نکلیں گے تو ابن سعود ربیعی اور ابن عبدالوہاب تمیمی مضری بعد میں ہی ہوئے اور خونریزی کا بازار گرم کیا تو صاحب بہادر نے معنی ہی بدل ڈالا۔

من حیث یطلع قرن الشیطان کا معنی کر دیا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

کذب بیانی نمبر۱۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور کذب فی الحدیث: حدیث شریف نقل کرتے ہوئے اس کے ترجمہ میں بدترین خیانت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

چوتھی دلیل

عن نافع وسالم عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الفتنة من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان واشار بیده نحو المشرق۔

حضرت نافع وسالم دونوں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا فتنے یہاں سے نکلیں گے اور یہیں سے شیطانی گروہ ظاہر ہوں گے۔

(فتنوں کی سرزمین ص۱۸ابعد)

اظہارِ حق

نمبر۱: اشارہ بیدہ نحو المشرق کا ترجمہ ''عراق کی طرف اشارہ'' کرنا سراسر کذب بیانی ہے۔

نمبر۲: الا ان الفتنة من ھھنا کے ترجمے میں ''فتنہ'' واحد کی جگہ ''فتنے'' جمع کا صیغہ لانا بھی

سراسر کذب بیانی ہے نیز زمانہ حال کو چھوڑ کر زمانہ مستقبل لینا کذب بیانی ہے۔

نمبر۳: قرن الشیطان کا ترجمہ شیطان کے گروہ ظاہر ہوں گے بھی غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں قرن الشیطان واحد کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں شیطان کا سینگ (گروہ) ظاہر ہوگا نہ کہ شیطان کے گروہ ظاہر ہوں گے۔

مؤلف کی بدحواسی

فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق کے مؤلف رضاء اللہ عبدالکریم صاحب شیخ نجدی کی تائید وحمایت میں حواس تک کھو چکے ہیں۔

وہ اس طرح کہ:

من حیث یطلع قرن الشیطان کا ترجمہ ص ۱۷ پر اس طرح کیا ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے اور ص ۱۹ پر موجود اسی جملہ من حیث یطلع قرن الشیطان کا ترجمہ اس طرح فرمایا ''اور یہیں سے شیطان کے گروہ ظاہر ہوں گے۔''

اب یہ خود ہی سوچیں کے حدیث ایک ہے' کتاب ایک ہے' راوی ایک ہے' تو اس کے ترجمہ میں ایک جگہ نکلتا ہے اور دوسری جگہ ظاہر ہوں گے اور ایک جگہ ''شیطان کا سینگ'' واحد کے ساتھ اور دوسری جگہ ''شیطان کے گروہ'' جمع کے ساتھ کہاں سے برآمد ہوگیا؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک اور شارح حدیثِ نجد

ہمارے پیشِ نظر ایک اور کتاب ہے جس کا پورا نام اس طرح درج ہے۔

حیاتِ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ۔ تالیف علامہ الشیخ احمد بن حجر آل بوطامی السلفی قاضی المحکمة الشرعیة الاولی قطر۔

تصحیح وتحقیق: سماحة الشیخ عبد العزیز بن باز' رئیس الجامعة الاسلامیه بالمدینة المنورة۔

ترجمہ وتقدیم: مختار الندوی السلفی

ناشر: دارالاشاعت امام ابن تیمیہ آرام باغ کراچی نمبر۳

اس کتاب کی پہلی کتابوں کی نسبت خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مؤلف محض عرب ہی نہیں بلکہ قطر کے قاضی بھی ہیں اور مزید برآں کہ اس کی تصحیح و تحقیق کا فریضہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے رئیس نے انجام دیا ہے۔ اس کے ص ۱۰۴ سے ص ۱۱۱ تک بنوتمیم کے فضائل اور حدیثِ نجد کی تشریح و تعبیر درج ہے۔ ہم اس کی چیدہ چیدہ باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اصل صورت حال عرض کریں گے تا کہ قارئین کرام کو پوری طرح تسلی اور تشفی ہو جائے کہ حدیثِ نجد کا مطلب و مفہوم وہی ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔ جن حضرات نے اس سے ہٹ کر اس کا مفہوم اخذ کیا ہے انہیں دانستہ یا غیر دانستہ دروغ گوئی اور خلاف حقیقت امور کا ارتکاب کرنا پڑا ہے جو کہ اس کے غلط ہونے کی بین دلیل ہے۔

پہلا فریب

قطر کے قاضی تحریر کرتے ہوئے اور مدینہ یونیورسٹی کے رئیس تصحیح و تحقیق فرماتے ہوئے گوہر افشانی فرماتے ہیں:

اور اس میں کسی صاحب عقل وفہم کو شک نہ ہوگا کہ اہلِ نجد کی خدمات انصار مدینہ کے اس دور سے بھی بہتر ہیں جب انہوں نے مہاجرین اور اہل علم کو پناہ دی تھی۔

(حیاتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۰۵)

ازالہ

اس اقتباس کے الفاظ ''اہلِ نجد کی خدمات انصار مدینہ کے اس دور سے بھی بہتر ہیں'' سے یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ اہل نجد سے ان کی مراد کیا ہے۔ شیخ نجدی کے دور کے اہل نجد یا دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ نجد یا کتاب مذکور کی تحریر کے دور کے اہلِ نجد۔ ہر صورت میں یہ جملہ صراحۃً قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف ایک سازش ہے اس لیے کہ قرآن عزیز نے جگہ جگہ انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت کو بیان فرمایا اور ارشاد ہوتا ہے:

والذين اٰووا ونصروا اولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة و رزق كريم۔ (الانفال ۷۴)

اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کیلئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ انصارِ مدینہ کا ایمان قطعی ہے اور ان کی خدمات بارگاہِ رب العزت میں قطعاً اور یقیناً مقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان کی فوقیت کو بایں الفاظ ذکر فرمایا:

لا يستوي منكم من انفق من قبل الفتح وقتل ط اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقتلوا ط وكلا وعد الله الحسنى ط والله بما تعملون خبير۔ (الحدید: ۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اللہ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے قبل کے صحابہ کرام فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرام سے بڑھ کر ہیں کیونکہ انہوں نے ایسے دور میں اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی جب ہر طرف خطرات کے بادل منڈلا رہے تھے اور جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو پہلے والا خوف وخطرہ نہ رہا۔ اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور صحابہ کرام سرزمین عرب سے آگے نکل کر قیصر روم اور کسرائے ایران کے تخت وتاج پر حملہ آور ہونے کے قابل ہو گئے جب کہ فتح مکہ سے قبل عرب کی کیفیت یہ تھی کہ وہ کہتے ان (محمد عربی) کو اپنی قوم کے ساتھ ان کے حال پر چھوڑ دو جو غالب ہوگا ہم اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

ایک طرف انصارِ مدینہ جان ہتھیلی پر رکھ کر دن رات ایک کیے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف فتح مکہ کے شادیانے سن کر قبائل عرب بالخصوص اہلِ نجد مسلمان ہوتے ہیں اور وہ بھی اکثر نجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اہل نجد کی خدمات انصارِ مدینہ کے اس دور سے بھی بہتر ہیں جب انہوں نے مہاجرین اور اہل علم کو پناہ دی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے ایمان لانے اور ایمان پر

قائم رہنے والے خوش نصیب اہل نجد انصارِ مدینہ کے برابر نہیں ہو سکتے تو بعد والے برابر کیسے ہو سکتے ؟ چہ جائیکہ بہتر تسلیم کر لیا جائے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان پر فضیلت کا دعویٰ کرنے والا اگر کوئی رافضی ہوتا تو اور بات تھی کہ انہوں نے محض اپنے عقیدہ فاسدہ کی ترجمانی کرنا ہے مگر یہاں تو دعویٰ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ناموسِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاسبان بننے کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں اور آئے دِن کوئی نہ کوئی نیا فتنہ کھڑا کر رہے ہیں اور بم دھماکے کر رہے ہیں جب کہ صحابہ کرام علیہ الرضوان کی خدمت کی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا مابلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارہ میں درشت گوئی سے کام نہ لو کیونکہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دو تو کسی صحابی کے ایک سیر کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آدھے سیر کے۔

اس کی شرح میں حضرت سیّدنا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری متوفی ۱۰۱۴ ہجری فرماتے ہیں:

یمکن ان یکون الخطاب لا متہ الاعم من الصحابۃ حیث علم بنور النبوۃ ان مثل ھذا یقع فی اھل البدعۃ فنھا ھم بھذہ السنۃ۔

ممکن ہے کہ لا تسبوا کا مخاطب عام اُمت ہو جو کہ صحابہ کرام کو بھی شامل ہے کیونکہ آپ نے نورِ نبوت سے جان لیا تھا کہ بدعتی لوگ ایسا کریں گے تو آپ نے انہیں حدیث شریف کے ذریعے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

آگے لکھتے ہیں:

مابلغ مد احدھم ولا نصیفہ ای ولا بلغ نصفہ ای من بر او شعیر لحصول برکتہ ومصادمتہ لا علاء الدین و کلمۃ مع ما کانوا من القلۃ وکثیرۃ الحاجۃ والضرورۃ ولذا ورد سبق درھم مائۃ الف درھم و ذالک معدوم فیما بعد ھم وکذالک سائر طاعاتھم وعباداتھم وغزواتھم وخدماتھم۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۱/۲۷۳)

حدیث شریف کہ ان کے سیر اور آدھے سیر کے برابر نہیں ہو سکتا کا مطلب یہ ہے کہ ان کی گندم یا جو کے برابر کیونکہ اسے برکت حاصل ہو چکی ہے اور وہ دِین اور کلمہ دِین کی سربلندی کے ساتھ ملا ہوا ہے باوجود یکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان قلت میں تھے حاجات وضروریات زیادہ تھیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک درہم ایک لاکھ پر سبقت لے گیا ہے اور یہ بات بعد والوں میں معدوم ناپید ہے۔ صحابہ کرام کی تمام طاعات وعبادات وغزوات وخدمات کا یہی حال ہے (کہ وہ بعد والوں کی خدمات وطاعات سے کہیں بلند ہیں)

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے اِرشادات سے واضح ہو گیا کہ:

نمبر۱۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کسی طرح کی بلندی کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔

نمبر۲۔ ایسے دعویدار بدعتی (بدعت محرمہ اِعتقادیہ سیئہ کے مرتکب) ہیں۔

نمبر۳۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ نبوت سے ان بدعتیوں کو پہچان کر اپنی امت کو ان سے خبردار فرما دیا۔

نمبر۴۔ اور ان کی فضیلت کا دارومدار کسی ایک شعبہ تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام عبادات و خدمات اور غزوات وطاعات الغرض ہر شعبہ میں یہ افضل واعلیٰ ہیں۔

اس کی تائید میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کرتے ہیں:

لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلمقام احدھم

ساعة خير من عمل احد كم عمره۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۴۳/۱۱)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق نازیبا باتیں نہ کہو کیونکہ ان ایک لمحہ سو جانا تمہاری عمر بھر کی طاعت وعبادت سے بہتر ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ بڑا احساس تھا اور رافضی خارجی اس میں افراط وتفریط کا شکار ہو چکے تھے کہ رافضیوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بہتان تراشی کی تو خارجیوں نے ان پر شرک وبدعت کا فتویٰ لگایا اور موجودہ دور کے خارجی اپنی خدمات کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خدمت سے افضل قرار دے رہے ہیں تو امام علی قاری مکی علیہ الرحمہ نے اس پر خوب وضاحت سے گفتگو فرمائی ہے اور متعدد احادیث نقل کی ہیں۔

نمبر۱: ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله له صرفا ولا عدلا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کی توہین کی جائے تو عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا ہوگا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے فرض ونفل کچھ قبول نہ فرمائے گا۔

نمبر۲: عن ابن عباس مرفوعا ماظهر اهل بدعة الا اظهر الله فيهم حجة على لسان من شاء من خلقه۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جب بھی بدعتی ظاہر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی زبان پر چاہے ان پر حجت ظاہر فرمادے گا۔

نمبر۳: عن انس رضی الله عنه (الی) وسياتی قوم يسبونهم وينقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف ۲۷۳/۱۱ بعد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ کو گالیاں دیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے (اپنی خدمات کو ان سے بہتر قرار دیں گے) تو ان سے نشست وبرخاست کھانا پینا اور مناکحت ختم کر دینا۔

نیز یہ حدیث شریف بھی ہے کہ ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۷)

قرآن وحدیث کے بعد افضلیت صحابہ کرام پر اُمت کا اجماع ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے تو ان دلائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ترجمان وہابیہ' قطر کے قاضی صاحب کا مذکورہ جملہ پھر سے دیکھنا چاہیے کہ اہلِ نجد کی خدمات انصار مدینہ...... الخ

دوسرا فریب

قاضی احمد بن حجر لکھتے ہیں:

لیکن اس کے بعد بھی یہ حقیقت رہ جاتی ہے کہ فضیلت اور بزرگی اس جگہ رہنے والے کی حیثیت علم و دین کے ساتھ ہی بدلتی ہے لہٰذا ہر زمانہ اور وقت میں بہتر شہر وہی ہوتا گیا ہے جو علم میں زیادہ اور سنن اور آثار نبویہ کے لحاظ سے معروف ومشہور ہو گیا ہے اور بدتر شہر وہ ہے جو علم میں کم اور جہالت وبدعت وشرک میں زیادہ رہا ہے۔ (سیرتِ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۰۵)

ازالہ

مذکورہ اقتباس کی قباحت کے متعلق فقیر کیا عرض کرسکتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كبرت كلمة تخرج من افواههم ط ان يقولون الا كذبا۔ (الکھف ۵)

کتنا بڑا بول ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے یہ بھی فرمایا:

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اكبر۔ (آل عمران ۱۱۸)

یقیناً بیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور جو اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور بڑا ہے۔

قاضی صاحب کے مذکورہ قول میں کامل غور کی ضرورت ہے۔ پہلے انہوں نے اہلِ نجد کی خدمات کو انصارِ مدینہ کی خدمات سے بہتر اور افضل قرار دیا ہے اب زلزلوں اور فتنوں کی آماجگاہ مطلع قرن الشیطان، مسیلمہ کذاب و خوامج کے مرکز ''نجد'' کو مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ سے افضل و بزرگ قرار دے رہے ہیں کیونکہ نجدیوں نے ہی لکھا ہے کہ لوگ مدینہ طیبہ حاضر ہو کر شرک کرتے تھے اور انہیں دیکھ کر غیظ وغضب کی وجہ سے شیخ نجدی کی ہنڈیا پھٹنے کے قریب ہو جاتی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کے بعد بزعم خویش شرک کا خاتمہ کر دیا۔ اب کہہ رہے ہیں کہ جہاں شرک ہو اس کی نسبت شرک سے پاک علاقہ افضل ہے جو کہ نجد ہے۔

اس کا واضح نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ نجد حرمین شریفین سے افضل و بزرگ ہے کیونکہ وہاں تو شرک تھا اور نجد علم میں زیادہ اور سنن و آثار نبویہ کے لیے مشہور و معروف ہو گیا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

فقیر نے جب سے مذکورہ بالا جملہ پڑھا ہے سوچ رہا ہوں کہ قاضی احمد اور رئیس یونیورسٹی شیخ عبدالعزیز بن باز اور کتاب کے ناشرین و مصدقین جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی مراد حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب فداہ روحی وجسدی کے فرزند ارجمند حضرت سیّدنا عبدالمطلب رئیس اعظم مکہ کے نور نظر رحمۃ للعالمین تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا اپنے باپ کا ناخلف بیٹا، اپنے والد عبدالوہاب پر شرک کا فتویٰ لگانے والا، اپنے باپ کی شفقت پدری سے بھر پور نصیحت کو نہ سننے والا عیینہ کا باسی، نجد کا باشندہ، اُمت مسلمہ کا قاتل محمد نامی شخص ہے۔

تمام روئے زمین پر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی افضلیت و بزرگی اجماعی و قطعی ہے۔ اہل نجد کی تحریک وہابیہ سے قبل کسی کو ایسے کلمات کہنے کی جرأت نہیں ہوئی نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکے سچے غلام کو یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد و مسکن اور دارالہجرت سے کسی علاقہ کی فضیلت و بزرگی کا تصور بھی کر سکے۔

حرمین شریفین کی فضیلت

حدیث نمبر۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ پہلا پھل دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمانے کے بعد یہ دُعا مانگتے:

اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے مدینہ (طیبہ) میں برکت عطا فرما، ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما، اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے جو دُعا کی تھی میں ان دعاؤں کے برابر اور اس کے ایک مثل زائد مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں (کہ مدینہ طیبہ میں مکہ مکرمہ کی نسبت دوگنی برکت ہو) پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو وہ پھل عطا فرما دیتے۔ (مشکوٰۃ شریف رواہ مسلم)

حدیث شریف نمبر۲

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ والوں کے لیے دُعا کی تھی اور میں مدینہ (طیبہ کو حرم) قرار دیتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ (طیبہ) کے صاع اور مد (پیمانوں) میں (برکت کے لیے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دوگنی (برکت کی) دُعا کرتا ہوں۔

حدیث شریف نمبر۳

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ (طیبہ) کو حرم قرار دیتا ہوں

مدینہ (طیبہ) کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو نہ کاٹا جائے گا اور نہ ہی کسی جانور کو شکار کیا جائے گا۔ حضرت عامر بن سعد اپنے والد سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ (طیبہ) کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ حرم قرار دیتا ہوں۔ یہاں کے خاردار درختوں کو کاٹا جائے گا نہ شکار کو قتل کیا جائے گا اور فرمایا کاش اہلِ مدینہ اس بات کو جان لیں کہ مدینہ (طیبہ) ان کے لیے بہتر ہے۔ جو شخص مدینہ (طیبہ) سے اعراض کر کے مدینہ (طیبہ) کی سکونت ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسے شخص کو مدینہ (طیبہ) کا ساکن کر دے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور جو شخص بھی مدینہ (طیبہ) کی بھوک پیاس اور محنت مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دِن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مسلم شریف)

حدیث شریف نمبر۴

ایک اور سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا اِرادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے یا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

حدیث شریف نمبر۵

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو حرم قرار دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک۔ پس جس شخص نے مدینہ طیبہ میں کوئی جرم کیا پھر مجھ سے کہا یہ بہت سخت گناہ ہے پھر فرمایا جو شخص اس میں جرم کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام اِنسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل (ابن انس نے کہا یا کسی مجرم کو پناہ دی)

حدیث شریف نمبر۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مسیح دجال مشرق (یاد رہے کہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں نجد کا علاقہ ہے) کی طرف سے آئے گا وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کا اِرادہ کرے گا حتیٰ کہ احد پہاڑ کے پیچھے اُترے گا اور فرشتے وہیں سے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں (شام میں) ہلاک ہو جائے گا۔

حدیث شریف نمبر۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے اور وہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

حدیث شریف نمبر۸

عن عبد الله بن زيد المازني رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة۔ (مسلم شریف)

حضرت عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

حدیث شریف ۹

حضرت عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حزورہ مقام پر سوار دیکھا کہ آپ (مکہ مکرمہ کو مخاطب ہو کر) فرما رہے تھے:

والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى والله لولا انى اخرجت منك ما خرجت۔ (ابن ماجہ شریف ص۲۲۴)

اے سرزمین مکہ قسم بخدا تو روئے زمین میں سب سے خیر اور بہتر ہے اور خدا کی زمین میں سے مجھے سب زیادہ پسند ہے اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ

نکلتا۔ (ہجرت نہ کرتا)

ایسی بے شمار احادیثِ طیبہ ہیں جن میں واضح طور پر موجود ہے کہ حرمین شریفین ہمیشہ کے لیے افضل واعلیٰ ہیں اور ان کی بزرگی وعظمت کا کسی سے مقابلہ کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ایک نماز کے بدلے پچاس ہزار اور ایک لاکھ نماز کا ثواب مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے متعلق ہے نہ کہ زلزلوں اور فتنوں کی آماجگاہ خوارج اور مطلع قرن الشیطان نجد کے لیے تو پھر قاضی احمد آل بوطامی کا مذکورہ بیان کیسے درست ہو سکتا ہے کہ:

فضیلت وبزرگی اس جگہ کے رہنے والے کی حیثیت علم ودین کے ساتھ ہی بدلتی ہے۔

(قاضی احمد بن حجر۔ حیات محمد بن عبدالوہاب ص ۱۰۶)

ان احادیث کی شرح میں محدثین نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اسے اگر بالاستیعاب نقل کیا جائے تو بات طویل ہو جائے گی ہم صرف چند حوالہ جات عرض کیے دیتے ہیں، امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وفى هذا الحديث فضل المدينة على البلاد المذكورة وهو امر مجمع عليه وفيه دليل على ان بعض البقاع افضل من بعض ولم يختلف العلماء فى ان للمدينة فضلا على غير ها وانما اختلفوا فى الافضلية بينها وبين مكة (فتح الباری ص ۹۲/۴)

کہ اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ مذکورہ تمام علاقوں سے افضل ہے۔ اس پر تمام اُمت کا اجماع ہے اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ بعض علاقوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے علماء کا اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ مدینہ طیبہ کو دوسرے شہروں پر فضیلت حاصل ہے البتہ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ طیبہ میں سے کون زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وكل مومن له من نفسه سائق الى المدينة لمحبة فى النبى صلى الله عليه وآله وسلم فيشمل ذالك جميع الا زمنة لانه فى زمن

النبى صلى الله عليه وآله وسلم للتعلم منه وفى زمن الصحابة والتابعين وتابعيهم للاقتداء بهديهم ومن بعد ذالك لزيارة قبره صلى الله عليه وآله وسلم والصلوة فى مسجده والتبرك بمشاهدة آثار اصحابه رضى الله تعالى عنهم۔

کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر مومن کے دِل میں مدینہ طیبہ کی کشش رہتی ہے اور یہ ہر دور کو شامل ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں کشش کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام سیکھنا ہے، صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے دور میں ان کی سیرت کی اقتداء کرنا ہے اور بعد کے ادوار میں قبر انور کی زیارت اور مسجدِ نبوی شریف میں نماز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وان المراد انه روضة حقيقة بان ينتقل ذلك الموضع بعينه فى الاخرة الى الجنة (فتح الباری ص ۱۰۰/۷)

کہ منبر شریف اور کاشانہ نبوت کے درمیان کی جگہ حقیقتاً جنت کا باغ ہے کہ اسے قیامت کے روز بعینہٖ جنت میں لے جایا جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری علیہ الرحمہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ تمام بستیوں کو کھا جانے والا ہے کا مطلب یہ ہے:

غلبة فضلها على فضل غيرها فمعناه ان الفضائل تضمحل فى جنب عظيم فضلها حتى يكاد عدما وقد سميت مكة ام القرى قيل المذكور للمدينة ابلغ منه۔ (عمدة القاری ص ۲۳۶ ج ۱۰)

کہ مدینہ طیبہ کی فضیلت دوسرے مقامات کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فضل عظیم کے مقابلہ میں دیگر مقامات کے فضائل کم نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ قریب ہے کہ معدوم ہی نہ بن جائیں۔ مکہ شریف کا

نام اُم القری ہے تو کہا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کی مذکورہ خوبی اس سے ابلغ (بڑھ کر) ہے۔
ایک مقام پر مدینہ منورہ کو طابہ کہنے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای طیب یجدہ المقیم بھا اطیب من مشاھدۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فھل طیب اطیب من تربتہ وکیف لا وبین قبرہ ومنبرہ روضۃ ریاض الجنۃ فاعتبر بھذا طیب التربۃ التی ضمت جسدہ الکریم۔ (عمدۃ القاری ص ۲۳۶ ج ۱۰)

کہ مدینہ منورہ کو طابہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں رہنے والا مومن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرتے ہوئے ایک خوشبو پاتا ہے اس لیے اسے طابہ (خوشبودار) کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مقدس سے بڑھ کر کون سی خوشبو ہو سکتی ہے جب کہ قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس سے اندازہ تو کرو کہ مٹی کا جو حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد کریم سے ملا ہوا ہے کس قدر خوشبودار ہوگا۔

(الحمدللہ علی ذالک حمدا کثیرا)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

انما یسوقہ الیھا ایمانہ ومحبۃ فی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(عمدۃ القاری ۱۰/۲۴۰)

کہ مومن کو اس کا ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مدینہ طیبہ کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

اوالمراد ان ذالک الموضع بعینہ ینتقل الی الجنۃ (عمدۃ القاری ۱۰/۲۴۹)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مقدس ریاض الجنۃ کو بعینہ جنت میں منتقل کر دیا جائے گا۔

نیز فرماتے ہیں:

دفن (عمر) عند ابی بکر وابوبکر (رضی اللہ عنہ) عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فالثلاثۃ فی بقعۃ واحدۃ ھی اشرف البقاع۔

(عمدۃ القاری ص ۱۰/۲۵۲)

حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے پاس دفن کیا گیا اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ تینوں ایک ہی مقام میں ہیں جو کہ تمام مقامات سے اشرف وافضل ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے باب فضائل المدینہ میں اپنی محبت واُلفت کے جو جواہر بکھیرے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

فکان للحمھا مزیۃ علی لحوم الصید الذی لیس منھا کما ان لثمرھا علی بقیۃ الاثمار (مرقاۃ ص ۶/۱۹)

کہ مدینہ طیبہ کے مقام عقیق کا شکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا کیونکہ اس کی تربیت و پرورش مدینہ طیبہ کی گھاس ونباتات سے ہوئی لہٰذا اس کے گوشت کو دوسرے مقامات کے شکار کے گوشت پر فضیلت حاصل ہوگی جیسا کہ مدینہ طیبہ کے پھلوں کو دوسرے پھلوں پر فضیلت حاصل ہے۔

قاضی احمد بن حجر نے جوش وہابیت میں نجد کو حرمین شریفین سے افضل تو بتا دیا لیکن اپنے انجام بد کی خبر ہی نہ رہی۔ علامہ علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

قال الطیبی رحمۃ اللہ فظھر من ھذا ان من یحقر شان ما عظمہ اللہ ومن وصف ما سماہ اللہ الایمان بمالایلیق بہ مستحق ان یسمی عاصیابل کافرا۔ (مرقاۃ شریف ۶/۲۳)

(کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے والا استغفار کرے یہ تو طابہ ہے) امام طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظمت یافتہ چیز کی توہین کرے اور جس کا نام (یعنی مدینہ طیبہ کا نام) اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھا ہے اس کے متعلق نامناسب بات کہنے والے کو عاصی بلکہ کافر کہنا چاہیے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

واقفين على بابه تعظيما لجنابه (مرقاة ص ۶/۲۴)

(کہ مدینہ طیبہ کے راستے پر فرشتے کھڑے ہوں گے جو دجال کو داخل نہیں ہونے دیں گے) فرماتے ہیں کہ یہ مستقل حکم ہے کہ فرشتے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر دربان بن کر کھڑے رہتے ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

(کان کمن زارنی فی حیاتی) لانه صلى الله عليه وآله وسلم حی یرزق ویستمد منه المدد المطلق۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۹ ج ۶)

(کہ قبر انور کی زیارت خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی طرح ہے) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلق مدد حاصل و طلب کی جاتی ہے۔

شارح مشکوٰۃ حضرت سیدنا علی قاری علیہ الرحمہ عقیدہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد قام الاجماع انها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش الاعظم (کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے متصل مقام مکہ مکرمہ بلکہ کعبہ معظمہ بلکہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۶/۳۰)

تیسرا فریب

قاضی قطر نے بھی حدیث بخاری کو بنیاد بنا کر شیخ نجدی کی ستائش کا دروازہ کھلونے کی کوشش فرمائی ہے۔

ازالہ

اس کا جواب گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقت سے توبہ کیے بغیر کوئی فضیلت سودمند نہیں ہو سکتی۔

چوتھا فریب

لکھتے ہیں:

البتہ تمام عرب کی عمومیت کے موقع پر بھی اہل نجد ہی مراد ہوتے ہیں کیونکہ تمیم ہی اصل عرب ہیں۔ (قاضی احمد آل بوطامی-حیات شیخ نجدی ص ۱۰۸)

ازالہ

شیخ احمد واللہ تعالیٰ اعلم کلمہ کس زبان سے پڑھتے ہیں۔ پہلے نجد کو حرمین شریفین پر افضل ٹھہرا کر علامہ طیبی اور علامہ علی قاری مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کے سخت فتویٰ کا مصداق بنے ہیں اب خاندان نبوت بنو ہاشم پر براہِ راست حملہ آور ہو رہے ہیں کہ تمیم ہی اصل عرب ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مجھے یقین ہے کہ اہلِ انصاف ناظرین ایسی جسارت کو کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ مگر افسوس کہ یہاں ایمان و دیانت اور اتباعِ حق کی بات نہیں یہاں تو فروغِ نجدیت کا بھوت سوار ہے۔ یہ فریب بھی گزشتہ فریبوں کی طرح ھباءً منثوراً ہی ہے مگر ہم اہل دِل حضرات کی تسکینِ قلبی کے لیے چند احادیث پیش خدمت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں امام اہلسنّت سیّدنا اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ اراءۃ الادب لفاضل النسب ایک عظیم سرمایہ ہے جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔

نوٹ: خاندان نبوت بنو ہاشم قریش کی سب سے عظیم و جلیل شاخ ہے لہٰذا جو فضیلت قریش کے لیے بالعموم ثابت ہے وہ فضیلت بنو ہاشم کے لیے بالخصوص ثابت ہوگی کیونکہ قریش کی عظمت کا راز خاندان نبوتِ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ہے۔

حدیث شریف نمبر ۱

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن سائب، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قدموا قريشا ولا تقدموها کہ قریش کو تقدیم دو اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔

حدیث شریف نمبر ۲

حضرت سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اِرشاد فرمایا:

یا ایها الناس لا تقدموا قریشاً فتهلکوا اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو ورنہ

ہلاک ہوجاؤ گے۔

ایک روایت میں فتھلکوا کی جگہ فتضلوا کہ قریش پر سبقت نہ کرو ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔

حدیث شریف نمبر۳

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(قریشٌ خالصہ اللہ تعالیٰ ابن عساکر) کہ قریش برگزیدہ خدا ہیں۔

حدیث شریف نمبر۴

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یردھوان قریش اھانہ اللہ جو قریش کی ذلت چاہتے ہیں اللہ اسے ذلیل کرے۔ (ترمذی، مسند احمد وغیرہ)

حدیث شریف نمبر۵

حضرت حلیس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعطیت قریش مالم یعط الناس قریش کو وہ عطا ہوجو کسی کو نہ ہوا۔

حدیث شریف نمبر۶

قریشٌ ساداتُ العرب یعنی قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔

حدیث شریف نمبر۷

قاتل الخوارج سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر القریش بنو ھاشم کہ سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش ہیں اور سب قریش سے بہتر بنوہاشم ہیں۔ (رواہ الدیلمی)

حدیث شریف نمبر۸:

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اختار من آدم العرب واختار من العرب مضرو من مضر قریشا واختار من قریش بنی ھاشم واختارنی من بنی ھاشم (البیہقی والطبرانی وغیرہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا اور عرب سے مضر اور مضر سے قریش اور قریش سے بنوہاشم کو اور بنوہاشم سے مجھ کو۔

حدیث شریف نمبر۹

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم اجد افضل من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقلبت مشارق الارض و مغاربھا فلم اجد حیا افضل من بنی ھاشم (رواہ الحاکم)

مجھے جبریل امین نے بتایا کہ میں نے زمین کے پورب پچھم سب تلپٹ کیے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔

آفاقہا گردیدہ اُم مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام ولیکن تو چیزے دیگری

یہ نو احادیث طیبہ ہم نے سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارک اراءۃ الادب لفاضل النسب سے نقل کی ہیں اُس میں اور بھی متعدد احادیث موجود ہیں جو کہ قریش اور بنوہاشم کی فضیلت پر دلیل واضح و برہان قاطع ہیں پھر قاضی آل بوطامی کا یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ تمیم ہی اصل عرب ہیں۔

پانچواں فریب

قاضی احمد بن حجر صاحب عراق اور اہل عراق کی مذمت میں مبالغہ کی اس حد تک پہنچ چکے

ہیں کہ ان کے ہاں صحیح وغلط کی تمیز نام کی کوئی چیز ہی نہیں رہی عراق کے فتنے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بلکہ ان کی شناخت کے لیے یہی کافی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا وجود ان کے شہر میں ہے۔(حیاتِ شیخ نجدی ص۱۰۹)

ازالہ

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ مسیلمہ کذاب نجد کے شہر عیینہ کی پیداوار کو عراق کی طرف منسوب کرنا مسیلمہ کذاب کی کذب بیانی کے بعد سب سے بڑی کذب بیانی ہے۔

چھٹا فریب

قاضی احمد بن حجر لکھتے ہیں:

نجد کے بارہ میں جو حدیث بیان کی گئی اگر اس سے مراد نجد کا مخصوص ومشہور ومعروف حصہ ہے تو یہ ساری بحث کھڑی ہوسکتی ہے ورنہ نجد کے بارے میں لوگ جو کچھ سمجھ رہے ہیں حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثوں میں نجد سے مراد عراق ہے۔(حیاتِ شیخ نجدی ص۱۱۰)

ازالہ

گزشتہ صفحات میں بڑی وضاحت سے گزر چکا ہے کہ حدیثِ نجد میں نجد سے مراد وہی نجد ہے جس میں بنوحنیفہ، بنوتمیم، ربیعہ وغیرہ قبائل آباد تھے اور اس سے مراد عراق لینا عقل ونقل کے خلاف اور دیانت وشرافت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

اعترافِ حقیقت

اس عبارت سے اتنا تو واضح ہوگیا کہ نجد ایک مخصوص ومعروف اور مشہور علاقہ ہے اور جب لفظ نجد بولا جائے تو لوگ یہی مخصوص ومعروف ومشہور نجد سمجھتے ہیں لہٰذا نجد سے مراد یہی نجد ہوگا نہ کہ غیر مخصوص، غیر معروف اور غیر مشہور چہ جائیکہ وہ علاقہ جو کبھی بھی کسی نے مراد نہیں لیا۔ اسے کہتے ہیں الحق یعلوو لا یعلی علیہ کہ حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

ساتواں فریب

قاضی صاحب گوہرافشانی فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ مشرقی سمت کے بالمقابل عراق ہی

ہے۔(حیاتِ نجدی ص۱۱۰)

ازالہ

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ اس عبارت سے ان کا مقصود کیا ہے۔ بظاہر دو مطلب مترشح ہوتے ہیں۔

نمبر۱: عراق مدینہ طیبہ کے مشرق میں ہو۔ یہ سراسر غلط ہے نقشہ ملاحظہ ہو۔

نمبر۲: کہ مدینہ طیبہ کی مشرقی سمت یعنی نجد کے بالمقابل عراق ہے تو مشکل آسان ہوگئی کہ عراق مدینہ طیبہ کے مشرق میں نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں وہ علاقہ آباد ہے جس کے بالمقابل عراق ہے ظاہر ہے مشرق میں تو نجد ہے جو ۹ لاکھ مربع میل پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بالمقابل اگر عراق ہے تو یہ کہاں کا اصول ہے کہ ایک حکم مشرق پر جاری ہو تو اس کے بالمقابل شمال یا جنوب کے علاقوں پر بھی وہی حکم جاری کر دیں بلکہ مشرق پر جاری حکم کو مشرق سے ہٹا کر اس کے بالمقابل شمال پر جڑ دیا جائے جو کہ کسی لحاظ سے بھی مشرق کے ساتھ لفظی ومعنوی اشتراک ومناسبت نہیں رکھتا۔

آٹھواں فریب

قاضی قطر لکھتے ہیں:

اور نجد کہتے ہیں زمین کے اس حصے کو جو سطح زمین سے بلند ہو پست ونشیبی زمینوں کے بر خلاف۔(حیاتِ شیخ نجدی ص۱۱۰)

ازالہ

اس فریب کی بھی اب کوئی حقیقت باقی نہیں رہی کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں عراق کی سطح سمندر سے بلندی ایک فٹ سے لے کر صرف ایک ہزار فٹ تک ہے جب کہ نجد کی بلندی تین ہزار سے شروع ہو کر سات ہزار فٹ تک ہے۔ بالفاظ دیگر عراق نجد سے دو ہزار سے لے کر چھ ہزار فٹ تک گہرائی اور نشیب میں واقع ہے تو نجد بول کر عراق مراد لینا ہمارے ایک فاضل محترم کے بقول کنوئیں کو مینار کا نام دینا ہے۔

نواں فریب

شیخ احمد آل بوطامی تحریر فرماتے ہیں:

داؤدی کا بیان ہے کہ نجد عراق کی طرف ہے اس کو حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے۔

(حیاتِ شیخ نجدی ص ۱۱۰)

مکاری سومناتی کا سراغ

اس فریب کو دیکھ کر قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ سومناتی صاحب نے کس کتاب کا چربہ لے کر خوبصورت شرح کا نام دیا ہے یہ بھی عیاں ہو گیا ہو گا کہ عبارات میں قطع و برید اور ابلیسی تلبیس ان کے ہر کہ و مہ کی طبیعت ثانیہ کا حکم رکھتی ہے۔

دسواں فریب

قاضی صاحب نے حدیثِ نجد کے عنوان میں فریب کاری کی حد کر دی ہے مگر ہم نے اکثر کو نظر انداز کر کے چند کا ذکر کیا ہے اور ماسبق کی مطابقت کے پیشِ نظر دسواں فریب اور اس کا ازالہ ذکر کر کے اجازت چاہتے ہیں۔ وہ فریب یہ ہے کہ قاضی قطر لکھتے ہیں:

اور اس کی تائید (داؤدی کے قول کی جس کا رد ہو چکا ہے) مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن غزوان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے سنا فرماتے تھے کے اے عراق والو! تم لوگوں سے زیادہ چھوٹے مسائل پوچھنے والا کوئی نہیں۔ لیکن تم لوگوں سے زیادہ گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی کوئی نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے فتنہ یہاں سے اُٹھے گا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص اہل عراق کے لیے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتا دیا۔

(احمد بن حجر آل بوطامی قاضی قطر - حیاتِ شیخ نجدی ص ۱۱۱)

ازالہ

اس حدیث کے ترجمہ وتشریح میں جس قدر کوئی مکار مکاری اور جعلسازی سے کام لے

سکتا تھا قاضی صاحب اور مترجم کتاب نے وہ سارا زور صرف کر لیا ہے ایک تو اصل الفاظ یا اهل العراق ما اسئلکم عن الصغیرة وار کبکم للکبیرة کے ترجمہ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے اصل ترجمہ یہ ہے: اے اہل عراق تم کس قدر چھوٹے چھوٹے مسائل دریافت کرتے ہو اور کبیرہ گناہ کا اِرتکاب۔ یا ترجمہ ہو گا اے اہلِ عراق تم سے کس چیز نے چھوٹی چیزوں کے متعلق سوال کرایا اور بڑے گناہوں کا اِرتکاب۔

ہم اس مغالطہ کی تحلیل سے قبل اصل حدیث شریف کے الفاظ نقل کرتے ہیں بعد میں تبصرہ پیش خدمت ہو گا۔

قالو اخبرنا ابن فضیل عن ابیه قال سمعت سالم بن عبد الله بن عمر یقول یا اهل العراق ما اسئلکم عن الصغیرة وارکبکم للکبیرة۔

حضرت ابن فضیل اپنے والد فضیل سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو فرماتے سنا کہ اے اہل عراق تم کس قدر چھوٹے (گناہوں) کے متعلق سوال کرتے ہو اور کبیرہ کا اِرتکاب۔ دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ اے اہل عراق کس چیز نے تم سے چھوٹے گناہوں کے متعلق سوال کرایا اور (بڑے گناہ) کا اِرتکاب؟ سالم فرماتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا وہ فرماتے تھے کہ:

سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان الفتنة تجیئ من ھٰهنا واومأ بیده نحو المشرق من حیث یطلع قرنا الشیطان۔

(مسلم شریف ص ۲/۳۹۴)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فتنہ (مدینہ طیبہ کے) اس طرف سے آئے گا اور اور اپنے دستِ اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

تحلیل

قاضی صاحب کی نقل کردہ عبارت اور اصل عبارت سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ

انہوں نے دروغ بے فروغ کے لیے کس قدر جعلسازی کا مظاہرہ کیا ہے۔

نمبر۱: تتبع بسیار کے باوجود یہ حدیث مسلم شریف کی کتاب الفتن میں ہی ملی ہے اور وہاں ابن فضیل کی روایت ہے قاضی صاحب کا اسے ابن غزوان کی روایت قرار دینا بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔

نمبر۲: یا اهل العراق ما اسئلكم عن الصغيرة کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم تابعی کے ہیں قاضی صاحب کا اِن الفاظ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی کی طرف منسوب کرنا بددیانتی ہے۔

نمبر۳: فقیر کے ناقص علم کے مطابق ما اسئلكم عن الصغيرة وار كبكم للكبيرة میں ما اسئلكم اور اركبكم فعل تعجب کے صیغے ہیں جس کے معنی ہیں تم کس قدر چھوٹے گناہوں کے متعلق سوال کرتے ہو اور کس قدر کبیرہ کے مرتکب ہو۔ یا باب افعال فعل ماضی کے صیغے ہیں جس میں تقصیر والا معنی موجود ہے کہ کس نے تم سے چھوٹے گناہوں کے متعلق سوال کرایا اور بڑے گناہوں کا ارتکاب۔ جب کہ کتاب مذکور کے الفاظ یہ ہیں:

تم لوگوں سے زیادہ چھوٹے چھوٹے مسائل پوچھنے والا کوئی نہیں لیکن تم لوگوں سے زیادہ کبیرہ کا مرتکب بھی کوئی نہیں۔

اس حدیث کے درمیان کے الفاظ ہیں سمعت ابی عبد الله بن عمر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم کا ترجمہ یہ ہے کہ سالم کہتے ہین کہ میں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

جب کہ کتاب مذکور میں یہ بات گول کردی گئی ہے۔

نمبر۴: اس حدیث شریف میں دو باتیں ہیں:

۱: حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول یا اهل العراق ما اسئلكم الخ۔

۲: حدیث مرفوع ان الفتنة تجيئ من هٰهنا واومأ بيده نحو المشرق من

حيث يطلع قرنا الشيطان مگر قاسی قلب قاضی قطر کے ہاتھ کی صفائی دیکھو کہ تابعی کے قول اور حدیث مرفوع کو اس انداز سے بیان کیا گویا کہ ایک ہی چیز ہے۔

اصل عبارت کو دیکھنے سے دونوں باتیں صاف الگ الگ نظر آرہی ہیں۔ مگر یہاں تو اپنے دل کی بات کرنا مقصود ہے نہ کہ حدیث شریف کی ترجمانی اسی لیے ان کو ایک کر کے بیان کر دیا گیا۔ اس حقیقت کے بعد واضح ہو کہ حضرت سالم ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ارشادِ مبارک یا اهل العراق ما اسئلكم سے یہ کہاں سے لازم آگیا کہ نجد کے زلزلے اور فتنے اور مطلع قرن الشیطان نجد سے منتقل ہو کہ عراق چلے آئے ہیں۔ دوسری بات ہے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ان الفتنة تجيئ من هٰهنا واومأ بيده نحو المشرق من حيث يطلع قرنا الشيطان۔

کہ فتنہ اس طرف سے آئے گا اور ہاتھ مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے۔

اس حدیث شریف میں اور اس سے قبل کی پانچ روایات میں یہی الفاظ ہیں کہ مشرق کی طرف متوجہ ہو کر یا مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنہ اس طرف ہے اب نقشہ دیکھ کر خود معلوم کر لو کہ مدینہ طیبہ سے مشرق میں نجد اور بالخصوص بنو ربیعہ و مضر و تمیم و حنیفہ کے قبائل آباد ہیں اور عراق شمال کی طرف ہے نہ کہ مشرق کی طرف۔

قاضی صاحب کا دجل عظیم

اس حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں من حيث يطلع قرنا الشيطان کہ جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے مگر قاضی صاحب اس جملہ کو ہضم کر گئے کیونکہ اسے ذکر کرنے سے ان کی ساری کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی تھی' وہ اس طرح کہ بخاری شریف ۴۶۶/۱ اور مسلم شریف میں ۵۲/۱ پر یہ حدیث موجود ہے حيث يطلع قرنا الشيطان في ربيعة و مضر جہاں ربیعة اور مضر میں شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ ابن سعود کا تعلق ربیعہ کے ساتھ ہے اور شیخ نجدی کا مضر

کے ساتھ اور یہ دونوں قبیلے نجد کے باشندے تھے نہ کہ عراق کے۔ لہٰذا یہ کہنا قطعی طور پر درست ہے کہ حدیثِ نجد میں نجد سے مراد وہی نجد ہے جہاں مسیلمہ کذاب، سجاح تمیمیہ، ذوالخویصرہ تمیمی اور اس کی نسل کے دوسرے خارجی اور آخر زمانہ میں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی اور ابن سعود ربیعی پیدا ہوئے۔

عراق سے نفرت کیوں؟

تاریخ کا ادنیٰ طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ سرزمین عراق وہ خوش نصیب خطہ ہے جہاں علم و حکمت کے چشمے پھوٹے، جہادِ اسلامی کو فروغ حاصل ہوا، اساطینِ اسلام نے اس مرکزِ اسلام میں حاضر ہو کر علمی تشنگی بجھانے کا سامان مہیا پایا اور یہاں سے سیراب ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں پہنچ کر علم وعرفان کے جہاں روشن کر دیئے حتیٰ کہ کوئی محدث ایسا نظر نہیں آتا جس نے عراق کی سرزمین میں قدم نہ رکھا ہو اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم تر ذخیرہ نہ پایا ہو۔ الغرض عراق اپنی ان خوبیوں میں حرمین شریفین کے بعد منفرد دِکھتا ہے مگر اہل عراق نے ایک ایسا کارنامہ بھی انجام دیا تھا جس کی بناء پر خارجیوں کو ان کے تمام کمالات عیوب کی صورت میں نظر آتے ہیں وہ کارنامہ حدیث خوارج کے عظیم راوی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قاتل الخوارج حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دستِ راست حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں (کہ وہ گروہ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ہاتھوں شہید ہونے والا بھی مبارک ہے اور ان کو قتل کرنے والا بھی) انتم قتلتموهم یا اهل العراق (مسلم شریف ص ۳۴۲/۱) اے عراقیو! ان خوارج کو قتل کرنے کی سعادت تمہیں حاصل ہوئی ہے۔

شیخ نجدی کے ایک متبوع اور تابع

شیخ نجدی کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ نجدی ابن تیمیہ کے نظریات کا علمبردار تھا اور انہیں کے نظریات کی تکمیل میں عمر بھر کوشاں رہا اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ برصغیر میں شیخ نجدی کی تعلیمات کے فروغ کا سہرا احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے سر ہے۔ حیاتِ شیخ نجدی کے حاشیہ میں درج ہے کہ:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں پڑھیں اور ان پر تحقیقی نظر ڈالی، ان کے معانی و مقاصد کو اچھی طرح ہضم کر لیا جس نے ان کے اندر ان کے بگڑے ہوئے حالات کے خلاف بغاوت وانقلاب کی روح پھونک دی اور انہیں عقلی ونقلی دلائل کے ایسے ہتھیار عطا کر دیئے جس سے حضرت شیخ کے لیے یہ ممکن ہو گیا کہ ان کے ذریعے ان سرکش مشرکین کے بطلان و گمراہی کو ختم اور ان کے علماء و داعیان مذہب کے شبہات کو نیست و نابود کر ڈالیں۔ (حاشیہ حیاتِ شیخ نجدی ص ۱۱۱)

اسی کتاب میں ہے:

ہندوستان

سوڈان کی طرح برصغیر کے بعض علاقوں میں بھی احمد کے ہاتھوں اس تحریک نے علم جہاد بلند کیا۔ سیّد احمد برصغیر کے رؤسا میں سے تھا۔ انہوں نے ۱۸۱۶ء میں حج کیا (مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ کی ہمراہی میں: جلالی) اور مکہ میں جب وہ وہابیوں سے ملے تو ان کے صحیح عقائد کو قبول کر لیا اور اس مذہب کے داعیوں میں شامل ہو گئے۔ (حیاتِ شیخ نجدی ۱۲۷)

نوٹ: سیّد احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی باہم لازم وملزوم ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی ہی برصغیر کے وہابیہ کی روحِ رواں اور معمار ہیں۔ کتاب میں گو سیّد احمد کا ذکر ہے جب کہ مولوی اسماعیل دہلوی ان کے شریک کار تھے۔

شیخ ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کی قدرِ مشترک خارجیت ہی ہے اور خارجیت کی پہچان حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ یہودیوں نے ان سے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھ دیا اور نصاریٰ نے محبت کا اظہار کیا حتیٰ کہ انہیں اس مرتبہ پر لے گئے جو آپ کی شان کے مطابق نہ تھا (کہ انہیں الٰہ کہہ دیا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگ گمراہ ہوں گے:

نمبر۱: محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا جو میری تعریف میں ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں موجود

نہیں ہیں۔

نمبر۲: مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میری مخالفت مجھ پر بہتان تراشی پر اُبھارے گی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵)

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خالق کائنات کی قسم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا:

ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴)

کہ حد کے اندر رہتے ہوئے مجھ سے محبت رکھنے والا مومن ہوگا اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ ان کی خصوصیات کو تسلیم کیا جائے اور اس کے برعکس خصوصیات کا سرے سے اِنکار کر دینا یا خصوصیات کو خصوصیات سمجھنے کے بجائے خود شریک ہوجانا بغض کی واضح اور بین علامت ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ معیار پر ابن تیمیہ اور اسماعیل دہلوی مبغضین کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں اور اِرشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پکے منافق قرار پاتے ہیں۔ (حدیث شریف میں ہے)

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخی بین الناس وترک علیا حتی بقی آخرھم لا یری له اخا فقال یارسول اللہ آخیت بین الناس و ترکتنی قال لم ترانی ترکتک ترکتک لنفسی انت اخی وانا اخوک فان ذکرک احد فقل انی عبد اللہ واخورسوله لا یدعیها بعد الا کذاب۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات (بھائی بھائی بنانا) قائم فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کا بھائی قرار نہ دیا یہ اکیلے رہ گئے کہ اپنا کوئی بھائی نہ پاتے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے لوگوں کے درمیان مواخات قائم فرمادی اور مجھے چھوڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا تمہیں

میں نے اپنے لیے الگ رکھا ہے تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ تمہارے بعد جو شخص میرا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۴۳/۱۱)

اس حدیث شریف سے دو باتیں واضح ہوگئیں:

نمبر۱- کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا یہ ان کی خصوصیت اور بہت بڑی فضیلت ہے۔

نمبر۲- خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی قرار دینے کی صرف اور صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اجازت ہے ان کے بعد جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی بننے کی جسارت کرے گا وہ کذاب ہے۔ یہ بھی ان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

ان ہر دو فضیلتوں کو ماننے والا محبِّ علی رضی اللہ عنہ اور مومن قرار پائے گا اور ان دونوں کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مبغض (بغض رکھنے والا) اور منافق ٹھہرے گا جسے ائمہ ومحدثین خارجی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ عجب منظر ہے کہ ایک صاحب نے پہلی فضیلت کا اور دوسرے نے دوسری کا اِنکار کرتے ہوئے اپنے خارجی اور منافق ہونے کا خود اِقرار کرلیا' ابن تیمیہ کے متعلق خاتم الحفاظ حضرت علامہ اِمام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وانکر ابن تیمیة فی کتاب الرد علی ابن المطهر الرافضی المواخاة بین المهاجرین وخصوصًا مواخاة النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم لعلی۔ (فتح الباری ۲۷۱/۷)

کہ ابن تیمیہ نے ابن مطہر رافضی کے رد میں لکھی ہوئی کتاب میں مہاجرین کی مواخاۃ کا انکار کیا ہے بالخصوص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ کا۔

اور دوسرے صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت کو مٹاتے ہوئے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی بنا کر پیش کیا اور حدیث شریف کے مطابق منافق اور کذاب قرار پایا چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

ف: یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اس کو چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیاء وامام زادہ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہم ان کے چھوٹے ہیں۔

(مولوی محمد اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان ص۷۶/۷۵ مطبوعہ کتب خانہ سعودیہ برنس روڈ کراچی)

اس عبارت میں صاف طور پر خود کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا بھائی لکھ دیا اور یہ ایسا دعویٰ ہے کہ پوری اُمت میں سے صرف مولوی اسماعیل کو ہی سوجھا اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ادب ہے کہ بھائی کہنے کی اِجازت کے باوجود فقیر کی ناقص معلومات کے مطابق خود کو بھائی نہیں کہا اور یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بصیرت کا کمال ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت سے نوازتے وقت مبغض سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکشی کو بھی ملاحظہ فرمایا اور فرمادیا:

لا یدعیھا بعد الا کذاب کہ ان کے بعد مجھے بھائی کہنے والا (دعویٰ کرنے والا) کذاب ہی ہوگا اور میرا ایمان کہتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دہلوی کذاب کی گمراہی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اپنی اُمت کو خبردار فرمادیا۔



بارگاہِ ایزدی میں عاجزانہ فریاد اور حرفِ آخر

اے بارالٰہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے **کلما طلع منھم قرن قطعه الله** کہ جب بھی خارجیوں کا کوئی ٹولہ نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ فرمائے گا۔

(تاریخ ابن کثیر ۳۱۴/۷)

اب خارجیت اپنے عروج پر ہے۔ کوئی پہلو میں بھیڑیے کا دِل لیے شہد سے میٹھی زبانیں نکالے دِن رات گشت کررہا ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کو ختم کردے۔

اور کوئی مساجد ومدارس کو دہشت گردی کا نشانہ بنا رہا ہے۔

کوئی درہم ودنانیر کی چھنکار پر ایمان کا سودا کررہا ہے۔

کوئی ریال کی چمک دمک سے اہلِ ایمان کی آنکھیں خیرہ کرنے کی کوشش میں ہے۔

کوئی جہاد کی آڑ میں سنی نوجوان کا شکار کررہا ہے۔

کوئی حفاظتِ توحید کے پردے میں مقاماتِ مقدسہ کی حرمت پامال کررہا ہے۔

اے ربّ کائنات! ہم ان کے ہم رنگ زمین جال سے بچنے سے قاصر ہیں۔ تو ہی اپنی توفیق سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرماسکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے ایمان کو محفوظ فرماتے ہوئے اپنے حبیب برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادِ گرامی کی صداقت وحقانیت ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھادے۔ ہم وہ وقت جلد دیکھ لیں کہ جب ہر طرف عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقارہ پوری

آب وتاب سے بجے تو کسی پیشانی پر بل نہ پڑے اور ہر چہرہ کھل اُٹھے۔اے کائنات کے والی! ہم عاجز و ناتواں ہیں اِمتحان وابتلاء کی طاقت نہیں رکھتے محض تیرے فضل واحسان کے اُمیدوار ہیں۔اپنے فضل واِحسان سے حرمین شریفین کو پنجہ خارجیت سے آزاد فرما اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور پکے غلاموں کو وہاں خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرما:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیۤ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیَ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

الٰہی میں مانگتا ہوں تجھ سے اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔(ابن ماجہ ۱۰۰)

یارسول اللہ! یا حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ کا ادنیٰ غلام آپ کے طفیل اپنے ربّ قدس کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس سعی ناتمام کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اسے قبولیت کی سند عطا فرما کر فقیر کی سعادت دارین ونجات قبر وحشر کا سامان مہیا فرما دو اور اسے عامہ خلق کے لیے مفید بنادو۔

یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر غم مغرق
خذیدی سہل لنا اشکالنا



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ نمبر ۱

منافق کی سراغ رسائی

ایٹم بم حدیث شریف کے مطابق اُمت مرحومہ شرک سے پاک ہے اور فتوائے شرک لگانے والا خود شرک کا حقدار ہے۔اس کی تلاش کے لیے جدوجہد اور تگ و دو کی ضرورت تھی اور تاریخ کی ورق گردانی بھی کرنا پڑتی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس واقعہ یا حادثہ سے آگاہ فرمائیں تو وہ ضرور پیش آکر ہی رہے گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات خلاف واقع ہو سکتی ہی نہیں۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خود چور ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے کہ اس کی چوری پکڑی جاتی ہے جیسا کہ اِمام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی سوانح میں درج ہے کہ ایک شخص نے کسی کا مور چرالیا۔مور کے مالک کو کسی پر شک گزرا تو اس نے اِمام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے صورت احوال عرض کی۔ایک بار آپ مجلس میں تشریف فرما تھے وہ مشکوک آدمی بھی وہاں موجود تھا۔حضرت اِمام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ میری مجلس میں بھی حاضر ہوتے ہیں اور مور بھی چرالیتے ہیں جب کہ اس کے سر پر مور کا پر موجود ہوتا ہے۔جب آپ نے یہ بات کہی تو ایک صاحب نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور حضرت اِمام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے جان لیا کہ یہی شخص چور ہے۔مجلس برخاست ہونے کے بعد مالک کو کہا فلاں شخص سے اپنا مور برآمد کرلو۔

ایسا ہی معاملہ یہاں پیش آیا کہ جن کی طرف ذہن جا سکتا تھا کہ ایٹم بم حدیث شریف کے مطابق یہی لوگ منافق ہوں گے انہوں نے حدیث شریف کا ترجمہ غلط کر کے خود ہی بتا دیا کہ وہ لوگ ہم ہی ہیں زیادہ کوشش اور تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔مشہور غیر مقلد وہابی عالم مولوی محمد میمن جونا گڑھی نے تفسیر ابن کثیر کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔بازار میں یہی ترجمہ دستیاب ہے اور وہابیہ کی لائبریریوں میں یہی ترجمہ رکھا ہوا ہے اور اس کے ناشرین بھی وہابی مکتب فکر

کے لوگ ہیں۔ نیز نجدی وہابی حکومت حجاج کرام کو اشاعت وہابیت کی غرض سے جو قرآن عزیز کا تحفہ دیتی ہے وہ اسی خائن کا ترجمہ ہے جس کی تنقیح جاری ہے۔ اس غیر مقلد وہابی مترجم کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے:

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی، اسلامی شان تھی لیکن اللہ کی دی ہوئی بدبختی نے اسے آگھیرا۔ اسلام کے احکام اس نے پس پشت ڈال دیئے۔ وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا یہ اِلزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کتاب میں درود شریف کی بجائے صرف ؐ لکھا ہے جو کہ ناجائز ہے اور بدبختی کی علامت ہے پورا درود شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا چاہیے: جلالی) سے پوچھا گیا کہ اِلزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر اِلزام لگایا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خطار کار اِلزام لگانے والا تھا (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۴۷۰ مترجم مولوی محمد میمن جونا گڑھی زیر آیت ۱۷۵ سورۃ اعراف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

اس ترجمہ کی فحش غلطیاں

اِس ترجمہ میں غیر مقلد وہابی نے متعدد قصداً فحش غلطیاں کی ہیں۔ چند ایک پیشِ خدمت ہیں۔

پہلی غلطی: مترجم نے لکھا ہے:

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے۔ اس میں لفظ ''کچھ'' اندیشہ ہی ظاہر کر رہا ہے کچھ خرابی ہے جب کہ حدیث شریف میں ایسا نہیں ہے۔ مزید برآں ایک اور حدیث شریف میں ہے ''اخوف ما اخاف'' کے الفاظ بھی ہیں کہ 'جس چیز کا زیادہ خوف ہے وہ یہ ہے' لہٰذا یہ لفظ ''کچھ'' ذکر کرنا درست نہیں ہے البتہ واقعات خوفناک میں سے ایک خوف مراد ہو تو ''کچھ'' ذکر کرنا درست تھا۔ نیز ''اتخوف'' کا معنی خوف وخطرہ کے بجائے اندیشہ کرنا بھی نامناسب ہے کیونکہ اندیشہ خوف کا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا۔

دوسری غلطی: لکھا ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا۔

حدیث شریف میں   ہے کہ ''رَجُلٌ قَرَءَ الْقُرْاٰن'' قراء کا معنیٰ پڑھنا ہے نہ کہ علم رکھنا۔

تیسری غلطی: لکھا ہے کہ جو قرآن کا علم رکھتا تھا۔

قرآن کا علم رکھتا تھا میں لفظ 'تھا' زمانہ ماضی کو بیان کر رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ دور کی بات کر رہے ہیں کہ کوئی آدمی تھا جو قرآن کا علم رکھتا تھا جس سے لازم آتا ہے کہ اس موجودہ قرآن شریف سے پہلے بھی کوئی قرآن تھا (ایسا کہنا سراسر غلط ہے) جیسے قرآن حکیم کو قرآن نہ ماننا قبیح جرم ہے اسی طرح غیر قرآن کو قرآن قرار دینا بھی اسی قدر قبیح جرم ہے جس کے مولوی صاحب مرتکب ہوئے ہیں۔

یہ تو قرآن وسنت کی اتباع کے دعوؤں میں دِن رات ایک کرنے والے خود ہی بتائیں تو زیادہ بہتر ہے کہ مترجم غیر مقلد عالم دِین نے اس قرآن سے قبل جس چیز کو قرآن تسلیم کیا ہے وہ کس نبی پر نازل ہوا؟ اور اب بھی دُنیا کے کسی کونے میں موجود ہے یا نہیں؟ اور اس قرآن پر اِیمان لانا دِین وہابیہ میں اس قرآن پر اِیمان لانے کی طرح فرض ہے یا نہیں؟ اس طرح یہ ترجمہ محض غلط ہی نہیں بلکہ اِک باب مفاسد کثیرہ کا دروازہ کھولنا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔

مترجم کا ترجمہ میں ''تھا' تھا'' کہنا اس لیے بھی غلط ہے کہ حدیث شریف میں لفظ اذا ہے حتّٰی اذا رؤیت بھجتہ علیہ اور یہ تسلیم شدہ قانون ہے کہ اذا مستقبل کے لیے آتا ہے اگر ماضی پر داخل ہو تو اسے بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے مگر یہاں دانستہ ترجمہ میں 'تھا' کہا جا رہا ہے جس کی وجہ آگے آئے گی۔

چوتھی غلطی: ترجمہ لکھا ہے: قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔

یہاں پر 'ظاہر تھی' ترجمہ کرنا غلط ہے کیونکہ یہ بھی اذا کے بعد واقع ہوا ہے۔ معنیٰ یوں ہوں گے اس پر قرآن کی رونق آجائے گی/ قرآن کی تروتازگی اس پر نظر آنا شروع ہو جائے گی۔

پانچویں غلطی: غیر مقلد وہابی مترجم نے مزید لکھا ہے۔ اِسلامی شان تھی۔

یہ اِسلامی شان تھی سراسر غلط ہے یہ اذا کا مدخول ہے ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ اسلامی

شان ہو گی بلکہ لفظ شان میں وہابی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں ’’کان رداء ہ الاسلام ‘‘ اس کی چادر اِسلام ہو گی یا اس نے اِسلام کی چادر اوڑھ لی ہو گی یا وہ اسلام کو اوڑھنا بچھونا بنالے گا۔

چھٹی غلطی: لکھا ہے۔ ’’لیکن اللہ کی دی ہوئی بدبختی نے اسے آگھیرا‘‘۔

یہ اللہ کی دی ہوئی بدبختی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ حدیث شریف میں تو صرف اس قدر ہے ’’اعتراء ہ الی ما شاء اللّٰہ‘‘ اللہ تعالیٰ اسے جدھر چاہے بہکا دے گا‘‘ دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اِسلام کی چادر کھینچ لے گا اور جدھر چاہے گا اسے بہکا دے گا۔

ساتویں غلطی اور غضب الٰہی کو دعوت: وہابی حضرات جو کہ توحید کا دم بھرتے نہیں تھکتے مگر یہاں ان کے نامور عالم مترجم نے ’’الٰی ماشاء اللّٰہ‘‘ کا ترجمہ سرے سے غائب کر دیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی قتیل بالاکوٹ نے تقویۃ الایمان میں ثم شاء الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم (الحدیث) کا اِنکار کرتے ہوئے بغض نبوی کا اِظہار کیا تھا مگر چیلے نے گرو سے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے ’’الٰی ماشاء اللّٰہ‘‘ کو غائب کر دیا جو کہ غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

آٹھویں غلطی: نجدی مولوی محمد میمن جوناگڑھی نے ترجمہ کرتے وقت ’’انسلخ منہ‘‘ کا ترجمہ نہیں کیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وہ حدیث شریف کے الفاظ کا ترجمہ حذف کر کے کونسا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نویں غلطی: ترجمہ کیا ہے ’’اِسلام کے احکام اس نے پس پشت ڈال دیئے‘‘۔

یہ ترجمہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ رونما ہونے والے فتنے اور فتنہ پرداز شخص کی خبر دے رہے ہیں لامحالہ مستقبل والا معنی ہی مراد ہو گا جب کہ خود حدیث شریف میں اتخوف اور لفظ اذا موجود ہیں تو صحیح ترجمہ یوں ہو گا ’’اِسلام کی چادر پس پشت ڈال دے گا‘‘

دسویں غلطی: ترجمہ لکھا ہے۔ ’’وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا‘‘ یہ بھی غلط ہے۔

جب کہ یوں ہونا چاہیے تھا وہ تلوار لے کر اپنے پڑوسی پر دوڑے گا/حملہ کرے گا/تلوار چلائے گا۔

گیارھویں غلطی: ترجمہ کیا گیا ’’یہ الزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے‘‘۔

یہ لفظ لگا کر زمانہ ماضی کو ظاہر کر رہا ہے جب کہ یہاں زمانہ مستقبل مراد ہے کیونکہ یہ بھی لفظ اذا کا مدخول ہے۔ ترجمہ یوں ہو گا۔ ’’اور وہ اپنے پڑوسی پر شرک کا اِلزام لگائے گا‘‘۔

بارھویں غلطی: ترجمہ درج کیا ہے۔ ’’حضرت سے پوچھا گیا‘‘

حدیث شریف میں ’’قلت‘‘ عربی کا لفظ ہے جو کہ فعل معروف ہے یعنی میں نے عرض کیا ’’پوچھا گیا‘‘ یہ مجہول ترجمہ کسی جاہل کا ہی ہو سکتا ہے۔

تیرھویں غلطی: وہابی مترجم نے لکھا ’’اِلزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا گیا۔

یہاں پر بھی لفظ ’تھا‘‘ کا ذکر کر کے مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کو ماضی کا قصہ پارینہ بنانے کی ناپاک جسارت اور گھناؤنی سازش کی جارہی ہے جو کہ مترجم کی حدیث شریف میں بددیانتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جب کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ شرک کا حق دار کون ہے؟ (نہ کہ تھا)۔

چودھویں غلطی: حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ’’ایھما اولی بالشرك ؟‘‘ کہ ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہے؟ یعنی فی الواقع مشرک کون ہے؟ اور ان دونوں میں سے شرک سے بَری کون ہے؟ یہ مترجم کا لفظ شرک ہضم کر جانا بتاتا ہے کہ حدیث شریف کا ترجمہ کھانے اور ہضم کرنے کے لیے مترجم کی ساتوں کی ساتوں آنتیں مکمل طور پر کام کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ ’’العیاذ باللّٰہ تعالٰی ‘‘ اور شیطان اس کے نظام ہضم کو مزید بڑھانے کے لیے دِن رات نئے سے نئے سفوف خیانت مہیا کر رہا ہے۔

پندرھویں غلطی: مترجم نے آخری اور مرفوع الفاظ ’’بل الرامی‘‘ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''تو آپ نے فرمایا کہ خطا کار اِلزام لگانے والا تھا''

اس میں بھی لفظ ''تھا'' ذکر کرنا سراسر بددیانتی اور حدیث شریف میں دروغ گوئی اور علمی خیانت ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ عرض کیا گیا کہ شرک کا حق دار کون ہے؟ تو ''بل الرامی'' سے جو جواب دیا گیا وہ یہ ہے کہ شرک کا فتویٰ اور اِلزام لگانے والا شرک کا حق دار ہے۔ کہاں خطا کار کا لفظ جو ہر ایک غلطی کو شامل ہے اور کہاں خاص جرم شرک۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منافق کو خاص جرم کا مرتکب قرار دیا ہے کہ وہ بے گناہ مسلمانوں کو مشرک کہنے کی بناء پر خود شرک کا حق دار ہوگا۔

سولھویں غلطی: علامہ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ ہجری کی تفسیر گو اہلسنّت و جماعت کے ہاں اس قدر مسلّم نہیں جس قدر دیگر تفاسیر تفسیر کبیر، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی وغیرہ ہیں مگر پھر بھی ابن کثیر کی احادیث پر جرح کو تقریباً تسلیم ہی کیا جاتا ہے جب کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے پیروکاروں یعنی ان غیر مقلدین کے ہاں تفسیر ابن کثیر بہت اہمیت کی حامل ہے اسی لیے تو بازار میں صرف انہیں کا ترجمہ دستیاب ہے۔ علامہ ابن کثیر نے حدیث شریف نقل کرنے کے بعد سند حدیث کے متعلق لکھا ہے۔ ھذا اسناد جید کہ یہ سند جید ہے۔

مترجم نے حدیث شریف میں جس قدر بددیانتی ممکن تھی وہ کر لی تھی مگر ابھی تک اس کی طبیعت ''ھل من مزید'' کا تقاضا کر رہی تھی تو حدیث شریف کے دلدادہ نام کے اہل حدیث نے چلتے چلتے مصنف کو بھی ہاتھ دکھا دیا کہ ''ھذا اسناد جید'' کا ترجمہ ہضم کر گئے تا کہ اگر کسی شخص کا ذہن اتنی بددیانتی کے باوجود پھر بھی اصل حقیقت کی طرف منتقل ہو جائے تو حسبِ معمول حدیث شریف کو ضعیف کہہ کر گلو خلاصی کرانا آسان ہو۔ (اللھم اصرف عنا شر الخوارج)

مزید برآں اس ترجمہ میں پانچ اور غلطیاں ہیں سردست ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں۔

حدیث شریف کا مصداق اور مترجم کی خیانت کا اصل محرک:

اِختصار کی کوشش کے باوجود کلام طول پکڑ گیا۔ اب آیئے اصل مقصد کی طرف کہ اس

حدیث شریف کے مطابق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرحوم و مغفور اُمت کو شرک سے پاک قرار دیا اور اس امت پر شرک کا فتویٰ لگانے والے کی پہچان کروا دی کہ جو قرآن پڑھے گا اسلام کی چادر اوڑھ لے گا آخر کار منافق ہو جائے گا۔ اس کی دو علامتیں ہیں:

نمبر۱: مسلمانوں کو مشرک کہنا — نمبر۲: (موقع ملنے پر) ان کو قتل کرنا

یہ دونوں کی دونوں علامتیں بارہویں صدی ہجری میں مدینہ شریف سے عین مشرق میں مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش عیینہ میں پیدا ہونے والے ابن عبدالوہاب نجدی وہبی تمیمی میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے سوانح نگار سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے بقول شیخ نے شرک کی بیخ کنی کے لیے زبان، قلم اور تلوار تینوں ہی ہتھیار بیک وقت اِستعمال کیے۔ گزشتہ صفحات پر مذکور حدیث شریف کے مطابق دوسرے منافق حاکم درعیہ کی پناہ حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں پر انہوں نے جو ظلم ڈھائے ہیں اگر ان کو حجاج بن یوسف دیکھ لیتا تو اس کی بھی روح کانپ اُٹھتی۔

اِس حدیث شریف کے مطابق ابن عبدالوہاب اور اس کی ذریت کے منافق ہونے میں کسی کو شک ہی نہیں رہتا۔ اس لیے مترجم نے اپنے اِمام و پیشوا کو بچانے کی غرض سے حدیث شریف کا مفہوم بدلنے اور اغلاط کثیرہ کا اِرتکاب کرنے میں پورا زور صرف کر دیا۔ کاش مترجم کے دِل میں حدیث شریف کا اِحترام ہوتا اور صدق دِل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشادات مبارکہ پر اِیمان رکھتا ہوتا تو حدیث شریف میں خیانت کے بجائے اس منافق سے فی الفور اعلان بیزاری کر دیتا اور خود کو اہل حدیث کہلانے کی لاج رکھ لیتا مگر وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشادِ برحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجیوں کی پہچان کرواتے ہوئے ان کی علامت یہ بیان فرمائی ہے:

یقولون من قول خیر البریة (بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۱۰)

اس کے بین السطور 'خیر جاری شرح بخاری' کے حوالہ سے لکھا ہے:

ای من السنة: اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ وہ خارجی سنت اور حدیث کی بات کریں گے۔ اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ دِن رات کتاب و سنت کے دعوے دار اور حدیث کے بزعم

خویش مکمل کار بند حدیث شریف سے باغی ہیں کہ اپنی کارگزاری یعنی فتوائے شرک کی واضح مذمت سامنے آنے پر خود توبہ نہیں کی بلکہ حدیث وسنت کا مفہوم بدلنے کی ناپاک جسارت کر دی۔ (العیاذ باللہ)

ضروری نوٹ: حال ہی میں ابن کثیر اُردو کمپوز ہو کر بازار میں آئی ہے جو کہ مکتبہ قدوسیہ اُردو بازار لاہور کی مطبوعہ ہے اس میں اس ایٹم بم حدیث کا ترجمہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ تازہ ترجمہ بھی غلط ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان حدیث کے دُشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے صحیح ترجمہ کرنے کی توفیق سے محروم کر رکھا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضمیمہ نمبر۲

تعلیماتِ شیخ نجدی کا نادر نمونہ

یہ باب انتہائی اہم ہے اس پر بے شمار کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں (بالخصوص مرأۃ نجدیہ جو کہ اشاعت کے لیے پر تول ہی رہی ہے) بلکہ یوں کہہ لو کہ پوری تاریخِ اسلام میں علماء نے جس شخص کی مذمت میں سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں اور اس کے خلاف جہاد بالقلم کو اہم فریضہ جانا اور اس کا حق ادا کیا ہے اور جہانِ اسلام کے ہر کونے سے جس کے خلاف قلم اُٹھایا گیا ہے وہ شیخ نجدی ہے تو بالکل بجا ہوگا۔

فقیر غفرلہ اللہ القدیر تعلیمات نجدی کے اثرات کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔ واللہ الموفق والمصیب۔

حال ہی میں راہی ملک عدم ہونے والے سعوی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی شخصیت اہل پاکستان کے لیے اجنبی وغیر مانوس نہیں ہے کیونکہ جب کبھی وہ ریالوں کی تجوریاں لے کر وارد پاکستان ہوتے تو ذریت نجدیہ کی حالت دیدنی ہوتی۔ شیخ نجدی کے متعلق جس کتاب کو ہاتھ لگاؤ بالعموم ہر ایک پر شیخ بن باز کا نام کسی نہ کسی انداز میں ضرور نظر آتا ہے بلکہ شیخ بن باز کو تعلیمات نجدیہ کا ناشر اعظم فی زمانہ کہہ لیں تو بجا ہوگا۔

ہم اپنے مدعا و مطلوب کو صرف اس شیخ بن باز پر مرکوز کرتے ہوئے بطور مشتے نمونہ از خروارے صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں تاکہ تعلیمات شیخ نجدی کا خلاصہ اور مغز ہر ایک کو ذہن نشین ہو جائے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا محبوب معمول:

صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کہ ''سراپا ادب تھے'' کا معمول تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کسی بات کے متعلق سوال کرتے تو وہ صورت احوال کا جائزہ لیتے ہوئے جو بات زیادہ قرین ادب ہوتی وہ بجالاتے۔ اگر جواب عرض کرنا مناسب ہوتا تو عرض کردیتے اور اگر جواب معلوم نہ ہوتا یا وہ یہ سمجھتے کہ جواب عرض نہ کرنا ہمارے لیے زیادہ معلومات افزاء اور باعث برکت ہے یا وہ یہ سمجھتے کہ جس کے متعلق سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت فرمارہے ہیں وہ تو واضح سی بات ہے ضرور پس پردہ کوئی حکمت ہے تو وہ عرض کرتے:

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ جانتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک متفق علیہ حدیث شریف درج ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتدرون ما الایمان بالله وحده؟ قالوا الله ورسوله اعلم

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وحدہ کے ساتھ ایمان لانا کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۳)

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

هل تدری ما حق الله علی عباده وما حق العباد علی الله قلت الله ورسوله اعلم (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴)

کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

بخاری شریف کتاب الحج کی حدیث شریف نمبر ۱۷۴۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران دریافت فرمایا:

اتدرون ای یوم هذا — کیا جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟

سراپا ادب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ — اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول سب سے زیادہ

هل تدرون ما مثل هذا

کیا تم جانتے ہو کہ اس کی مثال کیا ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کنز العمال شریف کی حدیث ۲۱۶۳۱ میں بحوالہ طبرانی شریف وارد ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھارہے تھے تو فرمایا:

اتدرون لم اقارب الخطا؟ — جانتے ہیں

پھر فرمایا:

ای شهر هذا؟ — یہ کونسا مہینہ ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسی محبت بھرے انداز میں عرض کیا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

پھر ارشادِ گرامی ہوا:

ای بلد هذا؟ — یہ کونسا شہر ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نیازمندانہ انداز میں عرض کیا:

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بات کے جواب میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یا رسول الله ان کان خیرا فحدثنا وان کان غیر ذالك والله ورسوله اعلم

یارسول اللہ! اگر یہ بہتر ہے تو بیان فرمادیں اور اگر اس کے علاوہ ہے (بہتر نہیں) تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر یا سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

اسی طرح کنز العمال کی حدیث نمبر ۲۱۶۲۷ میں بحوالہ ابن زنجویہ یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیاتم جانتے ہو کہ میں قدم قریب کیوں رکھ رہا ہوں؟

قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الغرض اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ جانتے ہیں یا بہتر جانتے ہیں کہ مبارک الفاظ صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کرتے ہی رہتے تھے۔ اس کے جائز ہونے کے لیے ایک حدیث شریف ہی کافی ہے مگر ہم نے مزید تسلی کے لیے متعدد مواقع ذکر کردیئے اگر کامل تتبع کیا جائے تو میرا خیال ہے کہ درجنوں کی بجائے سینکڑوں احادیث میں اللہ ورسولہ اعلم (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مبارک کلمات مل جائیں گے۔

آج کل کمپیوٹر کے ذریعہ معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ القدیر نے ابھی ۲۳ صفر المظفر ۱۴۲۴ بوقت عصر جانشین مناظرِ اِسلام حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب سلمہ ربہ سے فون پر رابطہ کر کے پوچھا کمپیوٹر دیکھ کر اِرشاد فرمائیں کہ یہ کلمات احادیث شریف میں کتنی بار وارد ہیں تو انہوں نے تعداد لکھوائی ہے:

بخاری شریف ۳۳ بار۔ مسلم شریف ۲۱ بار۔ ابوداؤد شریف ۱۱ بار۔ مسند اِمام احمد ۶۴ بار ابن ماجہ شریف ۵ بار۔ ترمذی شریف ۱۴ بار۔ سنن دارمی ۴ بار اور موطا اِمام مالک علیہ الرحمہ ۳ بار۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ:

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صلوۃ الصبح بالحدیبیۃ علی اثر سماء کانت من اللیلۃ فلماء انصرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اقبل علی الناس فقال ھل تدرون ماذا قال ربکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال اصبح من عبادی مومن لی وکافر فاما من قال مطرنا بفضل اللہ ورحمۃ فذلك مومن بی وکافر بالکواکب واما من

قال بنوء کذا فذلك کافر بی مومن لکواکب۔

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی جب کہ رات کو ہونے والی بارش کے اثرات موجود تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ جل جلالہ نے کیا فرمایا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبح ہوئی بندوں میں سے بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض کفر کرنے والے۔ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر اِیمان رکھنے والا ستاروں (کی تاثیر) کا اِنکار کرنے والا ہے مگر جس نے کہا ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے ایمان رکھنے والا ہے۔ (بخاری شریف صفحہ ۱۴۱ حدیث شریف نمبر ۱۰۳۸)

اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ اِمام احمد بن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے اِرشاد فرمایا کہ اس حدیث شریف میں دیگر مذکورہ فوائد کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شیخ و اِمام اپنے ساتھیوں کے سامنے کوئی مسئلہ رکھے خواہ وہ مسئلہ دقت نظر کے بغیر سمجھ نہ آنے والا ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث شریف سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ وہ ولی جو اِشارات کو سمجھنے کی پوری قدرت رکھتا ہو وہ اِشارات سے کوئی عبارت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرسکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے بعض مشائخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شاید کہ ہمارے شیخ نے یہ اِستدلال اس بات سے کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بیان کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے ربّ نے کیا فرمایا ہے؟ ہمارے شیخ نے اسے حقیقی معنی پر محمول کیا ہے لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے خلاف سمجھا تو معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد کرنے کے علاوہ کوئی جواب نہ دِیا۔ (فتح الباری ج۲-۶۶۶)

اس پر ناشر تعلیمات نجدیہ مفتی اعظم وہابیہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے حاشیہ لکھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

هذا خطأ بين ، قول على الله بغير علم ، فلا يجوز لمسلم ان يتعاطى ذالك بل عليه ان يقول اذا سئل عمالا يعلم۔ الله اعلم كما فعل الصحابة رضى الله عنهم والله اعلم۔

ترجمہ: یہ واضح طور پر غلط ہے بغیر علم کے (جہالت کی بناء پر) اللہ (تعالیٰ) پر قول (یعنی افترا) ہے لہٰذا کسی مسلمان کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ جب اس سے کوئی ایسی چیز پوچھی جائے جسے وہ نہ جانتا ہو تو وہ اللہ اعلم کہہ دے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا اور اللہ خوب جانتا ہے۔

(حاشیہ فتح الباری از ابن باز) ج۲-۲۶۶

اِس حاشیہ میں شیخ بن باز نے:

۱- واضح غلط ہونے

۲- اللہ تعالیٰ پر افتراء

۳- اور مسلمانوں کو ایسا کرنا ناجائز ہونے کے

جو تین فتوے لگائے ہیں اس کی حقیقت اس وقت واضح کی جائے گی جب ریال خورانِ نجدیت بالخصوص حرم کعبہ معظمہ میں بیٹھ کر انبیاء علیہم السلام کی عظمت کو گھٹا کر پیش کرنے والا" اولیاء عظام علیہم الرحمہ کی ذوات ستودہ صفات پر رکیک حملے کرنے والا اور فرزندانِ اسلام' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں پر بے دریغ بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے شرک کے فتوے لگانے والا بہاولپوری مولوی[1] المعروف مولوی مکی نجدی ہماری تحریر کا جواب دے گا تو جواب الجواب شرح حدیثِ نجد جلد دوم میں اس پر سیر حاصل گفتگو ہوگی۔

انشاء اللہ تعالیٰ ثم شاء رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی عبدالحفیظ مکی

سردست آخری جملہ

بل عليه ان يقول اذا سئل عمالا يعلم۔ الله اعلم كما فعل الصحابة رضى الله عنهم والله اعلم۔

ترجمہ: کہ جب کسی مسلمان سے ایسی چیز پوچھی جائے جسے وہ جانتا نہ ہو تو اللہ اعلم کہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا واللہ اعلم۔

پر گفتگو کرنا مقصود ہے۔

گزشتہ صفحات پر احادیث کثیرہ کی روشنی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انتہائی پاکیزہ معمول

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (جل جلالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بیان ہو چکا ہے اور محولہ بالا حدیث بخاری میں بھی

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

کے الفاظ موجود ہیں جب کہ نجدی شیخ بن باز اِرشاد فرما رہے ہیں:

اللہ اعلم کہئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا فعل ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان تو عرض کریں   اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اور نجدی مفتی بتائے   اَللّٰہُ اَعْلَمُ

کیا یہ دروغ گوئی' کذب بیانی' صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بہتان مہین اور افتراء مبین نہیں ہے؟

جب یہ الفاظ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بار بار دہرائے گئے تو کیا حکماً مرفوع نہ بن گئے۔

کیا اس قدر کثرت سے بیان ہونے والے الفاظ متواتر کا درجہ نہ پا گئے؟

اس کے باوجود اللہ اعلم کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا معمول قرار دینا حدیث متواتر کا کھلم کھلا انکار نہیں ہے؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراطِ مستقیم کی پہچان تو یہ کروائی ہے:

ما انا علیہ واصحابی کہ میرا اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے تو صرف اللہ اعلم کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی کا ذکر شریف نہ کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جادہ مستقیمہ سے واضح روگردانی نہیں ہے؟ ملت نجدیہ جسے مفتی اعظم قرار دے کیا وہ مفتری اعظم علی الصحابہ (رضی اللہ عنہم) نہیں ہے؟ لوگو یہ مقامِ عبرت ہے حیرت وتعجب ہے اور حیف وتاسف ہے۔

منصب افتاء وروایت حدیث اور شیخ بن باز

قارئین کرام اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ موضوع حدیث وہ ہوتی ہے جس کا کوئی راوی جھوٹا ہو اور جھوٹا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ساری زندگی میں اس کا کوئی ایک جھوٹ ثابت ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے کذاب ووضاع قرار پاتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے مردود ٹھہرتا ہے اس کی کوئی بیان کردہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ منصب فتویٰ کے لائق ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر ودیگر کتب اصول حدیث۔

برکۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی دیار الھند شیخ المشائخ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ومن ثبت عنه تعمد الكذب فی الحدیث وان كان فی عمره مرة وان تاب من ذالك لم یقبل حدیثه ابدًا

ترجمہ: کذب کی تہمت والے کی حدیث کو موضوع کہا جاتا ہے اور جس شخص کا حدیث شریف میں جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ زندگی بھر میں ایک ہی جھوٹ کیوں نہ ثابت ہو تو خواہ توبہ بھی کر لے اس کی بیان کی ہوئی حدیث کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث علی المشکوٰۃ صفحہ ۵)

آپ پھر دیکھیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قول مبارک اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ میں شیخ بن باز نے کس قدر جعلسازی سے کام لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اللہ اعلم کہنا چاہیے۔

بن باز کی کلابازی کی اصل بنیاد

یہ جعلسازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض وعناد کی بنیاد پر کی گئی ہے یہی تو شیخ نجدی کی تعلیم اور اس کا خصوصی فیضان ہے۔

شیخ نجدی اور اس کے پیروکار جن جن اعتقادی مسائل میں متفرد اور راہ شذوذ پر گامزن ہیں ان میں آ جا کر یہی پہلو نکلتا ہے کہ جس مسئلہ میں عظمت وکمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں ہو رہا ہوا سے نجدی کبھی تو شرک وحرام اور کبھی بدعت وخلاف شرع قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ وتیرہ ہو بہو فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا (البقرۃ) کہ منافق کے دلوں میں (عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلنے کی) بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے (شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوبالا کرتے ہوئے) ان کی بیماری کو اور زیادہ کر دیا' کا آئینہ دار ہے۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ نمبر۳

کرمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہار

فقیر غفرلہ اللہ القدیر عرصہ دراز سے ایسے نقشے کی تلاش میں تھا جس میں مسیلمہ کذاب اور شیخ نجدی کی جائے پیدائش ''عُیَیْنَہ'' واضح طور پر درج ہو خود بھی کافی کوشش کی اور فقیر کے قلمی سرپرست حضرات بھی مختلف لائبریریوں اور مختلف ایجنسیوں کے مطبوعہ اطلس (اٹلس) ملاحظہ فرماتے رہے مگر محل وقوع عبارات میں تو مل جاتا جب کہ نقشہ میں بعینہٖ نہ ملتا۔ فقیر نے کتب جغرافیہ و شروح حدیث کے حوالہ جات سے بحمدہٖ تعالیٰ ثابت تو کر دیا کہ مدینہ شریف سے عین مشرق میں ریاض، سعودی خاندان کا مولد و مسکن درعیہ اور ان کے قریب ہی ریاض سے جانب شمال عیینہ واقع ہے مگر نقشہ میں اس کی نشاندہی پھر بھی ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر رحمت کا صدقہ یہ مشکل جس انداز میں حل ہوئی ہے فقیر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زندہ معجزہ یقین کرتا ہے۔ کیونکہ آٹھ سال کی مسلسل تلاش کے بعد یہ مشکل مسجد نبوی شریف میں پہنچ کر حل ہو گئی کہ مسجد نبوی شریف میں موجود مکتبہ میں بھی اس کی تلاش جاری تھی تو سعودی حکومت کی اپنی کارگزاری و تاریخ پر مشتمل کتاب الاطلس التاریخی للمملکۃ العربیۃ السعودیہ مل گئی جس کو سعودی حکومت کے متعدد اِداروں کے ۵۸ افراد نے مل کر تیار کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۴۵ پر شیخ نجدی ابن عبدالوہاب تمیمی وہبی مجدد الخوارج کی جائے پیدائش عیینہ نہ صرف ذکر کی گئی ہے بلکہ مدینہ شریف سے عین مشرق میں واقع اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اس کتاب کے حصول میں حافظ محمد فیاض اِدارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور نے بطور خاص تعاون فرمایا جزاہ اللہ تعالیٰ شرح حدیثِ نجد کے مختلف صفحات پر پھیلی ہوئی وہ احادیث ایک نظر پھر دیکھیں جن میں درج ہے کہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھر سے باہر تشریف لا کر مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فتنے اس طرف ہیں۔ فتن قبل المشرق کے ذکر پر مشتمل دیگر احادیث کے علاوہ مسند سیّدنا اِمام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے ایک حدیث شریف مزید ملاحظہ ہو پھر نقشہ ۱۱۳ ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ اہلسنّت کی حقانیت اور خوارج کا دجل و فریب دوپہر کے سورج کی مانند ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت سیّدنا سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔

سمعت عبد الله بن عمر يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم يشير الى المشرق او قال ان رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم يشير الى المشرق ويقول ان الفتنة ههنا ان الفتنة ههنا ان الفتنة ههنا من حيث يطلع الشيطان قرنيه۔

کہ میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشرق کی طرف اشارہ فرما رہے تھے یا یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشرق کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ بے شک فتنہ اس طرف ہے خبردار بے شک فتنہ اس طرف ہے۔ سن لو یقیناً فتنہ اس طرف ہے جہاں سے شیطان اپنے دو سینگ نکالے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث نمبر ۴۹۸۰)

صدق رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم حيث اطلع الشيطان قرنيه فى ربيعة و مضر إما احدهما فهو الشيخ النجدى المضرى وثانيهما ابن السعود الربيعي۔



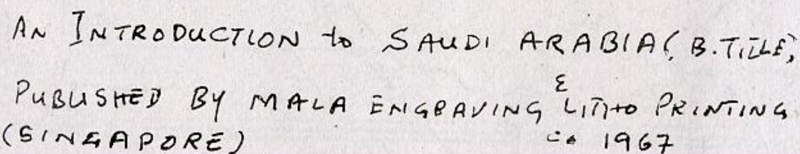
ATLAS OF ISLAMIC HISTORY

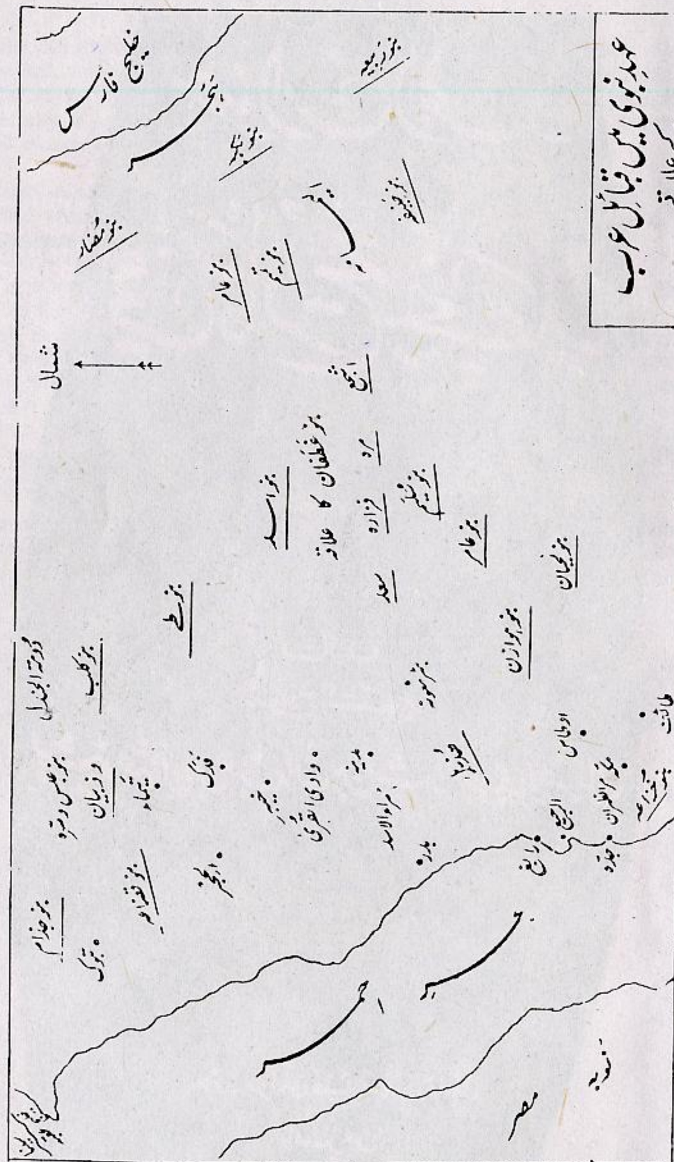
Compiled by HARRY W. HAZARD
Maps executed by H. LESTER COOKF, Jr., and J. McA. Smiley

Third Edition, Revised and Corrected

PRINCETON UNIVERSITY PRESS 1954

1385 A.H. 1965 A.D.
PHYSICAL MAP
SCALE 1: 12,000,000





٢٠ العالم العربي

أطلس المملكة العربية السعودية ص ٢٠ مطبوعه، مكتبه لبنان بيروت

SAUDI ARABIA — SOME GEOGRAPHICAL INFORMATION

The Kingdom of Saudi Arabia spreads over the Arab Peninsula as a continent surrounded by the sea on three sides — East, West and South and a sea of sand on the North. Although the Arab Peninsula is a peninsula, geographically it appears as a real island, spread over an area which is about 3,000,000 .square kilometres.

Saudi Arabia occupies out of it 2,400,000 square kilometres namely 4/5 of the total area of the Arab Peninsula. The rest, namely 1/5, is occupied by [redacted] Yamin, the Arab protectorates.

The Kingdom of Saudi Arabia extends from the Arabian Gulf in the East to the Red Sea in the West, and from the borders of Iraq, Syria and Jordan in the North to the borders of Yemen, Hadhramaut and Oman in the South and contains about 8 million inhabitants. No statistics have been compiled yet because nearly one-half of the population consists of tribes living in deserts, mountains and valleys who keep on moving from place to place. The area of the Kingdom is greater than peninsular India. The main Central Region known as the Najid or Nejd is bordered by the regions of Hijaz and Asir on the Red Sea and the region of Al Ahssa on the Arabian Gulf.

Saudi Arabia has a typically desert climate. It is very warm and humid in the greater part of the Kingdom but dry in some parts with a little rainfall in the plains; it is more temperate, even cold at times, with some summer rainfall in the highlands. Inland, the climate is temperate, with occasional rainfall at irregular intervals.

Oil is the most important item in the list of Saudi Arabia's mineral wealth. We shall be giving some account of oil and more information about it later on in this book. Mineral exploration and exploitation are now regulated by special legislation.

Date palms grow in abundance in the oases throughout the country. The

An Introduction to

SAUDI ARABIA

Twentieth Century's Miracle of Progress

BY

DATO AL-SYED IBRAHIM BIN OMAR ALSAGOFF

1387 Hijrah
1967 A.D.

PRINTED IN SINGAPORE
BY MALAYA ENGRAVING & LITHO PRINTING CO.

عنوان المجد في تاريخ نجد

تأليف

المؤرخ الشهير

الشيخ عثمان بن عبد الله بن بشر النجدي الحنبلي

حققه وعلق عليه بعض الأفاضل

بأمر من

وزارة المعارف السعودية

لی حضرت عظیم البرکۃ مولٰینا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعظیم اور محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دُودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صُورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضورؐ سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو لِلّٰہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن وحدیث نے جس پر حصُولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔ مُسلمانو! کیا جس کے دل میں محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہیدِ ایمان ص ۷-۶ مطبوعہ لاہور)